Weekly Family Magazine
ہفت روزہ
فیملی میگزین
بانی مجید نظامی مرحوم
http:family.nawaiwaqt.com.pk
17 تا 23 مارچ 2024ء

آصف علی زرداری
پاکستان کے 14ویں صدر
P-6

مقبوضہ کشمیر کے بعد سکھ کسانوں کے خلاف پیلٹ گنز کا استعمال
P-5

تتلیاں
موسم بہار کی پریاں
P-9

نوائے وقت

تم ہو بہارِ لازوال
تم ہو جمالِ رنگ و بو
P-24

مہنگائی، بیروزگاری اور غربت
حکومت کیلئے اصل چیلنج
P-8

کفالتِ یتیم سے --- جنّت کا حصول بھی --- رفاقتِ رسولﷺ بھی
الخدمت
ALKHIDMAT
الخدمت فاؤنڈیشن پاکستان
ALKHIDMAT FOUNDATION PAKISTAN
AGHOSH COLLEGE
دُعاء
تقدیر بدلنے کا فن جانتی ہے
تو کیا ہی افضل ہو کسی یتیم کی دُعا لے لی جائے
آپ بھی زکوٰۃ و عطیات دے کر شامل ہو جائیں ۔۔۔ لاکھوں دُعاؤں میں
زکوٰۃ اور عطیات کے لیے
زکوٰۃ حبیب میٹروپولیٹن بینک 6998129319714109621
عطیات حبیب میٹروپولیٹن بینک 6998129313714109738
عطیات میزان بینک 02140100861151
0800 44448
www.alkhidmat.org/donate

ہفت روزہ فیملی میگزین

مدیر اعلیٰ: رمیزہ مجید نظامی   مدیر: خالد بہزاد ہاشمی

ادارۂ تحریر

محمد نعیم مرزا ۔ وقار اشرف ۔ کامران امجد خان ۔ راحیلہ مغل

مینجمنٹ

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) سید احمد ندیم قادری، تمغہ امتیاز
چیف آپریٹنگ آفیسر، نوائے وقت میڈیا گروپ

ڈائریکٹر مارکیٹنگ: بلال محمود ۔ ہیڈ آف ہیومن ریسورسز: محمد شفیق سلطان ۔ ہیڈ آف آئی ٹی: قیصر ندیم ۔ سرکولیشن منیجر: صغیر امجد/نذیر عابد

شعبہ ڈیزائن

محمد امین ۔ ذیشان عارف ۔ راشد جاوید ۔ شعیب قادر

کیلی گرافر

محمد یونس

معاون سٹاف

پریس انچارج: سید ضمیر بخاری، عزیز الاسلام

مستقل قلمی معاون

خالد بیگ

شمارہ: 28؛ جلد: 34؛ 17 تا 23 مارچ 2024ء بمطابق 6 تا 12 رمضان المبارک 1445ھ

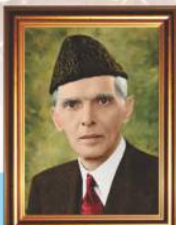

میں واشگاف الفاظ میں یہ اعلان کر دینا چاہتا ہوں کہ پاکستان کبھی ایک مشترکہ مرکز کے تحت دو آزاد مملکتوں کے درمیان کسی قسم یا شکل یا طرز کی آئینی وحدت کو تسلیم نہ کرے گا، نہ اتفاق کرے گا۔

(رائٹر کے نمائندے سے انٹرویو، 25 اکتوبر 1947ء)

حسن ہو کیا خود نما جب کوئی مائل ہی نہ ہو
شمع کو جلنے سے کیا مطلب جو محفل ہی نہ ہو
ذوق گویائی خموشی سے بدلتا کیوں نہیں
میرے آئینے سے جوہر نکلتا کیوں نہیں

(بانگِ درا)

آصف علی زرداری دوسری بار صدر منتخب ہونیوالی پہلی سول شخصیت

صدرِ مملکت کا انتخاب
جمہوری سفر کا اہم سنگ میل طے

دوسری بار صدر مملکت منتخب ہونے والی پہلی سول شخصیت آصف علی زرداری نے اپنے منصب کا حلف اٹھا لیا۔ چیف جسٹس آف پاکستان جسٹس قاضی فائز عیسیٰ نے ایوان صدر میں منعقدہ پروقار تقریب میں ان سے عہدے کا حلف لیا۔ تقریب میں وزیراعظم شہباز شریف، سبکدوش ہونے والے صدر مملکت ڈاکٹر عارف علوی، سابق نگران وزیراعظم انوارالحق کاکڑ، گورنر پنجاب انجینئر بلیغ الرحمان، گورنر خیبر پی کے حاجی غلام محمد، گورنر سندھ کامران ٹیسوری، وزیراعلیٰ سندھ مراد علی شاہ اور وزیراعلیٰ بلوچستان سرفراز احمد بگٹی، چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی جنرل ساحر شمشاد، آرمی چیف جنرل سید عاصم منیر، پاک بحریہ کے سربراہ ایڈمرل نوید اشرف، پاک فضائیہ کے سربراہ ایئر چیف مارشل ظہیر احمد بابر سدھو، نومنتخب ارکان قومی اسمبلی اور غیر ملکی سفارتکاروں نے شرکت کی۔ اس موقع پر پاکستان مسلم لیگ (ن) کے قائد محمد نواز شریف، سینیٹر اسحاق ڈار، پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین بلاول بھٹو زرداری، سابق سپیکر راجہ پرویز اشرف، یوسف رضا گیلانی، سپیکر پنجاب اسمبلی ملک احمد خان، شرجیل میمن، ملک عامر فدا پراچہ، نواب جمال خان رئیسانی سمیت دیگر سیاسی قیادت موجود تھی۔ آصف علی زرداری 2008ء سے 2013ء تک صدر مملکت کے عہدے پر فائز رہ چکے ہیں۔ علاوہ ازیں حلف کے بعد آرمی چیف اور سروس چیفس نے آصف زرداری اور بلاول بھٹو زرداری کو مبارکباد دی۔

چیف جسٹس حلف برداری کے بعد لابی میں بلاول بھٹو زرداری کے ساتھ گفتگو کرتے رہے جبکہ چیف جسٹس کی اہلیہ سرینا عیسیٰ بھی تقریب میں موجود تھیں۔

ملک کے ایوان زیریں (قومی اسمبلی)، ایوان بالا (سینٹ اور چاروں صوبائی اسمبلیوں میں صدارتی انتخاب کے لیے ووٹنگ ہوئی۔ صدارتی انتخاب کے لیے ووٹنگ ہوئی۔ صدارتی انتخاب میں حکومتی اتحاد کی جانب سے آصف زرداری اور حزب اختلاف کے محمود خان اچکزئی مدمقابل تھے۔ آصف زرداری نے پارلیمنٹ سے 255 ووٹ جبکہ سنی اتحاد کونسل کے محمود خان اچکزئی 119 ووٹ حاصل کر سکے۔ مجموعی طور پر قومی اسمبلی، سینٹ اور چاروں صوبائی اسمبلیوں سے آصف زرداری 410.777 الیکٹورل ووٹ لے کر صدر پاکستان منتخب ہوئے جبکہ محمود خان اچکزئی نے 180.34 الیکٹورل ووٹ حاصل کر سکے۔

صدارتی انتخاب کے نتائج کے بعد پارلیمنٹ ہاؤس میں صدر مملکت کے عہدے کے لیے سنی اتحاد کونسل کے امیدوار اور پختونخوا ملی عوامی پارٹی کے سربراہ محمود خان اچکزئی نے میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے واضح کیا کہ پاکستان کی تاریخ میں یہ پہلا ایسا الیکشن تھا جس میں ووٹ نہ خریدا گیا نہ بیچا گیا۔ صدارتی الیکشن اچھے ماحول میں ہوئے۔ ہماری پارلیمنٹ میں ایسے لوگ بھی تھے کہ جن کے خیبر پختونخوا اسمبلی میں دو ووٹ تھے لیکن جب سینٹ کا الیکشن لڑا تو باپ نے 17 ووٹ لیے اور بیٹے نے 17 ووٹ لیے۔ آئندہ کے لئے ایک واضح تقسیم نظر آ رہی ہے جو خوش آئند بات ہے ان کا کہنا تھا کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان میں سب کچھ بیچا اور خریدا جا سکتا ہے لیکن بعض ایسے لوگ ہیں جو اس کی مخالفت کرتے ہیں اور میں اسی جانب ہوں جو مخالفت کرتے ہیں۔ یہ پاکستان کی سیاست میں نئے دور کا آغاز ہے۔ پختونخوا ملی عوامی پارٹی کے سربراہ نے کہا کہ خیبر پختونخوا میں تحریک انصاف کے 90 ارکان نے اپنا ووٹ اپنے امیدوار کو دیا، پنجاب میں ان کی پارٹی کے جتنے لوگ تھے انہوں نے ووٹ دیئے جبکہ نیشنل اسمبلی اور سینٹ میں جو ہماری تعداد تھی اس کے علاوہ بھی ہمیں ووٹ پڑے ہیں۔

چین کے صدر شی جن پنگ نے آصف علی زرداری کو صدر پاکستان منتخب ہونے پر مبارکباد پیش کی ہے۔ اپنے تہنیتی پیغام میں چینی صدر نے کہا کہ پاک چین آہنی دوستی، تاریخ کا انتخاب اور عوام کا قیمتی خزانہ ہے، چین اور پاکستان اچھے پڑوسی، اچھے دوست، اچھے شراکت دار اور اچھے بھائی ہیں۔ شی جن پنگ نے کہا کہ دونوں ممالک نے سی پیک کی تعمیر میں مثبت نتائج حاصل کیے، پاکستان اور چین نے قریبی اعلیٰ سطح کے تبادلے برقرار رکھے اور دونوں ممالک نے بنیادی مفادات سے متعلق امور پر ایک دوسرے کی حمایت کی۔ چینی صدر نے کہا کہ چین پاکستان تعلقات کی تزویراتی اہمیت مزید نمایاں ہوگئی ہے، مختلف شعبوں میں عملی تعاون آگے بڑھانے کے لیے صدر زرداری کے ساتھ کام کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ترکیہ کے صدر رجب طیب اردگان نے آصف علی زرداری کو عہدہ سنبھالنے پر مبارکباد دی ہے اور کامیابی کے لئے نیک تمناؤں کا اظہار کیا ہے۔ رجب طیب اردگان نے کہا ہے کہ پاکستان کے ساتھ مختلف شعبوں میں گہرے برادرانہ تعلقات ہیں۔ امید ہے آپ کے دور میں پاک ترکیہ کے عوام کی خوشحالی کیلئے تعلقات مزید مستحکم ہوں گے۔ ایران کے صدر ابراہیم رئیسی نے آصف علی زرداری کو پریذیڈنٹ آف پاکستان منتخب ہونے پر کہا کہ وہ آصف علی زرداری کو صدر پاکستان منتخب ہونے پر مبارکباد دیتے ہیں۔ پاکستان سے قریبی تعلقات میں فروغ کے لئے پرعزم ہیں۔ ایران پاکستان کے درمیان تاریخی، ثقافتی اور مذہبی تعلق قائم ہے۔ امید ہے آصف زرداری کے دور صدارت میں پاک ایران تعلقات بڑھیں گے۔ پاکستان ایران کا بھائی اور دوست ملک ہے۔ ایران ہمیشہ کی طرح پاکستان کے ساتھ تعلقات کے فروغ کے لئے تیار ہے۔

صدارتی انتخاب خوشگوار ماحول میں ہونا ایک خوش آئند بات ہے، یوں ارض پاک میں جمہوری سفر کا ایک اہم مرحلہ اور سنگ میل بھی طے ہو گیا۔ قبل ازیں وزیراعظم میاں شہباز شریف بھی اپنے منصب کا حلف اٹھا چکے ہیں اور یوں جمہوریت کی گاڑی پھر سے شاہراہ جمہوریت پر رواں دواں ہو چکی ہے۔ اب قومی اور صوبائی حکومتوں کا فرض منصبی ہے کہ وہ وطن عزیز کو درپیش چیلنجز کا ادراک کرتے ہوئے افہام و تفہیم، صبر و تحمل، رواداری، بھائی چارے کو فروغ دیتے ہوئے غربت، مہنگائی، بے روزگاری اور بدامنی کے عفریت میں جکڑے عوام کی فلاح و بہبود کے لئے فوری اقدامات کریں، انہیں ریلیف دیں تاکہ وہ بھی جمہوریت کے ثمرات سے مستفید ہو سکیں۔

رابطہ برائے ایڈیٹوریل: 042-36367568

برائے رابطہ: ہفت روزہ فیملی میگزین 23 شارع فاطمہ جناح لاہور
ویب سائیٹ: http://family.nawaiwaqt.com.pk ای میل: family@nawaiwaqt.com.pk
UAN: 042-111-123-540 — https://www.facebook.com/Weekly-Family-835746096448123 فیکس نمبر: 042-36367583

رابطہ برائے اشتہارات: 042-36367569 0322-8055932 جملہ اشتہارات نیک نیتی کے جذبہ کے تحت شائع کیے جاتے ہیں نتائج و عواقب ادارہ کی ذمہ داری نہیں

پاکستان میں بذریعہ اندرون ملک رجسٹری ڈاک: سالانہ چندہ (8100) روپے، ششماہی چندہ (4050) روپے

قیمت 70 روپے فی کاپی

بیرون ملک

تھائی لینڈ، ویت نام، جنوبی افریقہ، کینیا، مراکش، ایتھوپیا، ماریشس، زیمبیا، نائجیریا، یوگنڈا، بوریو، تنزانیہ، ملائشیا، فلپائن، لیبیا، ہانگ کانگ، سومالیہ، الجیریا، مصر، بھوٹان، سکم، نیپال، انڈیا، یمن، دوبئی، ابوظہبی، شارجہ، قطر، بحرین، سعودی عربیہ، ترکی، قبرص، اردن، بنگلہ دیش، قازقستان، ترکمانستان، افغانستان، شام، عراق، مالدیپ، جنوبی کوریا، شمالی کوریا، ایران، چین، تائیوان، سنگاپور، ہالینڈ اور تمام یورپی ممالک:۔ سالانہ چندہ (35880) ڈالر (345) ششماہی (19940) ڈالر (173) ریاست ہائے متحدہ امریکہ، کینڈا، آسٹریلیا، برونائی، انڈونیشیا، برازیل، آئس لینڈ، ویسٹ انڈیز سالانہ چندہ (41080) روپے، ڈالر (345) سالانہ (41080) ڈالر (395) ششماہی چندہ (20540) روپے (197) ڈالر

فیملی میگزین کے حصول کیلئے درج ذیل نمبر پر رابطہ کریں۔ سرکولیشن منیجر گروپ، فیملی میگزین پوسٹ بکس نمبر 2059 فون نمبر 042-36367573 ای میل: nw.circulation@gmail.com

رمیزہ نظامی پرنٹر پبلشر نے ندائے ملت پریس لاہور اور نیکو پریس کراچی سے چھپوا کر دفتر ہفت روزہ "فیملی میگزین" 4 شارع فاطمہ جناح لاہور سے شائع کیا۔

ایڈیٹر کے نام

ڈرگ ایکٹ پر عملدرامد کی ضرورت

حکومتیں چوتھائی صدی سے ادویات کی ترسیل محفوظ طریقے سے ڈاکٹری نسخہ کے مطابق ماہر علم الادویہ فارماسسٹ کی نگرانی اور مشورہ کے مطابق کرنے کیلئے کوشاں ہیں۔ سیکرٹری ہیلتھ کے دفتر سے اس امر کا نوٹیفکیشن اگست میں جاری ہو چکا ہے لیکن طاقتور اوران پڑھ مالکان سٹور آج بھی سٹورز پر بڑے اطمینان اور دھڑلے سے ادویات بغیر فارماسسٹ کی نگرانی کے فروخت کر رہے ہیں۔ صرف فارمیسی سٹورز قانون پر عمل کر رہے ہیں۔ پاکستان میں ڈرگ ایکٹ 1976ء لاگو ہے۔ ڈرگ ایکٹ 1998ء کے نام سے اچھا قانون منظور ہوا لیکن اس وقت کے وزیر صحت جاوید ہاشمی نے میڈیکل سٹور مالکان سے ''مذاکرات'' کر کے اسے نافذ نہ کیا۔ پھر ڈرگ ایکٹ 2007ء منظور ہوا لیکن حکام نے اس کے نفاذ کیلئے ''مذاکرات'' کے بعد تین سال کیلئے معطل کر دیا۔ معطلی کی مدت ختم ہوئی تو گورنر سلمان تاثیر نے ''مذاکرات'' کر کے معطلی کی مدت 10 سال کر دی۔ ڈرگ ایکٹ 2017ء اسمبلی سے منظور ہوا یہ بڑا سخت قانون تھا لیکن اس وقت کے وزیر قانون رانا ثناء اللہ نے ''مذاکرات'' کیے اور اس قانون کی ہر شق معطل کر دی جو آج تک معطل ہے۔ حکومت جب بھی اصلاح کی کوشش کرتی ہے میڈیکل سٹور والے الرٹ ہو جاتے ہیں۔ یہ لوگ برانڈ کی قیمت پر اکثر و بیشتر جینرک دوا بیچتے اور سینکڑوں فیصد منافع کماتے ہیں اور اس منافع پر کوئی ٹیکس نہیں دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے ہسپتالوں کے گرد و نواح میں سینکڑوں سٹور ہوتے ہیں حالانکہ ضرورت دو چار کی ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے ان پڑھ مالکان، سٹور پر فارماسسٹ نہیں رکھتے صرف ڈسپنسر کی سند عارضی طور پر کرائے پر حاصل کر کے لائسنس بنوا لیتے ہیں اور اس کے بعد خود ہی عام دکاندار کی طرح کی تجارت کرتے ہیں اور ڈرگ انسپکٹر صاحبان نہ صرف اس عمل کی حمایت کرتے ہیں بلکہ ترغیب بھی دیتے ہیں۔ حالانکہ ادویات شفاء کے ساتھ ساتھ بہت خطرناک ضمنی اثرات کی حامل ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر صاحبان جن کا اصل کام مریض کی تشخیص کر کے نسخہ تجویز کرنا ہے وہ بھی دواؤں کی ترسیل کرتے ہیں حالانکہ یہ فارماسسٹ کا کام ہے۔ آج کل پھر حکومت ادویہ کی ترسیل کو بہتر کرنے کیلئے ادویہ کے کسٹوڈین اور سٹیک ہولڈرز تربیت یافتہ فارماسسٹ کی نگرانی میں دے چکی ہے لیکن ڈر ہے بااثر ڈرگ مافیا پھر ''مذاکرات'' کر کے اثر انداز نہ ہو جائے۔ متعلقہ حکام کو اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

(ڈاکٹر ظفر اقبال، خانپور، رحیم یار خان)

بادشاہ مزاج ٹریفک وارڈنز

لاہور ایک بڑا شہر ہے اور یہاں سڑکوں پر ٹریفک کا بہاؤ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ تعلیمی اداروں اور دفاتر وغیرہ کے کھلنے اور چھٹی کے اوقات میں ٹریفک کا بہاؤ اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ ٹریفک کے اس بہاؤ کو ٹھیک سے چلانے کے لیے شہر کی مختلف سڑکوں پر ٹریفک وارڈنز کی ڈیوٹی تو لگی ہوتی ہے لیکن ان میں سے شاید ہی کوئی ٹریفک وارڈن سڑک پر اپنی ڈیوٹی کرتا نظر آتا ہے۔ یہ اکثر دیکھنے میں آتا ہے جہاں دو یا تین ٹریفک وارڈنز کی ڈیوٹی لگی ہوتی ہے وہ آپس میں کھڑے گپیں ہانک رہے ہوتے ہیں، ٹریفک کیسے چل رہی ہے اس سے انہیں کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ ایسا بھی بار ہا دیکھا گیا ہے کہ

ٹریفک سگنل بند ہونے پر لوگ گزرتے جا رہے ہیں اور دوسروں کے لیے پریشانی کا باعث بنتے ہیں لیکن ڈیوٹی پر موجود ٹریفک وارڈنز کو اس بات کی کوئی پروا نہیں۔ کوئی حادثہ ہو جائے تو وارڈن اپنی جگہ سے ہلنے کی زحمت کر لیتے ہیں۔ اسی طرح میں نے کئی بار ایمبولینسز کو بھی کسی اشارے پر رش میں پھنسے ہوئے بے بسی کے عالم میں ہارن بجاتے دیکھا ہے۔ حد یہ ہے کہ ایک بار فائر بریگیڈ کی گاڑی کو بھی ایسے ہی رش میں پھنسے ہوئے دیکھ چکی ہوں۔ وہ گاڑی مسلسل سائرن بجا رہی تھی لیکن چوک میں موجود دو ٹریفک وارڈنز پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ میں لاہور ٹریفک پولیس کے چیف سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کیا ٹریفک وارڈنز کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ سڑک پر کھڑے ہو کر تب تک موبائل استعمال کرتے یا گپیں ہانکتے رہیں جب تک کہ ان کے سامنے کوئی حادثہ نہیں ہو جاتا؟

(حدیقہ، لاہور)

لاہور میں گداگر مافیا کیخلاف کارروائی

صد شکر ہے کہ لاہور میں ٹریفک سگنلز پر پیشہ ور بھکاریوں کے خلاف لاہور پولیس نے کارروائی کا آغاز کر دیا ہے۔ لاہور میں پیشہ ور بھکاریوں نے عوام الناس کی زندگی اجیرن کر کے رکھ دی ہے۔ جونہی ٹریفک سگنل بند ہوا یکدم بھکاریوں کا جھرمٹ گاڑیوں، موٹر سائیکل سواروں کی طرف لپک پڑتا ہے نوجوان نسل نشے کی لت میں اپنی زندگیاں برباد کر رہی ہے۔ اس ضمن میں ڈی آئی جی آپریشنز لاہور سے درخواست کروں گا کہ لاہور پولیس جوئے، منشیات، بھکاریوں کے بیگار کمپنیوں، غیر اخلاقی سرگرمیوں میں ملوث گیسٹ ہاؤسز کو مستقل سیل کر دے اور ڈی آئی جی آفس میں ایک sp کی نگرانی

میں دفتر قائم کر دیا جائے جو صرف جوئے، منشیات، بھکاریوں، ڈرگ مافیاز کے خلاف کام کرے۔ ہمیں امید ہے ڈی آئی جی آپریشنز لاہور عوام کی فلاح و بہبود پر امن زندگی گزارنے کے حصول کیلئے ضرور یہ اقدام اٹھائیں گے۔ ہے جو مستحق افراد کا حق مارتے ہیں لاہور پولیس کا اب اصل کام یہ بھی ہے کہ ان بھکاریوں کو صبح، دوپہر، رات کے وقت چوکوں پر چھوڑ کر پک اینڈ ڈراپ کی سہولت دینے والے سہولت کاروں کو بھی گرفتار کر کے ان کو قرار واقعی سزا دلائے۔ لاہور کی سڑکوں پر سر عام ڈرگ مافیا نشے کے ٹیکے فراہم کر رہا

(چودھری فرحان شوکت ہنجرا، لاہور)

چائلڈ لیبر کا خاتمہ

اس وقت پاکستان میں بچوں سے جبری مشقت ڈھیلے ڈھالے قوانین کی وجہ عام ہے۔ چند ہزار جرمانہ، چند ماہ قید جیسی سزاؤں کی وجہ سے لوگ بے خوف ہو کر کم عمر بچوں اور بچیوں کو گھروں، ہوٹلز، گیراجز اور فیکٹریز میں ملازم رکھتے ہیں۔ ان کو چند ہزار روپے تنخواہ اور روکھی سوکھی، بچی کھچی

روٹی دیکر یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ ان غریبوں پر بڑا احسان کر رہے ہیں۔ ان سے ان کی عمر اور طاقت سے زیادہ سخت محنت کرائی جاتی ہے۔ ذرا ذرا سی غلطی پر انہیں شدید اذیتناک سزائیں دی جاتی ہیں جن میں لوہے کے راڈ سے مارنا، استری سے جلانا، شدید زدوکوب کرنا، ان کی ہڈیاں توڑنا، سر کے بال منڈوانا اور سب سے شرمناک بات یہ ہے کہ انہیں زیادتی کا نشانہ بھی بنایا جاتا ہے۔ کئی وارداتوں میں ان معصوم بچوں کو زیادتی کے بعد قتل بھی کیا جاتا ہے۔ چند دن میڈیا پر شور اٹھتا ہے اور پھر خاموشی۔ آج تک کسی ظالم درندے کو سزا نہیں ملی۔ عدالتیں اب اس قسم کے واقعات اور مظالم کا سخت نوٹس لیتے ہوئے چائلڈ لیبر پر قانون کی خلاف ورزیاں کرنے والوں کو کم از کم 2 سال قید اور 2 لاکھ جرمانہ کرے۔ انہیں صلح کی صورت میں بھی معاف نہ کیا جائے۔ قتل و زیادتی پر لازماً سزائے موت دی جائے۔

(آویزہ بٹ، لاہور)

ٹیکس چوری کی عادی قوم

ہم عجیب ذہنیت کے لوگ ہیں۔ جو موت کی پرچی بھیج کر گن پوائنٹ پر بھتہ مانگے' تو لاکھوں کا بھتہ ہم بلا چوں چرا شام سے پہلے پہلے دست بستہ اور فرشی سلام بجا لاتے ہوئے اس کے گھر پہنچا آتے ہیں۔ ریاست ٹیکس اگر مانگے تو ہمیں سانپ سونگھ جاتا ہے۔ ریاست اگر سختی کرنے لگے تو کسی نہ کسی تنظیم اور یونین کی آڑ لیکر ہڑتال اور دھرنے کی دھمکیوں پر اتر آتے ہیں۔ ایم کیو ایم کے دور میں لندن بیٹھے اس شخص کو سندھ کے شہروں سے اتنا بھتہ گیا کہ اگر یہ پیسہ ریاست کو مل جاتا تو اس کے سارے قرضے اتر

جاتے۔ اس دور میں تو کسی کو ہڑتال اور دھرنے وغیرہ کی ہمت نہ ہوئی۔ پس ثابت ہوا کہ ہم فقط ڈنڈے کے یار ہیں۔ ریاست کے نہیں۔ وہی ڈان آج بھی اگر FBR کا چیئرمین لگا دیا جائے تو ہر سال کھربوں کا ریونیو اکٹھا ہونا شروع ہو جائے گا اور کسی منہ سے چوں بھی نہ نکلنے پائے گی۔ ہم چونکہ بھتہ پرچی کے عادی ہیں' ٹیکس نوٹس کے نہیں۔

(محسن امین تارڑ، گجرانوالہ)

انسانی ذہن کے سربستہ راز

ذہن غیر مادی ہے۔ پیہم رواں دواں ہے۔ ذہن ایک یونٹ ہے ان چیزوں کو دیکھا نہیں جا سکتا کیونکہ غیر مادی اشیاء نہ ہی شکل رکھتی ہیں نہ ہی مادہ۔ جب ہم سو جاتے ہی انسانی ذہن اس وقت بھی کام کرتا رہتا ہے جن مسائل کا حل ہم جاگتے ہوئے نہیں سوچ سکتے انسانی ذہن کا وہ حصہ جو لاشعور کہلاتا ہے اس کا حل پیش کر دیتا ہے۔ ذہن کو تین حصوں شعور، لاشعور، تحت الشعور میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جس شخص نے سلائی مشین ایجاد کی اس کی مشین میں ایک خرابی تھی جس کی وجہ سے وہ دھاگہ توڑ دیتی تھی اس نے اس کا کافی حل تلاش کیا مگر سمجھ نہ آیا۔ ایک رات وہ سو رہا تھا اُس نے دیکھا خواب میں وہ قبائلی علاقہ میں جا رہا ہے وہاں کے حبشیوں نے اُسے اجنبی خیال کر کے مارنا چاہتے ہیں جو تیر انہوں نے اٹھائے ہوئے ہیں غور سے دیکھا تو ان کے نچلے

نوکیلے حصے میں سوراخ ہیں اُسے ایسے مسئلے کا حل مل گیا پہلے سلائی مشین کے سوئی کے اوپر والے موٹے حصہ میں سوراخ کیا جاتا تھا اب اُسے سوئی نے نیچے باریک حصہ میں اسی طرح سوراخ کر دیا جس طرح اس نے خواب میں دیکھا تھا تو سلائی مشین ٹھیک کام کرنے لگ گئی۔ اس طرح ہم اپنے مسائل کا حل جو دن کی روشنی میں نہیں پا سکتے لاشعور ہمیں اس کا حل عطا کر دیتا ہے۔ اس طرح لاشعور ہمیں ہمارے مسائل کا حل بتاتا ہے۔

(ظہیر انجم تبسم، خوشاب)

پانی کو ترستا پاکستان

پانی زندگی ہے لیکن بدقسمتی سے پاکستان میں پانی کی قلت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ چاہے وہ انسانی استعمال کیلئے ہو یا صنعتوں کے استعمال کیلئے یا کہ زراعت کیلئے۔ پانی جو کہ کبھی کثرت سے موجود تھا لیکن اب ماحولیاتی تبدیلیوں اور بڑھتی ہوئی آبادی کی وجہ سے اس میں کمی واقع ہو رہی ہے۔ گلوبل وارمنگ کی وجہ سے گلیشئر پگھلتے ہیں اور دریاؤں پر ڈیمز کے نہ ہونے کی صورت میں وہ پانی سمندر میں بہہ جاتا ہے۔ نیز فیکٹریوں سے نکلنے والا آلودہ پانی فصلوں کی کاشت میں استعمال کیا جاتا ہے اور آلودہ اور نقصان دہ پانی سے زمین بنجر ہونے لگی ہیں اس کے ساتھ ساتھ کاشت شدہ فصلوں کے استعمال سے انسانی صحت پر بھی نقصانات ہیں اور آلودہ پانی بیماریوں کا باعث بنتا ہے۔ ریاست پاکستان کا شہری ہونے کے ناطے ہمارا فرض ہے پانی کا زیاں روکا جائے اور ہم پانی جیسی نعمت کی قدر اور کفایت شعاری سے استعمال میں لائیں۔ حکومت کو چاہیے کہ ڈیم بنائے۔ ان ڈیموں سے بجلی بھی تیار کی جا سکتی ہے۔ لہٰذا ڈیمز کی تعمیر پر توجہ مرکوز کرے جس سے وافر پانی محفوظ کیا جا سکے۔

(جواد احمد، کراچی)

قارئین توجہ فرمائیں!

- کاغذ کے ایک جانب کھلا کھلا اور خوش خط لکھیے۔
- تحریروں کی فوٹو کاپی کی بجائے اصل تحریر ارسال کیجئے۔
- مندرجہ بالا ضوابط کی خلاف ورزی پر تحریر شائع نہیں کی جائیں گی۔ (ادارہ)

تجزیہ

خالد بیگ

kbaig56@yahoo.com

(دوسری قسط)

ہریانہ اور پنجاب کا بارڈر ''وارزون'' کا منظر پیش کرنے لگا

مقبوضہ کشمیر کے بعد سکھ کسانوں کے خلاف پیلٹ گنز کا استعمال

کسان مارچ بڑے پیمانے پر کسان احتجاج میں بدل سکتا ہے

ہریانہ میں کسان ریلی کے شرکاء پر ہریانہ کی پولیس، پیرا ملٹری فورسز اور سول کپڑوں میں ملبوس نامعلوم افراد کی طرف سے پیلٹ گن سے فائرنگ اور بہیمانہ لاٹھی چارج کے نتیجے میں سکھ نوجوان شبھ کرن سنگھ (Shubhkaran Singh) کی ہلاکت کے بعد پنجاب و ہریانہ کے علاوہ بھارت کی دیگر مشرقی ریاستوں میں پھیلنے والے اشتعال کو مدنظر رکھتے ہوئے بھارت سرکار نے سکیورٹی کے نام پر نیم فوجی دستوں پر مشتمل بھاری نفری ہریانہ پہنچادی ہے۔ یہ سب ہریانہ کے تعلیمی اداروں میں پڑاؤ کیے ہوئے ہیں۔ ہریانہ میں حکومت کی پوری کوشش ہے کہ وہ کسان مارچ کو دہلی میں داخل ہونے سے روکے جبکہ کسان ریلی کے شرکاء بضد ہیں کہ وہ ہر قیمت پر دہلی جائیں گے، اس کے لیے مختلف مقامات سے 18 ریلیاں دہلی میں داخل ہونے کے لیے تیار ہیں۔ کسانوں کی قیادت کرنے والے لیڈروں ''بھارتیہ کسان یونین'' BKU کے صدر جوگندر سنگھ نین، Haryana Sanyukt Kisan morcha (HSKM) کے لیڈر اندرجیت سنگھ، رتن مان، سکھ دیو جموں، ستیاوان اور آزاد پالوا نے دوٹوک الفاظ میں یکم مارچ 2024ء کو بیان دیا کہ کسان ہریانہ پولیس اور نریندر مودی سرکار کی فورس سے ڈرنے والے نہیں اور نہ ہی اپنے مقصد سے پیچھے ہٹنے والے ہیں۔ انہوں نے اعلان کیا کہ کسانوں کی مختلف ریلیاں مختلف سمتوں سے دہلی میں داخل ہو کر 14 مارچ 2024ء کو دہلی کے معروف رام لیلا گراؤنڈ میں مہا پنچایت میں شریک ہوں گی اور اس جلسے میں کسان اپنے آئندہ کے لائحہ عمل کا اعلان کریں گے۔

دوسری طرف ہریانہ میں وہاں کے عوام سکیورٹی کے نام پر ہر جگہ ناکوں اور پیرا ملٹری فورسز کے مسلح جوانوں کی موجودگی کے خلاف سراپا احتجاج ہیں۔ سکولوں اور کالجز کے گراؤنڈز پر نیم فوجی دستوں کا قبضہ ہے تو ساتھ ہی وہاں تعلیمی سرگرمیاں بھی جاری ہیں۔ طالب علم خوف کی حالت میں تعلیمی سرگرمیاں جاری رکھنے پر مجبور ہیں۔ ہریانہ اور پنجاب کی سرحد پر کسان مختلف راستوں پر دھرنا دیے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے لیڈروں کی طرف سے اجازت کے منتظر ہیں کہ وہ کب دہلی کی طرف مارچ کرنے کو کہتے ہیں۔ ان کے سامنے پولیس اور پیرا ملٹری فورس کسانوں پر ٹوٹ پڑنے کو تیار ہیں۔ اس صورتحال کا ذکر کرتے ہوئے بھارت کے ایک اخبار نے سرخی جمائی ہے کہ ہریانہ اور پنجاب کا بارڈر War-Zone کا منظر پیش کر رہا ہے۔ سکیورٹی ادارے ہر صورت میں کسانوں کو دہلی کی طرف مارچ سے روکنا چاہتے ہیں اور کسان اپنی جانوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ہر قیمت پر دہلی میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔

اس دوران کسانوں اور مودی سرکار کے درمیان مذاکرات بھی جاری ہیں لیکن کسان نریندر مودی سرکار کے ساتھ کسی حتمی معاہدے تک پہنچنے سے پہلے بھارت کے یونین منسٹر، بی جے پی کے روح رواں اور نریندر مودی کے اتالیق و دیرینہ ساتھی امیت شاہ سمیت ہریانہ کے وزیراعلیٰ منوہر لال کھٹر اور ہریانہ کے وزیرداخلہ انیل وج کے استعفیٰ کا مطالبہ کر رہے ہیں اور اس کے بغیر دہلی مارچ کو مؤخر کرنے کیلئے مذاکرات پر تیار نہیں۔

اس پوری صورت حال نے اس وقت ایک نیا موڑ لیا جب کسان ریلی کے لیڈروں اندرجیت سنگھ اور جوگندر سنگھ نین نے 22 فروری 2024ء کو مقبوضہ جموں و کشمیر کے سابق گورنر ستیا پال ملک کے گھر اور بھارت کی مختلف ریاستوں پنجاب، ہریانہ، اترپردیش، بہار، راجستھان اور دہلی میں سنٹرل بیورو آف انویسٹی گیشن CBI کے چھاپوں کی مذمت کرتے ہوئے اسے نریندر مودی اور امیت شاہ کی طرف سے انتقامی کارروائی قرار دے دیا۔

کسان لیڈروں کا کہنا تھا کہ نریندر مودی اور امیت شاہ آنے والے انتخابات سے قبل سابق گورنر ستیا پال ملک سے بیان دلوانا چاہتے ہیں کہ اس کی طرف سے 2019ء میں مقبوضہ کشمیر کے ضلع پلوامہ میں بھارتی فوج کے قافلے پر کیے گئے دہشت گرد حملے سے متعلق بیان جھوٹ اور غلط فہمی پر مبنی تھا۔ یاد رہے کہ مقبوضہ کشمیر کے سابق گورنر ستیا پال ملک بھارت کے مختلف ٹیلی ویژن چینلوں کے علاوہ عالمی میڈیا کے سامنے متعدد بار اس امر کا انکشاف کر چکے ہیں کہ پلوامہ میں بھارتی فوجی قافلے پر کیے گئے حملے میں بھارت سرکار خود ہی ملوث تھی، نریندر مودی اور امیت شاہ نے 2019ء کے انتخابات میں جیت کے لیے اپنی فوج کے جوانوں کو دہشت گردی کا نشانہ بنایا تھا تاکہ پاکستان کو اس میں ملوث قرار دے کر اس کی آڑ میں کشمیریوں اور بھارت کے مسلمانوں پر کریک ڈاؤن کر کے بھارت کے طول و عرض سے ہندو ووٹروں کی ہمدردیاں سمیٹی جائیں اور 26 فروری 2019ء کو انڈین ایئرفورس کے طیاروں کا لائن آف کنٹرول کی خلاف ورزی کرتے ہوئے آزاد کشمیر میں بالاکوٹ کے مقام پر دہشت گردوں کے تربیتی مراکز تباہ کرنے کا ڈرامہ بھی نریندر مودی اور امیت شاہ کا ہی ایجنڈا تھا جس کے لیے انڈین آرمی اور انڈین ایئرفورس کو بی جے پی کی سیاسی کامیابی کے لیے استعمال کیا گیا۔

ستیا پال ملک کے گھر پر چھاپہ کے بارے میں نریندر مودی سرکار کا مؤقف ہے کہ اپنی گورنری کے دور میں ستیا پال ملک Kiru Hyydropower project میں 2,200 کروڑ روپے خورد برد کرنے کا مرتکب ہوا ہے جس کی تفتیش جاری ہے اور کرپشن کے اتنے بڑے اسکینڈل کی تفتیش کو حتمی شکل دینے کے لیے مقبوضہ کشمیر میں ستیا پال ملک اور بھارت کی مختلف ریاستوں میں پاور پروجیکٹ پر کام کرنے والے افسران، انجینئروں اور پروجیکٹ سے متعلقہ افراد کے گھروں میں چھاپے مارے جا رہے ہیں۔ یہ بھارت سرکار کا مؤقف ہے۔ اس کے برعکس ستیا پال ملک کا کہنا ہے کہ وہ کسان کا بیٹا ہے اور کسانوں کے حقوق کے لیے لڑنا اس کا فرض ہے، وہ کسان مارچ کی حمایت جاری رکھے گا۔ بھارتی کسان جس انداز میں ہریانہ میں دھرنا دے کر بیٹھے ہیں اور 14 مارچ کو ہر قیمت پر دہلی میں بڑے پیمانے پر جلسے کا ارادہ ظاہر کر چکے ہیں، ان کی تیاریوں سے لگتا ہے کہ وہ 2021ء کی طرح نریندر مودی کی طرف سے کیے گئے معاہدے اور بعدازاں اس معاہدے سے انحراف کا بدلہ لینے کی ٹھان چکے ہیں۔

بھارت کے انتخابات چند روز کی دوری پر ہیں اس تحریر کی اشاعت تک 14 مارچ کا دن گزر چکا ہوگا۔ نریندر مودی سرکار نے کسانوں کے خلاف 2021ء کی طرح دہلی میں تشدد کا راستہ اختیار کیا تو کسان مارچ بڑے پیمانے پر کسان احتجاج میں بدل سکتا ہے۔ بھارتی کسان بھارت سرکار سے چند شرائط منوانا چاہتے ہیں۔ ان کا مطالبہ ہے کہ کارخانوں اور صنعتوں میں کام کرنے والے مزدوروں کی طرح زراعت کے پیشہ سے وابستہ افراد کو بھی وہی حقوق دیے جائیں جو صنعتی ورکروں کو حاصل ہیں۔ صنعتی مزدور کی طرح کسان کی روزانہ کی مزدوری 700 روپے طے کی جائے اور حق دیا جائے کہ فیکٹری ورکر کی طرح کسان بھی سال میں صرف 200 یوم کام کرے گا۔ 60 برس کے بعد ہر کسان کے لیے 10 ہزار روپے پنشن کی ادائیگی کی یقین دہانی کرائی جائے اور اسے قانون کی شکل دی جائے۔ کسانوں کے حوالے سے تمام قوانین کسان تنظیموں کی مشاورت سے تیار کیے جائیں۔ حالیہ احتجاج کے دوران پولیس تشدد سے مارے جانے والے 5 کسانوں کے ورثا کو معاوضہ ادا کیا جائے، قاتل پولیس والوں کے خلاف مقدمات درج کیے جائیں اور گرفتار کیے گئے سینکڑوں کسانوں کو رہا کرتے ہوئے ان کے خلاف درج مقدمات کا خاتمہ کیا جائے۔ مختلف سرکاری پروجیکٹس کے لیے قبضہ میں لی گئی کسانوں کی زمینوں کی قیمتوں کا تعین مارکیٹ ریٹ کے مطابق طے کرنے کے بعد معاوضے کی فوری ادائیگی کو یقینی بنایا جائے۔ کسانوں پر لاگو کی گئی World Trade Organization کی شرائط اور اس حوالے سے WTO سے کیے گئے معاہدے کا خاتمہ کیا جائے۔ کسانوں کو بجلی کی قیمتوں میں اضافے سے باہر رکھا جائے۔ 2020ء سے 2021ء تک کسانوں کے احتجاج میں دہلی پولیس کے حملوں میں مارے گئے کسانوں کو معاوضہ دینے کے علاوہ متاثرہ خاندانوں کے کسی ایک فرد کو سرکاری ملازمت دی جائے۔ بھارت سرکار ان میں سے کچھ شرائط کو صرف پانچ برس تک ماننے کے لیے تیار ہے لیکن کسان اس کے لیے تیار نہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ 13 فروری 2024ء سے شروع ہونے والے احتجاج کو مودی سرکار ریاستی قوت سے کچلنے کی کوشش کرتی ہے یا ماضی کی طرح کسانوں کو دھوکے میں رکھ کر مزید وقت حاصل کرتی ہے۔

(ختم شد)

کسانوں کی ریلیاں مختلف سمتوں سے دہلی میں داخل ہو کر 14 مارچ کو رام لیلا گراؤنڈ میں مہا پنچایت میں شریک ہوں گی

بھارت سرکار کچھ شرائط کو صرف پانچ برس تک ماننے کے لیے تیار لیکن کسان اس کے لیے تیار نہیں

ہریانہ میں عوام سکیورٹی کے نام پر جگہ جگہ ناکوں اور پیرا ملٹری فورسز کے مسلح جوانوں کی موجودگی کے خلاف سراپا احتجاج ہیں، سکولوں اور کالجز کی گراؤنڈز پر بھی نیم فوجی دستوں کا قبضہ ہے

کسانوں اور مودی سرکار کے درمیان مذاکرات بھی جاری ہیں لیکن کسان کسی حتمی معاہدے تک پہنچنے سے پہلے امیت شاہ سمیت ہریانہ کے وزیراعلیٰ اور وزیرداخلہ کے استعفیٰ کا مطالبہ کر رہے ہیں

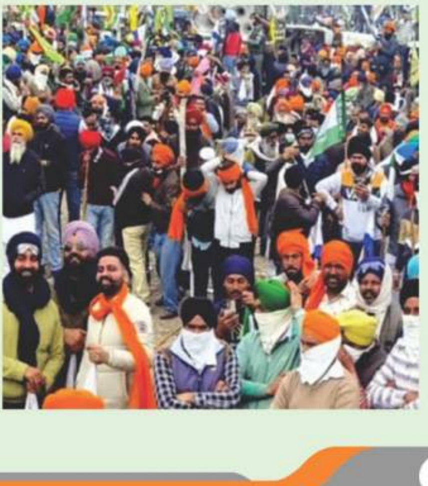

پنجاب و ہریانہ کے علاوہ دیگر مشرقی ریاستوں میں پھیلنے والے اشتعال کو مدنظر رکھتے ہوئے بھارت سرکار نے نیم فوجی دستوں پر مشتمل بھاری نفری ہریانہ پہنچادی

سکیورٹی ادارے ہر صورت میں کسانوں کو دہلی کی طرف مارچ سے روکنا اور کسان جانوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ہر قیمت پر دہلی میں داخل ہونا چاہتے ہیں

(جاری ہے)

کامران امجد خان

kamranamjadkhan@gmail.com

صلح جُو اور سویلین بالا دستی کے قائل

آصف علی زرداری پاکستان کے 14ویں صدر

دوسری بار منتخب ہونے والی پہلی سول شخصیت!

پاکستان میں انتخابی عمل کے نتیجے میں نئی حکومت کے قیام کے فوری بعد منصب صدارت پر بھی تبدیلی آچکی ہے' پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمنٹیرینز کے صدر آصف علی زرداری بھاری اکثریت سے صدر پاکستان منتخب ہوگئے اور وہ دوسری بار صدر بننے والی پہلی سول شخصیت بھی بن گئے ہیں۔ملک کے ایوان زیریں (قومی اسمبلی)، ایوان بالا (سینیٹ) اور چاروں صوبائی اسمبلیوں میں صدارتی انتخاب کیلئے ووٹنگ ہوئی اور ارکان نے صبح سے 4 بجے تک اپنا حق رائے دہی استعمال کیا۔صدارتی انتخاب میں حکومتی اتحاد کی جانب سے آصف زرداری اور اپوزیشن کے محمود خان اچکزئی مدمقابل تھے۔پارلیمنٹ

آصف زرداری اس سے قبل 2008 سے 2013 تک صدارتی منصب پر فائز رہ چکے ہیں

میں ارکان قومی اسمبلی اور سینیٹرز نے اپنا ووٹ کاسٹ کیا اور ہر رکن کا ایک ووٹ شمار کیا گیا۔

حکمران اتحاد کے امیدوار آصف علی زرداری بھاری اکثریت سے صدر منتخب ہوگئے، انہوں نے پارلیمنٹ سے255 ووٹ لیے جبکہ سنی اتحاد کونسل کے محمود خان اچکزئی 119 ووٹ حاصل کرسکے۔پارلیمنٹ میں ڈالے گئے ووٹوں میں سے ایک ووٹ مسترد ہوا۔یوں مجموعی طور پر قومی اسمبلی ،سینیٹ اور چاروں صوبائی اسمبلیوں سے آصف زرداری 410.777 الیکورل ووٹ لیکر صدر پاکستان منتخب ہوئے جبکہ محمود خان اچکزئی180.34 الیکورل ووٹ حاصل کرسکے۔

آصف علی زرداری دوسری بار صدر منتخب ہوئے اور وہ پاکستان کے 14ویں صدر ہوں گے۔ آصف زرداری2008 سے2013 تک صدارتی منصب پر فائز رہ چکے ہیں۔

بلوچستان اسمبلی کے62 میں سے47 ارکان نے صدارتی انتخاب کیلئے ووٹ کاسٹ کیے جبکہ جمعیت علمائے اسلام کے 12 ارکان، بلوچستان نیشنل پارٹی (عوامی)، جماعت اسلامی، حق دوتحریک کے ایک ایک رکن نے انتخابی عمل کا بائیکاٹ کیا۔پریذائیڈنگ افسر جسٹس نعیم اختر افغان نے نتائج کا اعلان کیا اور کہا کہ بلوچستان اسمبلی سے آصف زرداری ن47 ووٹ حاصل کیے جبکہ محمود خان اچکزئی نے کوئی ووٹ حاصل نہیں کیا۔واضح رہے کہ بلوچستان اسمبلی کے ہر رکن کا ایک ووٹ شمار کیا گیا۔

صدارتی انتخاب کیلئے پنجاب اسمبلی میں352 ووٹ کاسٹ ہوئے جن میں سے 6 مسترد ہوئے۔پنجاب اسمبلی میں آصف زرداری کو246 ووٹ اور محمود خان اچکزئی کو100 ووٹ ملے۔پنجاب اسمبلی میں آصف زرداری کو157.43 الیکورل ووٹ جبکہ مدمقابل اپوزیشن امیدوار محمود خان اچکزئی کو17.54 الیکورل ووٹ ملے۔بلوچستان کے 65 ارکان کو پنجاب کے371 کے ایوان پر تقسیم کیا جائے تو پنجاب اسمبلی کے5.7 ارکان کا ایک صدارتی ووٹ تصور ہوگا۔

سندھ اسمبلی میں160 ارکان نے ووٹ کاسٹ کیا جس میں سے سابق صدر آصف زرداری کو151 ووٹ ملے جبکہ مدمقابل محمود خان اچکزئی9 ووٹ حاصل کرسکے۔سندھ اسمبلی میں آصف زرداری کو58 الیکورل ووٹ اور مدمقابل محمود خان اچکزئی کو 3 الیکورل ووٹ ملے۔168 کے سندھ اسمبلی کے ایوان میں2.6 ارکان کا ایک ووٹ تصور ہوگا۔

خیبر پختونخوا اسمبلی میں صدارتی انتخاب کے بعد ووٹوں کی گنتی کا عمل مکمل ہوگیا۔جے یو آئی کے9 اراکین اسمبلی نے صدارتی انتخاب میں حصہ نہیں لیا۔کے پی اسمبلی کے118 میں سے109 ارکان اسمبلی نے ووٹ کاسٹ کیے، ایک ووٹ مسترد ہوا۔اپوزیشن کے امیدوار محمود خان اچکزئی کو91 ووٹ ملے جبکہ مدمقابل امیدوار آصف زرداری کو17 ووٹ ملے۔خیبر پختونخوا اسمبلی میں محمود اچکزئی کو40 اعشاریہ80 الیکورل ووٹ ملے جبکہ آصف علی زرداری کو 7 اعشاریہ 62 الیکورل ووٹ ملے۔خیبر پختونخوا اسمبلی کے145 کے ایوان میں2.2 ارکان کا ایک ووٹ تصور ہوگا۔

حلف برداری کی تقریب ایوان صدر میں منعقد ہوئی جس میں وزیراعظم شہباز شریف، سابق صدر عارف علوی، قائد ن لیگ نواز شریف، اسپیکر قومی اسمبلی ایاز صادق، بلاول بھٹو، بختاور بھٹو، آصفہ بھٹو زرداری شریک ہوئے۔اس کے علاوہ چیئرمین جوائنٹ چیفس آف اسٹاف کمیٹی جنرل ساحر شمشاد مرزا نے بھی تقریب میں شرکت کی جبکہ صوبائی گورنرز اور غیر ملکی سفارت کار بھی شریک ہوئے۔صدر آصف زرداری کی تقریب حلف برداری میں وزیر اعلیٰ پنجاب مریم نواز شریک نہیں ہوئیں جبکہ وزیر اعلیٰ خیبر پختونخوا علی امین گنڈاپور بھی دعوت کے باوجود تقریب میں شریک نہ ہوئے۔

چیف جسٹس پاکستان قاضی فائز عیسیٰ نے نومنتخب صدر آصف علی زرداری سے حلف لیا۔

اُن کے ناقدین بھی مفاہمت اور امکانات کی سیاست میں اپنے لیے راستہ نکالنے کی صلاحیت کے معترف ہیں

آصف زرداری سیاسی جوڑتوڑ کے ماہر کھلاڑی تصور کیے جاتے ہیں اور اُن کے ناقدین بھی اُن کی مفاہمت اور امکانات کی سیاست میں اپنے لیے راستہ نکالنے کی صلاحیت کے معترف ہیں۔آٹھ فروری کے عام انتخابات میں اپنی پارٹی کی جیتی گئی نشستوں کی اہمیت کی بنیاد پر آصف زرداری مسلم لیگ (ن) سے مذاکرات کے بعد کئی پارلیمانی عہدے حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔پیپلز پارٹی نے ڈپٹی اسپیکر قومی اسمبلی سمیت چیئرمین سینیٹ، خیبر پختونخوا اور پنجاب کی گورنرشپ کے علاوہ صدر پاکستان کا عہدہ حاصل کرنے کے لیے مسلم لیگ ن کو رضامند کیا تھا۔

پاکستان کی تاریخ میں اکثر و بیشتر وفاق میں جس جماعت کی حکومت ہوتی ہے اسی کا صدر بھی منتخب ہوتا رہا ہے۔ماضی میں جب بھی وفاقی حکومت اور صدر پاکستان کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے تو صدر نے اسمبلی توڑ کر حکومت کو گھر بھیجا۔لیکن اس بار صدر کے پاس آرٹیکل 58.2 بی کے اختیارات نہیں ہیں۔اس لیے حکومت گھر تو نہیں بھیجی جاسکتی مگر حکومت اور صدر کے درمیان اختلافات ہو جائیں تو صدر آئینی بحران ضرور پیدا کرسکتا ہے۔

ایسے میں یہ خدشہ سامنے آتا ہے کہ اگر پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے تو پھر کیا ہوگا۔یہی وجہ ہے کہ نومنتخب صدر کے لیے موجودہ حکومتی اتحاد کو اختلافات سے بچا کر چلنا ایک بڑا چیلنج ہے۔

موجودہ سیاسی کشیدگی کو کم کرنا، معاشی حالات بہتر کرنا اور عوام کو ریلیف فراہم کرنا ایسے چیلنجز ہیں جن کے لیے دونوں بڑی جماعتوں کو مل کر کام کرنا ہوگا۔

پاکستان پیپلز پارٹی کے سینئر رہنما اور ایوان صدر کے سابق ترجمان فرحت اللہ بابر کہتے ہیں کہ وفاق میں ایک پارٹی کی حکومت ہے اور صدر پاکستان کا تعلق دوسری پارٹی سے ہے۔اس مرتبہ یہ ایک نیا عنصر ہے مگر موجودہ وزیر اعظم کی حکومت کا انحصار پیپلز پارٹی پر ہے اس لیے پیپلز پارٹی کو سننا ہے۔انہوں نے کہا کہ مسلم لیگ (ن) کو چوتھی بار حکومت کرنے کا موقع ملا ہے اور وہ یہ نہیں چاہے گی کہ وہ ناکام ہو۔

آصف علی زرداری کے لیے بطور صدر تمام سیاسی جماعتوں کو ساتھ لیکر چلنا اور خود کو غیر جانبدار رکھنا اہم چیلنجز ہوں گے۔

پاکستان کھپے کا نعرہ اور مفاہمت کی سیاست

بینظیر بھٹو نے جب18 اکتوبر2007 کو خود ساختہ جلاوطنی ختم کر کے پاکستان واپس آنے کا فیصلہ کیا تو آصف زرداری اپنے بچوں کے ساتھ دبئی میں موجود رہے۔راولپنڈی کے لیاقت باغ میں27 دسمبر2007 کو ہونے والے ایک خودکش حملے میں بینظیر بھٹو کی وفات کے بعد وہ وطن واپس آئے اور اپنی اہلیہ کی تدفین کے بعد زرداری نے اپنے پہلے عوامی خطاب میں 'پاکستان کھپے' کا نعرہ بلند کیا، جو بعد میں اُن کی پاکستان پیپلز پارٹی اور خود آصف زرداری کی سیاست کا نعرہ بن کر سامنے آیا۔

پیپلز پارٹی کی قیادت اپنے پاس رکھنے کے بجائے انھوں نے اسے اپنے نوجوان زیرِ تعلیم بیٹے بلاول بھٹو کے سپرد کر دیا اور اُن کا نام بلاول زرداری سے بدل کر 'بلاول بھٹو زرداری' کے طور پر متعارف کروایا۔یہ ایک بہتر حکمت عملی ثابت ہوئی اور اس طرح انھیں پارٹی میں کسی مخالفت یا مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا جبکہ حقیقت میں پارٹی سنبھال وہ رہے تھے لیکن سربراہی بلاول کے پاس تھی۔

سنہ2008 کے انتخابات میں پیپلز پارٹی نے کامیابی حاصل کی اور وزیر اعظم کے لیے یوسف رضا گیلانی کو امیدوار نامزد کیا گیا حالانکہ اس سے قبل عام رائے یہ تھی کہ یہ منصب سندھ سے تعلق رکھنے والے پی پی پی کے سینئر رہنما مخدوم امین فہیم کو ملے گا۔تاہم یہ پہلی بار تھا کہ پیپلز پارٹی کا وزیر اعظم سندھ سے نہیں بلکہ پنجاب سے تھا۔پیپلز پارٹی کی حکومت کا ابتدا میں مسلم لیگ ن نے بھی ساتھ دیا لیکن یہ اتحاد دیرپا ثابت نہیں ہوا۔جنرل مشرف کی جانب سے معزول کیے گئے چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری اور دیگر ججز کی بحالی کے معاملے پر فریقین میں اختلافات سامنے آئے۔صدر مشرف کا مواخذہ کرنے کے معاملے پر بھی دونوں کا اتفاق تھا تاہم اسی عرصے میں زرداری کا یہ بیان بھی سامنے آیا کہ 'اگر مشرف مستعفی ہو جائیں تو انھیں محفوظ راستہ فراہم کیا جاسکتا ہے۔' بالآخر مشرف مستعفی ہوگئے اور زرداری اس منصب کے لیے خود امیدوار بن گئے۔

الزامات سے 'مردِ حُر' تک

آصف علی زرداری نے انیس سو نوے کی دہائی میں طویل جیل کاٹی اور ان کی اہلیہ بے نظیر بھٹو نے اپنی کتاب "دخترِ مشرق" میں خاوند کے جیل میں قید ایام کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔سابق صدر غلام اسحاق خان نے بینظیر بھٹو کی پہلی حکومت کرپشن کے الزامات پر برطرف کی تو آصف علی زرداری کو گرفتار کر لیا گیا جس کے بعد ان پر کرپشن کے الزامات لگائے گئے۔بینظیر بھٹو کی دوسری حکومت بھی کرپشن اور مرتضیٰ بھٹو قتل کیس کے باعث برطرف کی گئی۔بے نظیر بھٹو کے بھائی مرتضیٰ بھٹو کے قتل کے الزام میں آصف زرداری گرفتار کر لیے گئے۔بینظیر کی دونوں حکومتوں کے دوران آصف زرداری کو پاکستان کے پہلے "مرداوّل" کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔تقریباً14 برس جیل کاٹنے اور جیل میں تشدد برداشت کرنے پر آصف زرداری کو ان کے چاہنے والوں نے "مردِ حُر" کا لقب بھی دیا۔آصف زرداری پر قتل سے لے کر دوسرے بے شمار الزامات لگے اور کئی مقدمات میں وہ عدالتوں سے بری ہوئے اور کئی کیسز اب بھی زیرِ سماعت ہیں۔

وزیراعظم موثر حکمت عملی اپنا کر ملک کو معاشی بحران سے نکالیں گے

سیاسی، سماجی اور تعلیمی شخصیات کا اظہار خیال

محمد ریاض اختر

riazakhtar.nw@gmail.com

3 مارچ 2024ء کی صبح نئی قومی اسمبلی کے غیر معمولی اجلاس میں اراکین نے مسلم لیگ ن کے صدر شہباز شریف کو واضح اکثریت سے قائد ایوان (وزیراعظم) منتخب کیا، انہوں نے اپنے منصب کا حلف اٹھایا۔ صدر ڈاکٹر عارف علوی نے دوسری مرتبہ لیگی قائد سے عہدے کا حلف لیا۔

سیاسی، سماجی، عوامی، تدریسی اور دینی رہنماؤں نے وزیراعظم میاں شہباز شریف کو مبارک باد دیتے ہوئے انہیں درپیش چیلنجز سے نمٹنے کے لیے دعائیں دیں۔ سماجی شخصیات کا خیال ہے کہ حکمران قوم کے لیے آسانیوں کے دروازے کھول کر خود کو عوام دوست ثابت کر سکتے ہیں۔ وزیراعظم کے انتخاب کی بابت گفتگو میں ضلعی سیکرٹری اطلاعات مسلم لیگ ن راولپنڈی حامد حسین عباسی، وائس چانسلر الخیر یونیورسٹی بھمبر آزاد کشمیر امتیاز اقدس گورایا، پنڈدادن خان کے رجب علی، مرکزی صدر نیشنل ایسوسی ایشن آف پرائیویٹ سکولز پاکستان چوہدری محمد عبیداللہ، سابق اسسٹنٹ وائس پریزیڈنٹ نیشنل بنک آف پاکستان محمد صدیق وارثی، چیئرمین ٹیپو سلطان فاؤنڈیشن طارق شہزاد چوہدری، صدر پاک ناروے فرینڈ شپ کونسل راجہ شاہد محمود، سوشل میڈیا ایکٹویسٹ پی ایم ایل این حسن شہزاد، معروف اینکر، تجزیہ نگار سید شہریار احمد ایڈووکیٹ اور سرپرست اعلیٰ قلم کار ایسوسی ایشن پاکستان تصدق اے راجہ نے امید کا اظہار کیا کہ نئی حکومت سیاسی استحکام کے لیے تعمیری قدم آگے بڑھائے گی۔

حامد حسین عباسی مسلم لیگ (ن) کے ضلعی سیکرٹری اطلاعات کہتے ہیں کہ" قوم میاں شہباز شریف کو وزیراعظم منتخب ہونے پر مبارکباد پیش کرتی ہے، میاں محمد شہباز شریف کا دوسری مرتبہ بطور وزیراعظم انتخاب انکی قیادت پر پاکستانی عوام کے بھرپور اعتماد کی عکاسی کرتا ہے وزیراعظم شہباز شریف قوم کی فلاح و بہبود اور ترقی کے لیے اپنا بھرپور کردار ادا کریں گے اور موثر حکمت عملی اپنا کر ملک کو معاشی بحران سے نکالیں گے۔ مسلم لیگ قوم کے خوابوں کی تعبیر اور ان کی امنگوں کی حقیقی ترجمان جماعت ہے۔ مسلم لیگ کی قیادت پاکستان کی تعمیر و ترقی و خوشحالی اور ملک کا مستقبل روشن بنانے کیلئے دل وجان سے کوشش کریگی تاکہ جلد ملک میں پھر سے خوشحالی کے دور کی واپسی ہو۔ میاں شہباز شریف نے 16 ماہ کی گزشتہ حکومت میں نہ صرف پاکستان کو ڈیفالٹ ہونے سے بچایا بلکہ مہنگائی کو کنٹرول کرنے کیساتھ ملک سے کرپشن کو بھی ختم کیا۔ وزیراعلیٰ پنجاب مریم نواز نے کچھ روز میں ہی تمام شعبوں میں فوری اصلاحات کیلئے ہنگامی اقدامات کئے وزیراعلیٰ مریم نواز شریف نے صوبہ کے لاکھوں غریب عوام کیلئے رمضان پیکج، پنجاب کے ہیلتھ سسٹم میں مرحلہ وار اصلاحات کی منظوری، صاف ستھرا پنجاب مہم کا بھرپور آغاز اور غریب آدمی کو کینسر کے علاج کی بہترین سہولتیں فراہم کرنے کے لئے خصوصی ہسپتال قائم کرنے کا بھی اعلان کیا۔

چوہدری محمد عبیداللہ، مرکزی صدر نیشنل ایسوسی ایشن آف پرائیویٹ سکولز پاکستان کہتے ہیں کہ"میاں شہباز شریف کا وزیراعظم بننا پاکستان اور قوم کے لیے خوش آئند ہے، امید ہے کہ وہ عوام کی توقعات پوری کر کے اپنے انتخاب کو صحیح ثابت کریں گے۔ وطن عزیز کو ان دنوں گھمبیر مسائل کا سامنا ہے۔ تعلیم، صحت اور امن وامان کے ساتھ مہنگائی اور بیروزگاری بھی چیلنجز ہیں وزیراعظم میاں شہباز شریف اپنی محنتی ٹیم کے ساتھ قوم کو درپیش مسائل سے نکالنے کے لیے انقلاب آفریں کوششیں کریں گے ہماری خواہش ہے کہ وزیراعظم صحت اور شعبہ تعلیم کو دفاع کی طرح اہمیت دیں جس دن یہ دونوں شعبے حکومت کی ترجیح اول بن گئے اسی روز ان شاء اللہ قوم مضبوط اور مستحکم بن کر اقوام عالم میں اپنی علیحدہ شناخت پالے گی۔

سید ولی شاہ، سابق صدر پی ایم ایل این فاٹا کہتے ہیں کہ" پاکستان قوم کی خوش قسمتی ہے کہ انہیں میاں محمد شہباز شریف جیسا بہترین وزیراعظم نصیب ہوا وزیراعظم شہباز شریف بہت محنتی ہیں ملک کو موجودہ معاشی بحرانوں سے نکالنے کی صلاحیت رکھتے ہیں 16 ماہ کے مخلوط حکومت میں وزیراعظم محمد شہباز شریف کے ساتھ کام کیا ان کو قریب سے دیکھا قومی خزانے کو قوم کی امانت سمجھتے ہی بہت زیادہ محنت کرنے والے شخصیت ہیں وزیراعظم محمد شہباز شریف جانفشانی کے ساتھ کام کرنے کی وجہ سے بین الاقوامی طور پر شہرت رکھتے ہیں۔ وزیراعظم شہباز شریف نے قومی اسمبلی میں پہلے خطاب میں میثاق معیشت کے ساتھ میثاق مفاہمت کی دعوت اپوزیشن کو دی یہ احسن قدم ہے۔ وزیراعظم محمد شہباز شریف کو دوسری مرتبہ وزیراعظم منتخب ہونے سے ملک میں ترقی وخوشحالی دے گی، شہباز شریف نے بحیثیت وزیراعلیٰ پنجاب صوبے کو ترقیافتہ صوبہ بنایا یوں ملک میں خادم کے لقب سے پہچانے جاتے ہیں۔ وزیراعظم شہباز شریف نے اپنی پہلے وزارت عظمی کے دوران طلباء کو لیپ ٹاپ دیئے اب دوسری مرتبہ وزیراعظم منتخب ہونے طلباء کو مزید لیپ ٹاپ ملیں گے، میاں شہباز شریف بہترین ایڈمنسٹریٹر کے حوالے سے شہرت رکھتے ہیں پاکستانی قوم کی خوش قسمتی میں کہ انہیں محمد شہباز شریف جیسا بہترین صلاحیتوں کا حامل وزیراعظم نصیب ہوا ہے۔

راجہ شاہد محمود، صدر پاک ناروے فرینڈ شپ کونسل کہتے ہیں کہ" پاکستان مستقبل پر مبنی شعبوں میں مسابقت پیدا کرنا شروع کر سکتا ہے جن کی عالمی مطابقت ہوگی۔ ملک کے اندر دولت پیدا کرنے کے لیے اگلی نسل کی اختراعی کمپنیوں پر مستقل شرط ضروری ہے۔ آب و ہوا کا خطرہ ایک طویل مدتی پوری قوم کے نقطہ نظر کی ضرورت ہے۔ پاکستان کو بین الاقوامی مالیاتی اداروں بالخصوص آئی ایم ایف کے ساتھ نئی شراکت داری کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ اصلاحاتی ایجنڈے کے لیے مالی معاونت حاصل کی جا سکے۔ اس سے عالمی اعتماد میں اضافہ ہوگا اور براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری کو راغب کیا جائے گا۔ پاکستان دنیا کے سب سے زیادہ آفات کا شکار ممالک میں سے ایک ہے۔ اس کے علاوہ، یہ دنیا میں خوراک کی بدترین قلت اور دائمی غذائی قلت کی شرح کا شکار ہے۔ بطور وزیراعظم اپنی دوسری مدت کے لیے، معاشی، سلامتی اور جمہوری بحرانوں سے دوچار پاکستان کے آئی ایم ایف کے بیل آؤٹ پر دوبارہ مذاکرات کرنا ہوں گے۔

راجہ وسیم کیفی، تصدق اے راجہ کہتے ہیں کہ" نئی حکومت کو درپیش چیلنجوں کا ادراک کرنا ہے، جاری مالی سال کے دوران 12300 ارب روپے کے محصولات کا ہدف مقرر کیا گیا، این ایف سی ایوارڈ کے بعد 7 ہزار 300 ارب روپے وفاق کے پاس بچتے ہیں، سود کی ادائیگی 8 ہزار ارب روپے ہے، 700 ارب روپے کا خسارہ لے کر چلتے ہیں، ایسے میں ترقیاتی منصوبوں، صحت وتعلیم کی سہولیات، ملازمین کی تنخواہیں کہاں سے لائی جائیں گی، یہ سب کچھ قرض در قرض لیکر کئی سالوں سے دیا جا رہا ہے، یہ 25 کروڑ عوام کا سنگین مسئلہ ہے۔ حکومت 80 ہزار ارب روپے کے اندرونی و بیرونی قرضے لے چکی، کیا ایک ایٹمی قوت کا حامل پاکستان اس بوجھ کو برقرار رکھ سکتا ہے۔ 2300 ارب روپے کا گردشی قرضہ ہے، 3800 ارب روپے کا بجلی کی ترسیل اور وصولیاں 2800 ارب روپے ہیں، یہ ناقابل برداشت ہے۔ حکومت ایک ہزار ارب روپے سے ملک بھر میں درجنوں بہترین ہسپتال اور یونیورسٹیاں بنا سکتی تھی لیکن ایک ہزار ارب روپے خسارہ میں جا رہے ہیں۔ بعض سرکاری اداروں میں 600 ارب روپے کا خسارہ ہے، منتخب وزیراعظم نے درست کہا کہ پاکستان ہم سب کا ہے، ملک کی ترقی اور خوشحالی میں سب اپنا حصہ ڈالیں گے اور اقوام عالم میں اپنا کھویا مقام بحال کرینگے۔

ملک کاشف اعوان، سید شہریار ایڈووکیٹ کہتے ہیں کہ" چھوٹے کاروبار کیلئے نوجوانوں کو قرضے دیئے جائیں بیرونی سرمایہ کاری کی راہ میں حائل رکاوٹیں دور کریں، دوست ممالک کیلئے ویزہ فری انٹری کریں۔ امریکہ، یورپی یونین اور دیگر ممالک سے تعلقات میں مزید بہتری لائیں۔ چین، سعودی عرب، ترکی، قطر، یو اے ای نے اچھے برے وقت میں ہمیشہ پاکستان کا ساتھ دیا، غزہ اور بھارت کے غیر قانونی زیر قبضہ جموں وکشمیر میں قتل وغارت گری کا بازار گرم ہے، غزہ میں اسرائیل کی بدترین دہشت گردی جاری ہے، اسرائیل کو دہشت گردی سے نہ روکا جانا افسوسناک ہے کشمیر میں بے گناہ کشمیریوں کے خون سے وادی سرخ ہو چکی ہے اور عالمی برادری خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے، مشرقی تیمور کے معاملے پر دوہرا معیار اپنایا جاتا ہے، ہم نے متحد ہو کر اس شور کو شعور میں دبانا ہے، فلسطین اور کشمیر میں مظالم کی ایوان میں مذمتی قرارداد منظور کی جائے، پاکستان ان کے حل کیلئے اپنا کردار ادا کرے۔ ماحولیاتی و موسمیاتی تبدیلیوں سے پاکستان متاثر ہے، موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے 2022 میں پاکستان میں بدترین سیلاب آیا، اس سے نمٹنے کیلئے اقدامات اٹھائیں جائیں۔ تیل سے بجلی پیدا کرنے والی کمپنیاں متبادل توانائی کا جال بچھائیں اور شمسی اور ونڈ سے بجلی کے حاصل کرنے میں اپنا سرمایہ لگائیں اور نئی حکومت سرمایہ کاروں کی توقعات پوری کرے۔

> وزیراعظم شہباز شریف قوم کی فلاح و بہبود اور ترقی کے لیے اپنا بھرپور کردار ادا کریں گے: حامد حسین عباسی مسلم لیگ (ن) کے ضلعی سیکرٹری اطلاعات

> کاروبار کیلئے نوجوانوں کو قرضے دیئے جائیں بیرونی سرمایہ کاری کی راہ میں حائل رکاوٹیں دور کریں: ملک کاشف اعوان سید شہریار ایڈووکیٹ

وزیراعظم میاں شہباز شریف کے جہد مسلسل پر اک نظر

پاکستان مسلم لیگ (ن) کے صدر میاں شہباز شریف دوسری بار اسلامی جمہوریہ پاکستان کے وزیراعظم منتخب ہوئے ہیں۔ شہباز شریف 1950 میں لاہور میں پیدا ہوئے، وہ میاں شریف کے دوسرے صاحبزادے اور تین بار ملک کے وزیراعظم رہنے والے میاں نواز شریف کے چھوٹے بھائی ہیں۔ شہباز شریف کاروباری خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، آپ نے گورنمنٹ کالج لاہور سے گریجوایشن کی، عملی سیاست میں ان کا کیریئر بہت شاندار ہے جو چار دہائیوں پر مشتمل ہے۔ 1985 میں شہباز شریف لاہور چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹریز کے صدر منتخب ہوئے۔ جبکہ 1988 میں پہلی بار پنجاب اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اسمبلی کی یہ مدت پوری ہونے سے پہلے ہی اسے 1990 میں تحلیل کر دیا گیا۔ میاں شہباز شریف 1990 سے لے کر 1993 کے دوران قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے، 1993 میں پنجاب اسمبلی کے رکن بنے اور 1996 تک پنجاب اسمبلی میں اپوزیشن لیڈر رہے۔ 1997 میں شہباز شریف تیسری مرتبہ پنجاب اسمبلی کے رکن بنے اور وزیراعلیٰ منتخب ہوئے، یہ اسمبلی بھی 1999 میں فوجی مداخلت کے سبب تحلیل کر دی گئی۔ پنجاب حکومت مسلم لیگ ن کی مرکزی حکومت کے ساتھ ہی ختم کر دی گئی اور آپ کو قید کر لیا گیا، بعدازاں جبری طور پر جلاوطن کر دیا گیا۔ 2007 میں 8 برس جلاوطنی میں گزارنے کے بعد واپس پاکستان آئے اور 2008 میں چوتھی مرتبہ بھکر سے صوبائی اسمبلی کی نشست جیتی اور دوسری بار صوبے کے وزیراعلیٰ بنے۔ مئی 2013 کے عام انتخابات میں ان کی پارٹی مسلم لیگ ن بھاری مینڈیٹ کے ساتھ پھر اقتدار میں آئی، صوبائی اسمبلی کی تین نشستوں (پی پی۔159، پی پی۔161، پی پی۔247) اور (این اے۔129) کی ایک قومی نشست پر کامیاب قرار پائے تاہم انہوں نے پی پی۔159 کی نشست برقرار رکھی نتیجتاً وہ تیسری مرتبہ ریکارڈ حیثیت میں وزیراعلیٰ پنجاب منتخب ہوئے۔ 2018 میں اپنے بڑے بھائی نواز شریف کی سپریم کورٹ سے نااہلی کے بعد پاکستان مسلم لیگ (ن) کے صدر منتخب ہوئے۔ 2018 کے عام انتخابات میں وہ قومی اسمبلی کے 4 حلقوں سے الیکشن لڑے۔ رکن قومی اسمبلی منتخب ہونے کے بعد انہوں نے بانی پی ٹی آئی کے مقابلے میں وزیراعظم کا انتخاب لڑا جس میں بانی پی ٹی آئی 176 ووٹ لے کر وزیراعظم منتخب ہوئے اور شہباز شریف کو 96 ووٹ ملے، بعدازاں شہباز شریف قومی اسمبلی میں قائد حزب اختلاف نامزد ہوئے۔ اپریل 2022 میں بانی پی ٹی آئی کے خلاف تحریک عدم اعتماد کی کامیابی کے بعد پی ڈی ایم اور دیگر اتحادی جماعتوں نے شہباز شریف کو وزارت عظمی کا امیدوار نامزد کیا۔ 11 اپریل کو قومی اسمبلی نے شہباز شریف کو نیا قائد ایوان منتخب کر لیا جس کے بعد شہباز شریف پہلی بار وزیراعظم پاکستان منتخب ہوئے تاہم شہباز شریف کا بطور وزیراعظم پہلا دور صرف 16 ماہ تک محدود رہا۔ اب ایک بار پھر 8 فروری 2024 کو ہونے والے انتخابات کے نتائج اور نئی قومی اسمبلی تشکیل ہونے کے بعد وہ دوسری بار وزیراعظم منتخب ہوئے ہیں۔

رپورٹ

ملتان

■ محمد نوید انجم شاہ

17 تا 23 مارچ 2024ء

قانون سازی آسان نہیں ہوگی

مہنگائی، بیروزگاری اور غربت

حکومت کیلئے اصل چیلنج

ہائیکورٹ بار کے الیکشن جمہوری عمل کی شاندار مثال

کابینہ مکمل ہونے کے بعد عوام تک ریلیف کے اقدامات عملی طور پر نظر بھی آنے چاہئیں

لودھراں سے عبدالرحمٰن کانجو نے ووٹوں کی دوبارہ گنتی میں حریف رانا فراز نون کو شکست دیدی

سید یوسف رضا گیلانی اگر دوبارہ سینٹ میں گئے تو قومی اسمبلی سے مستعفی ہوجائیں گے اور ضمنی الیکشن ہوسکتا ہے

ہائیکورٹ بار ملتان کے انتخابات میں ملک سجاد حیدر میتلا 4147 ووٹ حاصل کر کے صدر اور سید انیس مہدی جنرل سیکرٹری منتخب ہوگئے

وکلاء اور کالے کوٹ کی حرمت پر کوئی سمجھوتہ نہیں ہوگا، بار اور بنچ کو ساتھ لیکر چلیں گے، ملک سجاد حیدر میتلا

مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کے سربراہ پروفیسر علامہ ساجد میر نے دورہ ملتان میں تنظیمی امور نمٹانے کے ساتھ ساتھ میل ملاقاتوں کا بھی سلسلہ جاری رکھا

سیاسی منظرنامہ الیکشن نتائج کے بعد مکمل طور پر واضح ہو چکا ہے۔ اسمبلی میں سنی اتحاد کونسل کی مخصوص نشستیں الیکشن کمیشن کی جانب سے انہیں نہ دیئے جانے کے بعد یہ نشستیں حکومتی اتحاد کو مل چکی ہیں۔ کچھ ایسی ہی صورتحال پنجاب اسمبلی میں بھی دیکھنے میں آرہی ہے۔ مسلم لیگ ن، پیپلز پارٹی اور ایم کیو ایم وفاق میں مل کر دو تہائی اکثریت کے نفسیاتی ہدف کو پار کر چکی ہیں۔ پاکستان تحریک انصاف اب عددی اعتبار سے اسمبلی میں اپوزیشن کا کردار ادا کرسکتی ہے لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ دو تہائی اکثریت کے حامل حکومتی اتحاد کو ٹف ٹائم دیتے ہوئے پی ٹی آئی اسمبلیوں میں اپنا فعال کردار ادا کرے۔ پنجاب کی صورتحال بھی کچھ مختلف نہیں ہے جہاں پاکستان تحریک انصاف ایک بڑی تعداد میں موجود ہے ایسے موقع پر حکومت کیلئے کوئی بھی قانون سازی آسان نہیں ہوگی۔ یوں کہہ لیں کہ مسلم لیگ ن کے لیے وزارت اعلیٰ پھولوں کی سیج ثابت نہیں ہونے والی اس کیلئے اسے عملی طور پر اپنے وعدوں کو پورا کرنا ہوگا۔

جنوبی پنجاب کا سیاسی منظرنامہ بھی وقت کے ساتھ بالکل واضح ہو چکا ہے۔ لودھراں سے سابق وزیر مملکت عبدالرحمٰن کانجو نے ووٹوں کی دوبارہ گنتی کی درخواست دی اور دوبارہ گنتی میں اپنے حریف رانا فراز نون کو شکست دے ڈالی۔ اس سے قبل جب الیکشن کے نتائج آئے تو وہ رانا فراز نون سے شکست کھا گئے تھے جو ایک بڑی شکست تصور کی جارہی تھی اور جنوبی پنجاب میں یہ ایک حیران کن دھچکا ثابت ہورہی تھی تاہم انہوں نے اپنی شکست کو قبول نہ کیا اور الیکشن کمیشن سے رجوع کیا جس کے بعد ووٹوں کی دوبارہ گنتی کا عمل مکمل کیا گیا جس میں حریف پی ٹی آئی کے آزاد امیدوار رانا فراز نون کو شکست دیدی یوں ان کی فتح بھی ایک حیران کن تبدیلی کے طور پر دیکھی گئی۔ ملتان میں این اے 148 پر سید یوسف رضا گیلانی کو کامیاب قرار دیا گیا ہے ان کا اپنے حریف آزاد امیدوار بیرسٹر تیمور سے محض 104 ووٹوں کا فرق ہے۔ بیرسٹر تیمور نے بھی دوبارہ گنتی کی درخواست الیکشن کمیشن میں جمع کرادی اور درخواست پر دونوں فریقین نے بھرپور دلائل دیئے جس کے بعد دوبارہ گنتی کے معاملہ پر دائر درخواستوں پر سماعت الیکشن کمیشن نے مکمل کر لی تاہم الیکشن کمیشن نے ابھی تک اس پر کوئی فیصلہ نہیں سنایا اور فیصلہ تاحال محفوظ ہے۔ سید یوسف رضا گیلانی منتخب ہو کر قومی اسمبلی میں پہنچ چکے ہیں اور عہدے کا حلف بھی اٹھالیا ہے، انہوں نے اس سے قبل سینٹ میں اپنی نشست سے بھی استعفیٰ دیدیا تھا جسے باقاعدہ منظور بھی کر لیا گیا ہے۔ اب ایک بار پھر انکی پارٹی انہیں سینٹ میں لانا چاہ رہی ہے۔ یوں صاف نظر آرہا ہے کہ اگر وہ دوبارہ سینٹ میں جاتے ہیں اور چیئرمین سینٹ کے عہدے کے امیدوار بنتے ہیں تو قومی اسمبلی کی نشست سے مستعفی ہوجائیں گے یوں اس نشست پر ضمنی الیکشن ہوسکتا ہے جبکہ الیکشن کمیشن کی جانب سے محفوظ فیصلہ بھی کوئی نئی خبر لاسکتا ہے۔

جنوبی پنجاب کے مسائل سر اٹھائے سامنے کھڑے ہیں۔ بڑھتی ہوئی مہنگائی، بے روزگاری اور غربت نے عوام کو دو وقت کی روٹی سے بھی محروم کردیا ہے۔ اب موجودہ حکمرانوں کا اصل امتحان شروع ہو چکا ہے، کابینہ مکمل ہونے کے بعد عوام تک نئی حکومت کی جانب سے ریلیف کے اقدامات عملی طور پر نظر بھی آنے چاہئیں۔ گو حکومت کی جانب سے نگہبان رمضان پیکج کے ذریعے ابتدائی طور پر جنوبی پنجاب کے گھرانوں کو ریلیف دیتے ہوئے راشن کی فراہمی کو ممکن بنایا جارہا ہے مگر یہ بھی سچ ہے کہ یہ امداد محض اونٹ کے منہ میں زیرے کے مترادف ہے کیونکہ اس خطے کے لاکھوں افراد خط غربت سے نیچے ہیں اور وہ کہیں رجسٹرڈ بھی نہیں ہیں ایسے میں محض چند گھرانوں تک اس امداد کی فراہمی مکمل ریلیف کا باعث نہیں بن سکتی۔ وفاقی حکومت کی جانب سے یوٹیلٹی سٹورز پر بھی عوام کو سستی اشیاء کی فراہمی کا دعویٰ کیا گیا ہے مگر اس کی قلعی اس وقت کھل رہی ہے جب یوٹیلٹی سٹورز کے باہر صبح سویرے ہی سے راشن کے حصول کے لئے عوام کی لمبی لائنیں لگ جاتی ہیں جو اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ وہاں بھی عوام کو طویل اور صبر آزما قطاروں میں انتظار کی اذیت سے گزر کر ہی راشن کا حصول ممکن ہوسکے گا۔ حکومتی اتحاد میں شامل تمام جماعتیں جس طرح حصول اقتدار کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کھڑی ہوئی ہیں تو ضرورت اس امر کی ہے کہ اب عوام کے دردناک مسائل کو دور کرنے کے لیے بھی یہی اتحادی ایک دوسرے کے ساتھ متحد ہو جائیں۔ اگر ایسا ہوگیا تو بڑھتی ہوئی مہنگائی اور بے روزگاری پر قابو پایا جا سکے گا بصورت دیگر عوام کے لیے یہ وقتی حکومتی اتحاد شاید کچھ زیادہ نہ کر پائے۔

ملکی الیکشنز کی طرح ہائیکورٹ بار کے الیکشن کا بھی انعقاد کیا گیا اور نئی ہائیکورٹ بار سامنے آگئی۔ وکلاء کے الیکشن دراصل جمہوری عمل کی سب سے واضح اور شاندار مثال ہیں۔ ہائیکورٹ بار ایسوسی ایشن ملتان کے سالانہ انتخابات برائے سال 2024-25ء میں صدارت کی نشست پر ملک سجاد حیدر میتلا نے 4147 ووٹ حاصل کر کے کامیابی حاصل کی، ان کے مدمقابل امیدوار رانا عارف کمال نون نے 1905 ووٹ حاصل کئے۔ صدارت کی نشست پر دو امیدوار مدمقابل تھے۔ صدر کی نشست پر نتائج کا اعلان ہوتے ہی بار میں موجود ان کے حامی پرجوش انداز میں نعرے لگانے لگے۔ جنرل سیکرٹری کے عہدے پر چار امیدوار مدمقابل تھے لیکن جنرل سیکرٹری کے عہدہ پر سید انیس مہدی نے میدان مار لیا، ان کے مدمقابل ملک ظفر اقبال بھٹہ، فیاض اللہ خان چنڑ اور فیاض منصب سکھیرا شکست سے دو چار ہوئے۔ نائب صدر کی نشست پر نتائج کو روک لیا گیا جہاں پہلے علی رضا علوی کی کامیابی کا اعلان کیا گیا تاہم ان کے مدمقابل ساجد اقبال نے نتیجہ چیلنج کیا جس پر دوبارہ گنتی شروع کی گئی اور پھر علی رضا علوی کو ہی کامیاب قرار دیا گیا۔ لائبریری سیکرٹری کی نشست پر سردار رفیق ڈوگر نے کامیابی حاصل کی۔ ہائیکورٹ بار کے رجسٹرڈ ووٹرز کی تعداد 11 ہزار 937 تھی جن کے لئے 15 پولنگ بوتھ قائم کئے گئے تھے۔ پولنگ ہائیکورٹ بار کے بڑے بار ہال میں ہوئی۔

نومنتخب صدر ہائیکورٹ بار ملتان ملک سجاد حیدر میتلا نے الیکشن میں کامیابی کے بعد میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ وکلاء اور کالے کوٹ کی حرمت پر کوئی سمجھوتہ نہیں ہوگا، بار اور بنچ کو ساتھ لیکر چلیں گے، نوجوان وکلاء کے مسائل کا حل اولین ترجیح ہے، ہائی کورٹ بار میں پارکنگ کی توسیع سمیت بار کے مفادات کے تحفظ کے لئے پوری توانائیاں صرف کریں گے۔ اس موقع پر انہوں نے مزید کہا کہ اب وقت آگیا ہے بار کے کھوئے ہوئے وقار کو بحال کرایا جائے۔ وکلاء اور کالے کوٹ کی حرمت کیلئے آواز بلند کرنا ہوگی، نوجوان وکلاء کے مسائل کا حل ترجیحی بنیادوں پر ہوگا۔ نومنتخب جنرل سیکرٹری ہائی کورٹ بار سید انیس مہدی نے اس موقع پر کہا کہ اب ہماری ترجیح نوجوان اور خواتین وکلاء کے مسائل کو حل کرانا ہوگی، اس سال وکلاء کو درپیش پروفیشنل مسائل کو حل کرانا ہوگا۔ ہائی کورٹ بار میں سکیورٹی کی صورتحال کو مزید بہتر بنانے کے ساتھ ساتھ وکلاء کیلئے سکیورٹی بھی بڑھائیں گے۔

مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کے سربراہ سینیٹر پروفیسر علامہ ساجد میر نے بھی گزشتہ دنوں ملتان کا دورہ کیا۔ اس دورے میں جہاں انہوں نے تنظیمی امور کو نمٹایا تو وہیں میل ملاقاتوں کا بھی سلسلہ جاری رکھا۔ اس موقع پر انہوں نے کہا کہ موجودہ حالات کے تناظر میں متفقہ میثاق جمہوریت اور میثاق معیشت ناگزیر ہیں۔ معاشی استحکام کے لیے سیاسی استحکام ضروری ہے، ملک میں جمہوری ادوار سے ہی ملکی معیشت کو سہارا مل سکتا ہے تاہم معیشت کے حوالے سے ہمیں اپنی پالیسیوں کو ریویو کرنے کی ضرورت ہے۔ مسئلہ فلسطین کے حوالے سے امت مسلمہ کی قیادت کو موثر اور فعال کردار ادا کرنا ہوگا، عقیدہ ختم نبوت، تحفظ ناموس رسالت اور ناموس صحابہ و اہلبیت اہل ایمان کی ریڈ لائن ہیں۔ اہل حدیث یوتھ فورس ضلع ملتان کے صدر قاری ہدایت اللہ رحمانی سے ملاقات کے دوران گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے مزید کہا کہ ملک میں انتشار کی بجائے استحکام کی ضرورت ہے جس کے لیے تمام سیاسی جماعتوں کو سنجیدہ ہو کر سوچنا ہوگا، نئی حکومت عوام کو ریلیف دے، میثاق جمہوریت اور میثاق معیشت اب ناگزیر ہیں، مشکل حالات میں دینی جماعتوں اور مذہبی قائدین نے ہمیشہ ملکی مفاد کو مقدم رکھا اور اپنے اداروں کا ساتھ دیا تاہم سیاسی لوگوں کی دھینگا مشتی میں معیشت غیر مستحکم ہوئی اور غریب عوام کی کمر ٹوٹ کر رہ گئی ہے۔ مہنگائی کے اس طوفان کے آگے بند باندھنا حکومت کی ترجیح ہونی چاہیے۔ فلسطین کے مسئلے پر مسلم قائدین کو جو کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ فی الحال وہ کردار ادا نہیں کیا جارہا جبکہ دنیا بھر سے عوامی سطح پر فلسطینیوں کے لیے اظہار یکجہتی کا جو سلسلہ جاری ہے وہ مسلمانوں کی ملی غیرت اور حمیت کا ثبوت ہے۔ جہاں تک تحفظ ناموس رسالت اور تحفظ عقیدہ ختم نبوت اور اس کے ساتھ ساتھ تحفظ ناموس صحابہ کی بات ہے تو یہ ہماری ریڈ لائن ہے ان امور پر کوئی کمپرومائز نہیں ہوسکتا، وہ لوگ جو علم نہیں رکھتے ان حوالوں سے گفتگو کرتے ہوئے احتیاط کا دامن اختیار کیا کریں۔

موسم خوشگوار ہوتے ہی کھیلوں کے میدان بھی سج چکے ہیں۔ بہاء الدین زکریا یونیورسٹی میں انسٹی ٹیوٹ آف میڈیا اینڈ کمیونیکیشن اسٹڈیز کی موجودہ ٹیم دی کمیونیکیٹرز اور ایلومینائی کے درمیان دوستانہ میچ کھیلا گیا جس میں دی کمیونیکیٹرز فاتح قرار پائی۔ ایلومینائی الیون نے پہلے کھیلتے ہوئے 12 اوورز میں 135 کا مجموعی سکور کیا جو دی کمیونیکیٹرز نے 9 ویں اوور کی پانچویں بال پر پورا کرتے ہوئے کامیابی سمیٹی۔ اس موقع پر سردار نوشیل اظہر بلوچ کی جانب سے ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا۔ تقریب کے دوران میچ کے ونر، رنر اپ اور مین آف دی میچ کو ٹرافی، شیلڈز اور نقد انعامات دیئے گئے۔ سردار نوشیل اظہر بلوچ کی طرف سے شرکاء کیلئے عشائیے کا بھی اہتمام کیا گیا۔ تقریب کے آخر میں خطاب کرتے ہوئے سربراہ انسٹی ٹیوٹ آف میڈیا اینڈ کمیونیکیشن سٹڈیز پروفیسر ڈاکٹر شہزاد علی نے کہا کہ یونیورسٹی میں موجودہ طلبہ اور اولڈ سٹوڈنٹس کے درمیان کھیلا گیا میچ ایک بہترین اور یادگار میچ تھا۔ ایلومینائی کے ممبران نے پروقار طریقے سے نہ صرف میچ کا انعقاد کیا بلکہ شاندار تقریب بھی منعقد کی۔ انہوں نے کہا ڈیپارٹمنٹ کے سابق طالب علم سردار نوشیل اظہر بلاشبہ ون مین آرمی کی حیثیت رکھتے ہیں اور کسی بھی موقع پر اپنی صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کرتے ہیں۔ اس موقع پر ڈاکٹر احسن بھٹی، ڈاکٹر عاصمہ صفدر، معروف چائلڈ سرجن ڈاکٹر شکیل مشوری، نوید ہاشمی سمیت دیگر شخصیات نے بھی شرکت کی۔

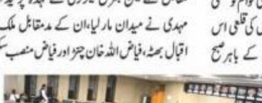

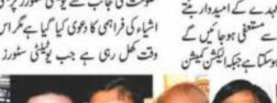

رپورٹ

تتلیاں
موسمِ بہار کی پریاں

لاہور کا تتلی گھر ان کی افزائش کیلئے خصوصی طور پر تیار کیا گیا ہے

■ راحیلہ مغل
rrahilamughal28@gmail.com

آپ نے آخری مرتبہ تتلی کو کب چھوا تھا؟ سوچ میں پڑ گئے نا؟ چلیں، یہ یاد کریں آپ نے آخری مرتبہ تتلی کو کب دیکھا تھا؟ پھر حیرت؟ یقیناً، اب ہماری زندگیوں میں تتلیوں جیسی خوبصورت چیزوں کی موجودگی ختم ہوتی جا رہی ہے۔ جوں جوں زندگی مصروف اور شہری ہوتی جا رہی ہے، توں توں ہم قدرت کی ان خوبصورت تخلیقات سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ ہمیں احساس ہی نہیں کہ خوبصورتی کا استعارہ اور رومانوی اور جمالیاتی حسن کی عکاس یہ تتلیاں کتنی تیزی سے ہمارے شہری ماحول سے غائب ہو رہی ہیں۔ تتلی کی موجودگی کو تبدیلی کی علامت کے طور پر ظاہر کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ تتلی کو جوان محبت، جشن اور پاکیزہ روح یا فرشتے کی علامت کے طور پر بھی کہانیوں، کہاوتوں اور ناولوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ تتلی کو زندگی کی خوبصورتی گردانا جاتا ہے جبکہ جگنو روشنی کا استعارہ ہے جو رات کے وقت اپنی روشنی کے ذریعے صاف ماحول کا اشارہ دیتے ہیں لیکن پاکستان میں ان حشرات کی تعداد تیزی سے کم ہوتی جا رہی ہے۔ دراصل تتلیاں، چڑیاں اور جگنو صرف ہماری ہواوں اور فضاوں سے ہی تو رخصت نہیں ہوئے، یہ ہماری سوچوں، رشتوں، محفلوں، رشتے داریوں سب سے رخصت ہو گئے ہیں، سنا ہے، کبھی کوئی باتیں کرتا تھا تو اس کی باتوں سے پھول جھڑا کرتے تھے، خوشبو آیا کرتی تھی، نجانے وہ لوگ کہاں گئے، وہ باتیں کہاں گئیں، وہ ستاروں اور جگنووں بھری راتیں کہاں گئیں، تتلیاں تو خوشبودار پھولوں کے گرد منڈلایا کرتی تھیں مگر کیا سانحہ ہے کہ پارکس کے درختوں پر پرندے گھونسلے نہیں بناتے، ان کے لگائے ہوئے پھولوں سے خوشبو نہیں آتی۔

تیزی سے بڑھتی ہوئی انسانی آبادی اور اس سے بھی زیادہ آلودگی نے تتلیوں کی نسل کو معدوم ہونے کے خطرات سے دوچار کر دیا ہے۔ اسی خطرے کو بھانپتے ہوئے، تتلیوں کی افزائش اور شہریوں کے جمالیاتی ذوق کی تسکین کے لیے پاکستان کے صوبہ پنجاب کے دارالحکومت لاہور میں تتلیوں کا ایک نیا گھر بنایا گیا ہے۔ جوہر ٹاؤن کے علاقے میں بنایا جانے والا یہ 'تتلی گھر' مجموعی طور پر شہر کا دوسرا تتلی گھر ہے۔ اس سے پہلے لاہور کے جلو پارک میں 2016 میں پہلا تتلی گھر بنایا گیا تھا، جو آج بھی وہاں جانے والے سیاحوں کے لیے دلچسپی کا باعث ہے۔ لاہور کا نیا تتلی گھر پاکستان کی مقامی تتلیوں کے لیے خصوصی طور پر تیار کیا گیا ہے اور یہاں ان کی ضرورت کی ہر چیز اور ماحول میسر ہے۔

تتلی گھر میں داخل ہوتے ہی مختلف انواع و اقسام کی ہزاروں نرم ملائم تتلیاں آپ کا استقبال کرتی ہیں اور آپ ان کے نرم و گداز لمس کو محسوس کرتے ہیں تو یہ آپ سے اٹکھیلیاں کرتی ہوئی ادھر ادھر بکھر جاتی ہیں۔

آپ کے والہانہ استقبال کے بعد یہ دوبارہ سے ان پھولوں کی طرف راغب ہو جاتی ہیں جو اس تتلی گھر کے ماحول کو قدرتی رکھنے کے لئے ہزاروں کی تعداد میں لگائے گئے ہیں۔ تتلیاں ان پھولوں کا رس چوسنے میں اس قدر مشغول ہو جاتی ہیں کہ انہیں آپ کی قربت کا احساس بھی نہیں ہوتا اور آپ نہایت قریب سے قدرت کے اس شاہکار کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ تتلیوں کے نظام زندگی کی محقق اور پنجاب ہارٹی کلچر اتھارٹی کی سینئر عہدے دار نازنین سحر کے مطابق اس تتلی گھر میں لگ بھگ پانچ اقسام کی پانچ ہزار تتلیاں ہر وقت موجود رہتی ہیں۔

چونکہ تتلی کی عمر کم سے کم ایک ہفتہ اور زیادہ سے زیادہ بیس دن ہوتی ہے اس لیے کسی بھی مسکن میں تتلیاں تیزی سے اپنی افزائش نسل کرتی ہیں۔ ایک موسم کی تتلیاں دوسرے موسم کی تتلیوں سے الگ ہوتی ہیں۔

نازنین سحر کے مطابق اس مسکن کے لیے تتلیوں کی ستر اقسام کی پروفائلنگ کر لی گئی ہے جن کو اپنے وقت اور موسم پر یہاں لایا جائے گا۔ نازنین کے مطابق اس تتلی گھر کو آباد رکھنے کے لئے ٹیموں کو پہلے سے تیار رہنا پڑتا ہے۔ ''نئے موسم اور نئی نسل کی سو سے ڈیڑھ سو تتلیاں اس مسکن میں چھوڑی جاتی ہیں تو دو ہفتوں میں ان کی تعداد ہزاروں میں پہنچ جاتی ہے کیوں کہ اس مسکن میں ہر وہ چیز دستیاب ہوتی ہے جو تتلیوں کے قدرتی ماحول سے مطابقت رکھتی ہے''۔ ''جاتے ہوئے موسم کی تتلیوں کو جب خدا حافظ کہنے کا وقت آتا ہے تو اگلے موسم کی تتلیوں کا جھنڈ اس میں ڈال دیا جاتا ہے۔' جلو پارک میں بنایا گیا پاکستان کا پہلا بٹرفلائی ہاؤس جہاں شہریوں کی تفریح کا ایک بڑا ذریعہ ہے وہیں اس ادارے نے پنجاب میں تتلیوں کی 58 اقسام دریافت کی ہیں، جن میں 8 اقسام کی تتلیوں کی بریڈنگ بھی کی جا رہی ہے۔

پنجاب حکومت نے 2016 میں جلو پارک کے مشرقی حصے میں 80 ایکڑ رقبے پر پاکستان کا پہلا اور منفرد بوٹینکل گارڈن اور بٹرفلائی ہاؤس بنایا تھا۔ بٹرفلائی ہاؤس میں جہاں شہریوں کو تتلیوں سے متعلق آگاہی دی جاتی ہے وہی ان کی مصنوعی ماحول میں افزائش بھی کی جا رہی ہے۔ بٹرفلائی ہاؤس کی نگران نازنین حسین نے بتایا کہ لاہور، مری اور راولاکوٹ میں تحقیق کے دوران ہم ابتک تتلیوں کی 58 اقسام دریافت کر چکے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ بٹرفلائی ہاؤس میں موسم کی مناسبت سے تتلیاں پرورش پاتی ہیں۔ کچھ تتلیاں سردیوں میں پرورش پاتی ہیں تو کئی اقسام گرمیوں میں پھلتی پھولتی ہیں تاہم پورا سال تتلیوں کی کوئی نہ کوئی قسم موجود رہتی ہے۔ آج کل 8 سے 10 اقسام کی تتلیاں موجود ہیں جن کی یہاں افزائش کی جا رہی ہے۔

بٹرفلائی ہاؤس ہاؤس کی چھت فائبر سے بنائی گئی ہے، گرمی کی وجہ سے بٹرفلائی ہاؤس کے اندر گرمی اور حبس بڑھ جاتا ہے۔ بٹرفلائی ہاؤس کے اندر درجہ حرارت کو مطلوبہ درجے تک رکھنے کے لیے بڑے ایئر کنڈیشنر لگائے گئے ہیں لیکن اس کے باوجود اندر چند منٹ کے لئے کھڑا ہونا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ فٹر فلائی ہاؤس کے ذرائع کے مطابق یہاں روزانہ درجنوں تتلیاں موسم کی شدت کی وجہ سے دم توڑ جاتی ہیں جبکہ ویسے بھی کم تتلیاں یہاں نظر آتی ہیں۔ مقامی نسل کی چند ایک تتلیاں یہاں پھولوں اور درختوں پر بیٹھی دکھائی دیں گے۔ ذرائع کے مطابق لوڈشیڈنگ کے دوران جنریٹر استعمال ہوتے ہیں لیکن جب جنریٹر بھی خراب ہو جائیں تو پھر اندر انتہائی حبس اور گرمی ہو جاتی ہے، جس سے تتلیاں مر جاتی ہیں۔

انچارج بٹرفلائی ہاؤس نازنین حسین نے اس بات کی تصدیق کی کہ تتلیاں انتہائی حساس ہوتی ہیں اور ان کے لئے سازگار ماحول بنانا کوئی آسان کام نہیں ہے، تتلیوں کو زندہ رکھنے کے کئے زیادہ سے زیادہ درجہ حرارت 35 ڈگری ہونا چاہیے۔ بالغ تتلیاں ایک سے دو ہفتے تک زندہ رہ سکتی ہیں۔ جبکہ یہاں بنائے گئے بریڈنگ سینٹر میں ملکی اور غیر ملکی 8 سے 10 اقسام کی تتلیوں کی بریڈنگ کروائی جا رہی ہے جن میں منارچ، پلین ٹائیگر، لعل ییلو، لیمن، اورنج سلفر، کامن مارمن، بلیو گلاسی ٹائیگر و دیگر اقسام شامل ہیں۔ ابتدا میں فلپائن سے مختلف تتلیوں کے لاروے منگوائے گئے تھے تاہم اب مقامی نسل کی تتلیوں کی ہی بریڈنگ کی جا رہی ہے۔ پی ایچ اے کے ملازمین شام کے وقت بوٹینکل گارڈن کی آزاد فضاوں میں اڑنے والی تتلیوں کو پکڑتے اور پھر انہیں یہاں بٹرفلائی ہاؤس کے اندر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

> بہار کے موسم یعنی مارچ، اپریل اور اس کے بعد اگست سے نومبر کے وسط تک تتلیوں کی افزائش کا موسم ہے پنجاب ہارٹی کلچر اتھارٹی کی سینئر عہدے دار نازنین سحر

> تتلیوں اور جگنوؤں کی تعداد بہت کم ہوگئی ہے اس کی سب سے بڑی وجہ ماحولیاتی تبدیلی ہے: لاہور کالج فار ویمن یونیورسٹی میں شعبہ حیاتیات کی سربراہ اور محقق ڈاکٹر فرخندہ منظو

تتلی ہاؤس کے اندر پانی کا ایک مصنوعی جھرنا بھی بنایا گیا ہے، جس سے گرنے والا پانی چھوٹی سی ندی کی مانند بہتا ہے۔ یہاں مختلف اقسام کی مچھلیاں بھی رکھی گئی ہیں جو دیکھنے والوں کی توجہ کا مرکز بنی رہتی ہیں۔ تتلی ہاؤس کے اندر لکڑی اور لوہے کا ایک پل بنایا گیا ہے جس پر کھڑے ہو کر تتلی گھر کا مکمل نظارہ کیا جا سکتا ہے، اندر مختلف اقسام کے سینکڑوں پودے اور درخت بھی لگائے گئے ہیں جن پر تتلیاں بیٹھتی اور پرورش پاتی ہیں۔

لاہور کالج فار ویمن یونیورسٹی میں شعبہ حیاتیات کی سربراہ اور محقق ڈاکٹر فرخندہ منظور کا کہنا ہے تیس چالیس سال پہلے کی نسبت اب تتلیوں اور جگنوؤں ایسے جانداروں کی تعداد بہت کم ہو گئی ہے اور اس کی سب سے بڑی وجہ ماحولیاتی تبدیلی ہے۔ ان کے مطابق ایسا اس لیے بھی ہو رہا ہے کہ مقامی پودے، جن پر تتلیاں پرورش پاتی تھیں، اب کاشت نہیں ہو رہے ہے۔ نمائشی پودوں نے ان کی جگہ لے لی ہے۔ زرعی ادویات کے باعث بھی ان کی پرورش نہیں ہو پاتی ہے۔ ڈاکٹر فرخندہ کا کہنا ہے ان حشرات کی افزائش بڑھانے کے لئے مقامی پودے مثلاً شیشم، کیکر کاشت کیے جائیں۔ زرعی اور کیڑے مار دواوں کی بجائے حیاتیاتی ایجنٹس کا استعمال کیا جائے۔ ماہر حیاتیات مواصلاتی سگنلز اور مصنوعی روشنیوں کو بھی جگنوؤں کی معدومی کی بڑی وجہ قرار دیتے ہیں، مادہ جگنو زمین پر رہتی ہے جبکہ نر جگنو فضا میں اڑتے اور روشنیاں بکھیرتے ہیں، جگنو اپنی مادہ سے اظہار محبت اور اپنے ساتھیوں تک کسی بھی خطرے کا پیغام اپنے جسم سے خارج ہونیوالی روشنی کے ذریعے بھیجتے ہیں لیکن اب مصنوعی روشنیوں کی وجہ سے وہ سگنلز نہیں بھیج پاتے ہیں۔

پنجاب کے دارالحکومت لاہور میں تتلیوں کی افزائش کے لئے بٹرفلائی ہاؤس موجود ہے، جلو بوٹینیکل گارڈن میں جگنوؤں پر تحقیق اور ان کی افزائش کے لئے سنٹر بنانے کا منصوبہ تھا تاہم اس پر کام نہیں ہو سکا ہے، نازنین سحر کہتی ہیں تتلیوں کی ہزاروں اقسام ہیں۔ تتلیوں کی ہر قسم کا اپنا عرصہ حیات ہوتا ہے۔ سخت سردیوں میں یا تو یہ مر جاتی ہیں یا پھر سازگار علاقوں کی جانب ہجرت کر جاتی ہیں۔ جن علاقوں میں موسم معتدل ہوتا ہے، وہاں تتلیوں کی زیادہ اقسام افزائش پاتی ہیں۔ تتلیوں کی کچھ اقسام آب و ہوا کی مناسبت سے اپنی ظاہری شکل تبدیل کر لیتی ہیں۔ جس کی بدولت تتلیاں موسمی تبدیلیوں کا مقابلہ کر پاتی ہیں۔ نازنین سحر نے بتایا کہ سردیوں میں کیبج وائٹ نسل کی تتلیاں زیادہ پرورش پاتی ہیں، چند دیگر اقسام بھی ہیں تاہم ان کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہیں۔ ان تتلیوں کی افزائش کے لئے بٹرفلائی ہاؤس کے اندر مصنوعی طریقے سے درجہ حرارت 28 سے 33 ڈگری سینٹی گریڈ رکھا جاتا ہے۔ بہار کے موسم یعنی مارچ، اپریل اور اس کے بعد اگست سے نومبر کے وسط تک تتلیوں کی افزائش کا موسم ہے

بوٹینکل گارڈن پودوں اور پھولوں کی اقسام کے لحاظ سے پورے پاکستان میں انفرادیت کا حامل ہے۔ یہاں سینکڑوں کی تعداد میں پودے اور پھول عوام کی توجہ کا مرکز بنے رہتے ہیں۔ خوبصورت راہداریاں، سرسبز و شاداب لان اور ان میں لگے فوارے عجب دلکش نظارہ پیش کرتے ہیں۔ گارڈن کے درمیان میں لوہے کا بنا دیو ہیکل ٹری ٹاپ واک وے ایستادہ ہے جہاں سے پورے پارک کا حسین نظارہ کیا جا سکتا ہے۔ یہاں تتلی گھر کے علاوہ گرین ہاؤس، ٹری ٹاپ واک وے، بونسائی گارڈن، جگنو ہاؤس نمایاں ہیں۔ بونسائی گارڈن میں لگائے گئے بعض پودوں کی قیمت 5 لاکھ روپے تک ہے۔ بوٹینکل گارڈن اور بٹر فلائی ہاؤس کی سیر کے لئے آنے والی ایک فیملی نے اس کی خوبصورتی اور انفرادیت کی تعریف کی۔ فیملی میں شامل بچوں نے گلہ کیا کہ انہیں بٹرفلائی ہاؤس میں تتلیاں تو نظر ہی نہیں آئی ہیں۔ ایک خاتون رابعہ حسین کا کہنا تھا بٹرفلائی ہاؤس میں محفوظ شدہ مردہ تتلیاں تو نظر آتی ہیں لیکن زندہ تتلیاں ناپید ہیں، جب بٹرفلائی ہاؤس کا نام سنتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ یہاں ہر طرف رنگ برنگی تتلیاں اڑتی دکھائی دیں گی مگر یہاں کا ماحول دیکھ کر سب تتلیوں سے متعلق خواب چکنا چور ہو جاتے ہیں۔ ایک نوجوان محمد اویس نے کہا بے شک یہاں بہت زیادہ تتلیاں نہیں ہیں لیکن یہاں محفوظ شدہ تتلیوں سے ان کے بارے جاننے کا موقع ضرور ملتا ہے۔ بوٹینکل گارڈن میں جس طرح کے پودے لگائے گئے ہیں ویسے ہم نے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔

فیملی ڈائجسٹ

مرتبہ: راحیلہ مغل
rrahilamughal28@gmail.com

حیرت کدہ

سونے سے تڑکا لگی دال، سوشل میڈیا پر وائرل

آپ نے اکثر لہن، ادرک، دھنیے، پیاز اور گرم مسالے سے تڑکا لگی دال ہی ہمیشہ کھائی ہوگی اور یہی دال آپ کو پسند بھی آتی ہے۔ تاہم اب سوشل میڈیا پر اس دال کے علاوہ سونے کے پاؤڈر سے بنی تڑکا لگی دال وائرل ہورہی ہے جسے باکس میں بند کرکے پیش کیا جاتا ہے۔ دوبئی میں موجود شیف، رنویر برار کے ریسٹورنٹ کی ایک ویڈیو سوشل میڈیا سائٹس پر اس وقت خوب وائرل ہے جس میں وہ 24 کیرات سونے کا تڑکا دال کو لگاتے نظر آرہے ہیں۔ وائرل ویڈیو میں دیکھا جاسکتا ہے کہ شیف اس ڈش کا نام 'دال کشکن' بتا رہا ہے۔ اس ویڈیو کے کمنٹ باکس میں انٹرنیٹ صارفین دلچسپ تبصرے کر رہے ہیں۔ کچھ انٹرنیٹ صارفین نے اس دال کو پیسوں کا ضیاع تو کسی نے اس دال کو ایک بار ضرور آزمانے کا تہیہ کیا ہے۔

کھانا چرانے والی عورت پولیس کیلئے دردسر بن گئی

انگلینڈ کی کاؤنٹی ڈورسیٹ پولیس کم از کم چھ ریسٹورانوں میں دھوکے سے کھانا خریدنے والی عورت کی تلاش میں ہے۔ سی سی ٹی وی فوٹیج سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے ہمراہ بعض اوقات ایک چھوٹا بچہ اور دو مختلف مرد بھی دیکھے گئے ہیں۔ ہر موقع پر مذکورہ خاتون ایک مہنگا کھانا خریدتی پائی گئی پھر اپنے کارڈ سے ادائیگی کرنے کا بہانہ کرتی ہے جبکہ کارڈ میں رقم ادا کرنے کے لیے پیسے موجود ہی نہیں ہوتے۔ بعدازاں وہ عملے کو یہ کہہ کر کہ وہ ایک کیش پوائنٹ پر رقم لینے جارہی ہے پھر رفوچکر ہوجاتی ہے۔ پچھلے سال اس خاتون نے کرائسٹ چرچ، بورن ماؤتھ اور پول کے ریسٹورانوں میں دھوکہ دہی کی ہے۔ وہ فیس بک پر بھی اپنی حرکات کے بارے میں نشاندہی کرتی دکھائی دی۔ ایک دوست نے اس کی پوسٹ پر تبصرہ کیا کہ کیا تم ریسٹورانز کو سب سے زیادہ مطلوب نہیں ہو؟ جواب میں اس خاتون نے ہنستے ہوئے جواب دیا کہ لڑکیوں کو اپنا کھانا پسند ہوتا ہے، ایک ریسٹوران کے مالک سائمن نے بتایا کہ یہ خاتون دوپہر کے کھانے کے لیے کرائسٹ چرچ چکن اینڈ بلیوز آئی اور 80 پاؤنڈ کا کھانا آرڈر کیا تاہم وہ اے ٹی ایم سے پیسے نکالنے کا بہانہ بنا کر بھاگ گئی۔ کرائسٹ چرچ میں اطالوی ریسٹوران پنوچیو کے مالک نے بھی دعویٰ کیا ہے کہ گزشتہ سال اسی خاتون نے اس کے ساتھ بھی ایسا کیا تھا۔ ڈورسیٹ پولیس کے ترجمان کا کہنا ہے کہ اس واقعے کی اطلاع پولیس کو بدھ کی دوپہر دی گئی ہے افسران اس معاملے کی انکوائری کریں گے تاہم ابھی تک کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔

گھوڑوں نے ٹریفک جام کرکے پولیس کی دوڑیں لگوادیں

امریکی ریاست اوہائیو میں گھوڑوں نے ٹریفک جام کرکے پولیس کی دوڑیں لگوادیں۔ امریکی ریاست اوہائیو میں مقامی پولیس کے دو گھوڑے اصطبل سے نکل کر مصروف سڑک پر گاڑیوں کے درمیان بھاگتے رہے۔ گھوڑوں کی وجہ سے ٹریفک کی روانہ کافی دیر تک معطل رہی۔ ویڈیو میں دیکھا جاسکتا ہے کہ گھوڑے سڑک پر دوڑنے میں مصروف ہے جبکہ گاڑیاں رکی ہوئی ہیں۔ بعدازاں گھوڑوں کو پکڑنے کے لیے پولیس کی دوڑیں لگ گئیں اور کوئی حادثہ یا جانی نقصان نہیں ہوا اور گھوڑوں کو واپس اصطبل میں پہنچادیا گیا۔

(مرسلہ، ثمرہ صدیق، کراچی)

ہم سُخن فہم ہیں

مظفر وارثی

نعت گوئی کی جس روایت نے اردو میں ایک ادبی مزاج کا اضافہ کیا اس کے چند اہم نام مولانا حالی، محسن کاکوروی اور علامہ اقبال ہیں۔ جدید دور میں مظفر وارثی نے نعت گوئی میں بعض نئے اسالیب کا اضافہ کیا، انہوں نے جدید زندگی کی مجموعی کیفیت سے اپنے اسالیب اور پیرایہ اظہار میں ندرت پیدا کی۔ مظفر وارثی ایک معروف نعت گو شاعر کی حیثیت سے بھی محتاج تعارف نہیں۔ ان کی نعتوں کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ وہ ایک صاحب دل، حساس اور دردمند شاعر تھے۔ وہ بڑی پیاری شخصیت کے مالک تھے، ان کے مزاج میں نرمی، ٹھہراؤ اور گھلاوٹ تھی۔ مظفر وارثی ان چند خوش نصیب شاعروں میں سے تھے جو اپنی شخصیت کے ان لطیف پہلوؤں کو اپنی شاعری میں سمودینے کی کما حقہ، قدرت رکھتے تھے۔

مظفر وارثی کے مجموعہ کلام ''کعبہ عشق'' سے نعتیہ کلام نذر قارئین ہے

نعتیہ کلام

مرے خدا تری جانب خوشی سے آیا ہوں
کہ میں مدینہ عشق نبیؐ سے آیا ہوں
وجود جس کا ترے نور سے عبارت ہے
میں سایا ہوں مگر اس روشنی سے آیا ہوں
اٹھو، ادب سے فرشتو، مجھے سلام کرو
محمدِ عربی کی گلی سے آیا ہوں
سنا ہے حشر میں دیدار مصطفیٰ ہوگا
اسی لئے تو بڑی عاجزی سے آیا ہوں
گناہ، گھات میں رہتے ہیں آدمی کی جہاں
میں اس شکارگہِ زندگی سے آیا ہوں
مجھے ندامت و پشیماں، مرے خدا کرنا
کہ پہلے ہی بڑی شرمندگی سے آیا ہوں

نعتیہ کلام

مر کے اپنی ہی اداؤں پہ امر ہوجاؤں
ان کی دہلیز کے قابل میں اگر ہوجاؤں
ان کی راہوں پہ مجھے اتنا چلانا یارب
کہ سفر کرتے ہوئے گردِ سفر ہوجاؤں
زندگی نے تو سمندر میں مجھے پھینک دیا
اپنی مٹھی میں وہ لے لیں تو گہر ہوجاؤں
میرا محبوب ہے، وہ رہبر کون و مکاں
جس کی آہٹ بھی میں سن لوں تو خضر ہوجاؤں
اس قدر عشق نبیؐ ہو کہ مٹادوں خود کو
اس قدر خوف خدا ہو کہ نڈر ہوجاؤں
ضرب دوں خود کو جوان سے تو لگوں لاتعداد
وہ جو مجھ میں سے نکل جائیں، صفر ہوجاؤں
آرزو اب تو مظفر جو کوئی ہے تو یہ ہے
جتنا باقی ہوں، مدینے میں بسر ہوجاؤں

(مرسلہ، شاہد خان، لاہور)

یہ ہیں سب ورق تیری یاد کے

ریڈیو اناؤنسر اور سورہ روم

ہمارے دین میں سب سے اہم چیز ڈسپلن ہے۔ میں تین چار برس پہلے کینیڈا گیا تھا، وہاں ایک یوری انڈریو نامی ریڈیو اناؤنسر ہے۔ اب وہ مسلمان ہوگیا ہے۔ اس کی آواز بڑی خوب صورت آواز ہے۔ میں اس وجہ سے کہ وہ اچھا اناؤنسر ہے اور اب مسلمان ہوگیا ہے، اس سے ملنے گیا۔ وہ اپنے مسلمان ہونے کی وجوہات کے بارے میں بتاتا رہا۔ اس نے مسلمان ہونے کی وجہ بتاتے ہوئے کہا کہ وہ سورۃ روم پڑھ کر مسلمان ہوا ہے۔ میں پھر کبھی آپ کو بتاؤں گا کہ اس کو سورہ روم میں کیا نظر آیا۔ میں نے کہا کہ اب ہمارے حالات تو بڑے کمزور ہیں۔ اس نے کہا نہیں۔ اسلام کا نام تو جلی حروف میں سامنے دیوار پر بڑا بڑا کرکے لکھا ہوا ہے۔ میں نے کہا، نہیں! ہم تو ذلیل وخوار ہورہے ہیں۔ خاص طور پر جس طرح سے ہم کو گھیرا جارہا ہے، اس نے کہا ٹھیک ہے گھیرا جارہا ہے، لیکن اس صورت حال میں نکلنے کا بھی ایک انداز ہے۔ ہم نکلیں گے۔ میں نے کہا ہم کیسے نکلیں گے؟ اس نے کہا کہ جب کوئی پانچ چھ سات سو امریکی مسلمان ہوجائیں گے اور اسی طرح سے چھ سات سو کینیڈین مسلمان ہوجائیں اور ساڑھے آٹھ نو سو کینیڈے نیوین مسلمان ہوجائیں گے تو پھر ہمارا قافلہ چل پڑے گا۔ اسلام ڈسپلن سکھاتا ہے، نعرہ بازی کو نہیں مانتا۔ میں بڑا مایوس، شرمندہ اور تھک سا گیا۔ اس کی یہ بات سن کر اور سوچا کہ دیکھو! ہر حال میں ان کی چڑھ مچ جاتی ہے۔ یہ جو گورے ہیں یہ یہاں بھی کامیاب ہوجائیں گے۔

اسلام، جو ہم کو بہت پیارا ہے، ہم نعرے مار مار کر، گانے گا گا کر یہاں تک پہنچے ہیں اور یہ ہمیں مل نہیں رہا۔ میں نے اس سے کہا کہ اس میں ہمارا کوئی حصہ نہیں ہوگا؟ تو اس نے کہا کہ نہیں! آپ سے معافی چاہتا ہوں کہ آپ کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ یار! ہمارا بھی جی چاہے گا کہ ہمارا بھی اس میں کوئی حصہ ضرور ہو۔ کہنے لگا، ایسا کریں گے کہ جب ہمارا قافلہ چلے گا تو تم بھی بسترے اٹھا کر پیچھے پیچھے چلتے آنا اور کہنا ''جناب! میں بھی مسلمان ہوں''۔ لیکن آپ میں وہ ڈسپلن والی بات ہے نہیں اور دنیا جب آگے بڑھی ہے تو وہ نظم سے اور ڈسپلن سے ہی آگے بڑھی ہے۔

جب اس نے یہ بتایا کہ دیکھئے ہمارے دین میں اوقات مقرر ہیں۔ وقت سے پہلے اور بعد میں نماز نہیں ہوسکتی۔ اس کی رکعات مقرر ہیں۔ آپ مغرب کی تین ہی پڑھیں گے۔ آپ چاہیں کہ میں مغرب کی چار رکعتیں پڑھ لوں کہ اس میں اللہ کا بھی فائدہ اور میرا بھی فائدہ، لیکن اس سے بات نہیں بنے گی۔ آپ کو فریم ورک کے اندر ہی رہنا پڑے گا۔ پھر آپ حج کرتے ہیں۔ اس میں کچھ عبادت نہیں کرنی، طے شدہ بات ہے کہ آج آپ عرفات میں ہیں، کل مزدلفہ میں ہیں۔ پرسوں منٰی میں ہیں اور بس حج ختم اور کچھ نہیں کرنا، جگہ بدلنی ہے کہ فلاں وقت سے پہلے وہاں پہنچ جانا ہے اور جو یہ کرگیا، اس کا حج ہوگیا، کچھ لمبا چوڑا کام نہیں۔ دین میں ہر معاملے میں ڈسپلن سکھایا گیا ہے۔ ہمارے بابے کہتے ہیں کہ ڈسپلن چھوٹے کاموں سے شروع ہوتا ہے۔ جب آپ معمولی کاموں کو اہمیت نہیں دیتے اور ایک لمبا منصوبہ بنا کر بیٹھ جاتے ہیں، اپنا ذاتی اور انفرادی تو پھر آپ سے اگلا کام چلتا نہیں۔

(اردو کے ممتاز ادیب اور معروف افسانہ نگار اشفاق احمد کی ایک تحریر)

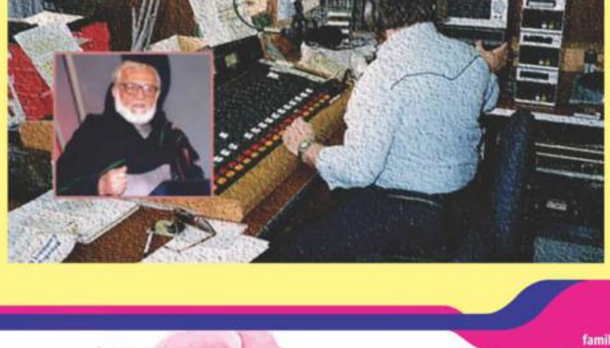

چند لفظوں کی داستان

چرواہے کا بیٹا

یہ سرزمین عرب کے ایک بادشاہ اور اس کے مصاحب خاص کا قصہ ہے جس میں ہمارے لیے ایک سبق پوشیدہ ہے۔ کہتے ہیں ایک روز کسی طرح ایک شخص دربار میں داخل ہونے میں کامیاب ہوجاتا ہے۔ اندر پہنچ کر دیکھتا ہے کہ بادشاہ آج کسی بات پر خوش ہے اور دربار کا ماحول بہت اچھا ہے۔ اس شخص نے بادشاہ کو سلام کرکے عاجزانہ انداز میں اپنا مدعا بیان کرنے کی اجازت طلب کی۔ بادشاہ نے اسے اجازت دے دی۔ اس نے کہا کہ میں بے روزگار ہوں، جو کام مل جاتا ہے، کرلیتا ہوں اور محنت سے جی نہیں چراتا، مگر کچھ عرصے سے قسمت نے یاوری نہ کی اور بہت تنگی سے گزر بسر کرتا رہا، اب نوبت فاقوں تک پہنچ گئی ہے۔

بادشاہ نے اس کی قابلیت پوچھی تو کہا: ''سیاسی (یعنی معاملہ فہم اور دانا) ہوں۔''

بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے شاہی اصطبل کا انچارج بنا دیا جائے۔ حکم کی تعمیل ہوئی اور وہ کام پر لگ گیا۔ چند ہفتے بعد بادشاہ نے اسے طلب کرکے اپنے سب سے چہیتے اور اعلیٰ نسل کے گھوڑے کے متعلق دریافت کیا۔ اس شخص نے جواب شاہی سواری کے لیے مخصوص گھوڑوں کے اصطبل کا انچارج تھا، جواب دیا، ''حضور، وہ نسلی نہیں ہے۔'' یہ سن کر بادشاہ کو تعجب ہوا۔ اس نے سائیس کو بلا کر اس بابت دریافت کیا۔ اس نے بتایا، گھوڑا نسلی ہے، لیکن اس کی پیدائش پر اس کی ماں مرگئی تھی، یہ ایک گائے کا دودھ پی کر زندہ رہا اور اسی کے ساتھ پلا بڑھا ہے۔ بادشاہ نے انچارج سے پوچھا، تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ گھوڑا اصیل نہیں ہے۔؟ اس نے کہا، جب یہ گھاس کھاتا ہے تو گائیوں کی طرح سَر نیچے کرلیتا ہے جب کہ نسلی گھوڑا گھاس منہ میں لے کر سَر کو اٹھالیتا ہے۔

بادشاہ اس کی فراست سے بہت متاثر ہوا۔ اس نے داد اور انعام کے طور پر اصطبل کے رئیس کے گھر اناج، بھنے دنبے اور حلال پرندوں کا عمدہ گوشت بھجوایا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کی ملکہ کے محل میں تعیناتی کا حکم بھی جاری کردیا۔ چند دنوں بعد بادشاہ نے اس مصاحب سے اپنی زوجہ کے بارے رائے مانگی۔ اس نے کہا، طور و اطوار تو ملکہ جیسے ہیں، لیکن ''شہزادی نہیں ہے۔'' یہ سن کر بادشاہ کو بہت غصہ آیا، اور اس نے اپنی ساس جو خود ایک ملک کی ملکہ تھی، کو بلا کر معاملہ اس کے گوش گزار کیا۔ اس نے کہا، حقیقت یہ ہے کہ آپ کے والد نے بچی کی پیدائش پر ہی اس کا رشتہ آپ کے لیے مانگ لیا تھا، لیکن وہ ایک بیماری کے سبب سال بھر ہی زندہ رہ سکی اور ہم نے بادشاہ یعنی آپ کے والد سے تعلق اور قرابت داری کے لالچ میں کسی کی بچی گود لے کر پالی اور اسی سے آپ کی شادی ہوئی ہے۔

اب بادشاہ نے مصاحب سے دریافت کیا کہ ''تم نے کیسے جان لیا کہ میری زوجہ کسی شاہی خاندان کی عورت نہیں ہے۔'' اس نے کہا، ''وہ اپنے خادموں کے ساتھ بدسلوکی میں کسی جاہل سے بھی بدتر ہیں۔''

اب تو بادشاہ نے اس شخص کو دانا اور نہایت عقل مند مان لیا۔ اس نے بہت سا اناج، بھیڑ بکریاں بطور انعام بھی دیں۔ ساتھ ہی اسے اپنے دربار میں خاص منصب عطا کیا۔ کچھ وقت گزرا تو بادشاہ نے مصاحب کو

آیئے! آپ کو بتاتے ہیں

صوبہ سندھ کی قدیم بستیاں اور ان کا فنِ تعمیر

سندھ میں انسانی تہذیب اور فنِ تعمیرات کی تاریخ لگ بھگ پانچ ہزار سال قدیم ہے۔ غاروں میں رہنے والے انسانوں کی ایک نسل نے بعد میں دریائے سندھ کے کنارے بستیاں آباد کیں جن میں کچھ کے آثار اور نشانات جدید دور میں ملے اور اکثر ابھی سندھ کی مٹی میں مدفون ہیں۔ قدیم دور کی تاریخ میں صرف ضلع دادو کی بات کی جائے تو وہاں ''کائی کے غار'' دریافت ہوئے تھے جن میں انسان کے قدموں کے نشانات بھی ملے تھے۔ بعد میں سندھ میں جو تہذیبیں وجود میں آئیں ان میں آمری، کوٹ ڈیجی، ہڑپہ چنہو جوداڑو، موئن جوداڑو وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

قدیم ثقافتیں

قدیم بستیوں اور ان کے آثار میں کوٹ ڈیجی کو دیکھیں تو اس میں مکانوں کے جو کھنڈرات دریافت ہوئے، ان میں پکی اور کچی اینٹوں کی تعمیرات کا علم ہوتا ہے اور ماہرین کے مطابق کوٹ ڈیجی کے قدیم باشندوں سے ہڑپہ یا موئن جوداڑو والوں نے بعض فنی اور دیگر تعمیراتی تصورات لیے۔ ان میں شہر کی منصوبہ بندی، قلعہ بندی اور غالباً مذہبی شعائر اور عقائد بھی شامل ہیں۔ سندھ میں قدیم آثار کی کھدائی کے دوران یہاں سے تین ثقافتی تہذیبوں یعنی آمری، جھکر اور جھانگر تہذیبوں کے آثار دریافت ہوئے ہیں۔ آمری کلچر، ہڑپہ ثقافت کا پیش رو تھا، جھکر اور جھانگر کلچر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ہڑپہ کلچر کے بعد کے عہد سے متعلق ہیں۔

سندھ کا تعمیراتی فن

چانہو جوداڑو کی بالائی سطح پر بھی جھکر اور جھانگر کلچر کی باقیات دریافت ہوئی ہیں اور جھکر کلچر کی تاریخ 1700 قبل مسیح ہے۔ تحقیق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ موئن جوداڑو کے لوگ تعمیرات کے معاملے میں بڑی سوجھ بوجھ رکھتے تھے۔ ان کے مکانات، بازار، عبادت گاہیں اور مکتب کے علاوہ شہر کے بیرونی اور اندرونی راستے اور اہم گزرگاہیں بنانے کے لیے باقاعدہ منصوبہ بندی کی گئی تھی۔ اس وقت بعض تہذیبوں میں نقش و نگاری کا فقدان تھا جیسا کہ موئن جوداڑو میں مگر چند صدیوں قبل جب سندھ کلہوڑا اور تالپر حکمران ہوئے تو نہ صرف عام عمارتوں بلکہ مقابر اور عام قبریں بھی نقش و نگار کے اعلیٰ نمونے کی حامل نظر آتی ہیں۔ موئن جوداڑو ضلع لاڑکانہ میں ہے۔ کاہو جوداڑو ضلع میر پور خاص، چانہو جوداڑو ضلع شہید بے نظیر آباد، ٹھل میر اکن ضلع شہید بے نظیر آباد میں۔ سدھیرن جوداڑو ضلع ٹنڈو محمد خان میں اور برہمن آباد موجودہ ضلع سانگھڑ میں ہے اور خاص عہد یا زمانہ کی نمائندگی کرتے ہیں۔

مذاہب اور فنِ تعمیرات

سندھ میں قدیم دور کے بعد مسلمانوں اور ہندو یا بدھ مت دور میں آباد ہونے والے چھوٹے بڑے شہروں میں بھی خاص طرزِ تعمیر جھلکتا ہے اور یہ ہر دور کے مذہبی عقائد، ان کی مذہبی ثقافت کا عکاس ہے جب کہ سندھ میں اسلام کی آمد کے بعد طرزِ تعمیر میں بھی خاصی تبدیلی آئی۔ محمد بن قاسم نے دیبل کی جگہ بھنبھور شہر کی بنیاد رکھی اور برہمن آباد کی جگہ منصورہ کو آباد کیا۔ سرزمین سندھ میں سب سے پہلے بھنبھور میں مسجد بنائی گئی، جس کے آثار بھی دریافت ہو چکے ہیں۔ عربوں کے بعد سندھ میں ایرانی اور افغانی حکمرانوں نے یہاں اپنے طرزِ تعمیر کو رواج دیا اور اس کی جھلکیاں ٹھٹھہ اور دیگر شہروں میں مساجد اور مزارات میں نظر آتی ہیں۔ سلطان محمود غزنوی نے سندھ میں پہلی مسجد، بھوڈیسر مسجد، ننگر پارکر میں تعمیر کروائی جو اس عہد کا تعمیراتی شاہکار ہے۔ کئی ادوار دیکھنے کے بعد سندھ میں جب مغلوں کے بعد کلہوڑا خاندان کی حکومت قائم ہوئی تو انہوں نے حیدرآباد کو اپنا پایہ تخت بنایا۔ یہاں ان کے عظیم الشان مقابر موجود ہیں۔ ان کے دور میں فنِ تعمیرات عروج پر رہا۔ آج بھی کلہوڑا اور تالپر حکمرانوں کے عہد کے کئی قلعہ، مساجد، اور مقابر سندھ میں موجود ہیں اور انھیں تاریخی حیثیت حاصل ہے۔ (مرسلہ، صوفیہ اکرام، سیالکوٹ)

وہ لکھیں اور پڑھا کرے کوئی

فیضانِ رمضان المبارک

(حفیظ تائب)

خوشا فیضانِ رمضان مبارک
زہے افضالِ غفاری کی لذت
سحر کا لطف ہے اپنی جگہ خوب
مگر اللہ رے افطاری کی لذت
مبارک روزہ داروان شبوں میں
سجود و ذکر و بیداری کی لذت
نبیؐ اس کو کہے ماہِ مواخات
عجب ہے اس میں غم خواری کی لذت
کلامِ حق کا اس میں سننا پڑھنا
عطا کرتا ہے سرشاری کی لذت
یہ روز و شب گزر جائیں نہ بے کار
اٹھا لو رحمت باری کی لذت

ماہِ صیام آ گیا

جلو میں رحمتیں لیے
ہزاروں برکتیں لیے
نرالی عظمتیں لیے
مہِ صیام آ گیا
پیامِ عافیت لیے
نویدِ مغفرت لیے

عجیب منزلت لیے
مہِ صیام آ گیا
فزوں ہے لطفِ ایزدی
سنور رہی ہے زندگی
مٹانے دل کی تشنگی
مہِ صیام آ گیا
نکھر گیا ہے روئے دیں
بڑھی ہے آبروئے دیں
رواں دواں ہے جوئے دیں
مہِ صیام آ گیا
ہوا ہے بند اہرمن
سجا ہے شرع کا چمن
ہے عام فضل ذوالمنن
مہِ صیام آ گیا

(مرسلہ، عبدالرحمٰن، پشاور)

خُوب صُورت زندگی کا راز......

یہ کچھ دن پہلے کی بات ہے، جب دورانِ سفر ایک دم میری نظر ایک موٹر سائیکل سوار پر پڑی، جس کی موٹر سائیکل کی رفتار اچانک ہی جھٹکے کھانے کے بعد کم ہو گئی تھی۔ قریب تھا کہ موٹر سائیکل بالکل رُک جاتی کہ اچانک پیچھے سے آنے والے ایک رکشہ ڈرائیور نے اپنا ایک پیر رکشے سے باہر نکال کر اس کی موٹر سائیکل کے ساتھ ٹکا دیا، جس کے سہارے موٹر سائیکل رواں دواں ہو گئی۔ یہ دیکھ کر احساس ہوا کہ واقعی یہ ہے انسانیت، بے لوث خدمت، ہم دردی، اخلاق، تربیت، رحم دلی،

بھائی چارہ اور مدد کا وہ اَن مول جذبہ، جو آج کے دور میں مفقود ہوتا جا رہا ہے۔ رکشے والے کو موٹر سائیکل سوار نے تو یقیناً دُعا دی ہی ہوگی، لیکن اور بھی نہ جانے کتنے دلوں سے دُعائیں نکلی ہوں گی۔ سچ تو یہ ہے کہ ایک خُوب صُورت زندگی کا راز کسی کو دُعا دینا اور کسی سے دُعا لینا ہی ہے کہ دُعائیں راہ میں آنے والی مشکلات، مصائب اور پریشانیوں کو بہت آسانی سے آسانیوں میں بدل دیتی ہے۔ اس میں کوئی دورائے نہیں کہ دُعا عبادت بھی ہے اور برکت بھی۔ حفاظتی حصار بھی ہے اور معافی کا ذریعہ بھی۔ ویسے تو دُعا کا کوئی رنگ نہیں ہوتا، مگر جب یہ رنگ لاتی ہے، تو زندگی خوشیوں سے عبارت ہو جاتی ہے۔

کچھ لمحوں کے لیے ذہن ماضی میں چلا گیا، جب محبتیں سچی تھیں اور اپنائیت میں کوئی بناوٹ نہ تھی۔ کیا حسین دور تھا، ایک روپے کی پتنگ کے پیچھے میلوں بھاگتے پھرتے تھے۔ گرتے پڑتے، نہ جانے کتنی چوٹیں لگتیں، مگر پھر بھی دوڑتے چلے جاتے تھے۔ آج لگتا ہے کہ وہ پتنگ نہیں، بلکہ خوشیاں حاصل کرنے کا ایک چیلنج تھا۔ واقعی خوشیاں حاصل کرنے کے لیے سب کے ساتھ مل کر، محبتیں چاہتیں بکھیرتے ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے دوڑنا پڑتا ہے۔ دوسروں کے لیے اپنے دل میں حرص، حسد، جلن جیسے منفی جذبات رکھ کر کبھی خوشیاں نہیں ملتیں۔ بچپن اور آج کی اس ''دوڑ بھاگ'' میں زمین آسمان کا فرق آ گیا ہے۔ آج نفرتیں عام ہیں، چہروں پر مُسکراہٹیں سجی ہیں، مگر دلوں میں بُغض بھرا ہے۔

اب نفسا نفسی کے دور میں اگر کوئی کسی کی بے لوث خدمت کرتا نظر آ جائے، تو حیرت ہونے لگتی ہے۔ ہمیں اپنے اگلے پل کا بھروسا نہیں، مگر ذاتی مفاد کی خاطر جھوٹ، غیبت، مکاری، دھوکے بازی کے جال میں اُلجھے جا رہے ہیں۔ اس دور میں رکشے والے جیسے لوگوں کو سلام ہے، جو احساس کی نعمت سے مالا مال ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت کی راہ پر گام زن کرے اور دوسروں کی مدد اور خدمت کرنے کا سچا جذبہ عطا فرمائے۔ آمین۔

(مرسلہ، آفتاب احمد، لاہور)

اقوالِ زریں

☆ اطمینانِ قلب چاہتے ہو تو حسد سے دور رہو۔
☆ جس نے آرام کو پسند کیا وہ جلد تباہ ہوا۔
☆ بہترین عمل دوسروں کو کچھ دینا ہے۔
☆ لوگوں کے خوف سے حق بات کہنے سے نہ رکو کیوں کہ نہ تو کوئی موت کو قریب کر سکتے ہیں نہ کوئی رزق کو دور کر سکتے ہیں۔
☆ جب کوئی ملے اپنے والدین کو دو تو اس طرح دو جس طرح کوئی غلام اپنے آقا کے سامنے پیش کرتا ہے۔
☆ جس کا رابطہ اللہ کے ساتھ ہو وہ ناکام نہیں ہوتا، ناکام وہ ہوتا ہے جس کی امید دنیا سے وابستہ ہو۔
☆ جب تم کو کوئی دعا دے تو اُس سے بہتر کلمہ سے دعا دو یا انھیں لفظوں سے دعا دو بے شک خدا ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔
☆ جس طرح جہالت کی بات کہنے میں خوبی نہیں اسی طرح حق بات میں چپ رہنے میں بھلائی نہیں۔

(مرسلہ، آمنہ ماہم، لاہور)

لمحوں کی حفاظت

کچھ لمحے بڑے قیمتی ہوتے ہیں۔ سیپ میں بند موتی کی طرح ان ڈھکے، چھپے ہوئے کہیں چرا نا لے جائیں۔ جیسے سب لمحے قیمتی نہیں ہوتے ویسے سب لمحے ارزاں بھی نہیں ہوتے۔ ہر لمحے کا اپنا حسن ہوتا ہے۔ ہر لمحہ متقاضی ہے کہ اسے ہر کان سے نہ سنا جائے ہر آنکھ سے نہ دیکھا جائے۔ یہ وہ لمحے ہوتے ہیں جو انسان سب سے محبوب ہستی اللہ رب العزت کے قریب کرتے ہیں۔ چاہے وہ اللہ کی خشیت سے گرنے والے آنسو ہو یا اس ذات کی یاد میں ادا کیا جانے والا سجدہ۔ دونوں انمول ہوتے ہیں۔ دونوں کی حفاظت ضروری ہے۔ از حد ضروری۔ دونوں کو مخلوق سے چھپانا ضروری ہے۔ اللہ جانتا تھا انسان کی کمزوری کو جبھی اس نے اپنے بندوں کو رات کا آخری لمحہ عنایت کیا۔ جب سارا جگ خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہا ہو تو تب اس کے چاہنے والے اس کے آگے سربسجود ہو کر اپنے دل کا غبار

نکالیں۔ اس کی یاد میں آنسو بہائیں۔ اس کی جہنم سے ڈرتے ہوئے جنت کے طلب گار ہوں۔ دنیاوی حاجتوں کے لیے اسی سے مانگیں۔ کسی اور کے در پہ نا جھکیں۔ بلکہ اسی سے فریاد کریں۔

نوٹ (قارئین سے گزارش ہے کہ آئندہ ہفتے اشعار، اقوال'' زندگی '' کے موضوع پر لکھ کر ارسال کریں)

ہنستے مُسکراتے رہیئے

''یہ تیز گام ہے''

میں تیز گام میں سفر کر رہا تھا۔ مسافروں سے پوچھا بہاولپور کب آئے گا مجھے اترنا ہے، مسافروں نے بتایا بھائی یہ تیز گام ہے۔ بہاولپور سے گزرے گی مگر رکے گی نہیں۔ یہ سن کر میں گھبرا گیا مگر مسافروں نے کہا گھبراو نہیں، بہاولپور اسٹیشن سے گزرتے ہوئے یہ ٹرین آہستہ ہو جاتی ہے، تم ایک کام کرنا جیسے ہی ٹرین آہستہ ہو تو تم دوڑتے ہوئے ٹرین سے اتر کر آگے کی طرف بھاگ پڑنا۔ جس طرف ٹرین جا رہی ہے اس طرح کرنے سے تم گرنے سے بچ جاؤ گے۔ بہاولپور آنے سے پہلے ہی مسافروں نے مجھے گیٹ پر کھڑا کر دیا۔ اب بہاولپور آتے ہی ٹرین آہستہ ہوئی تو میں ان کے سمجھانے کے مطابق پلیٹ فارم پر کودا اور کچھ زیادہ ہی تیزی سے دوڑ پڑا۔ اور اتنا تیز دوڑا کہ اگلے ڈبے تک جا پہنچا۔ اگلے ڈبے کے کچھ مسافر دروازے پہ کھڑے تھے۔ میری مدد کی غرض سے ان مسافروں میں کسی نے میرا ہاتھ پکڑا تو کسی نے شرٹ اور مجھے کھینچ کر ٹرین میں چڑھا لیا۔ اب ٹرین رفتار پکڑ چکی تھی اور سب مسافر کہہ رہے تھے ''تم خوش نصیب ہو جو تمہیں یہ گاڑی مل گئی، یہ تیز گام ہے اور بہاولپور میں نہیں رُکتی۔''

نو نقد نہ تیرہ ادھار

ایک لڑکا ایک نائی کی دکان میں داخل ہوا۔ نائی نے پہلے سے موجود گاہک سے کہا کہ یہ لڑکا اس دنیا کا سب سے پاگل لڑکا ہے اور دیکھو میں تمہیں ابھی ثابت کر کے دکھاتا ہوں۔ اس نے اپنی جیب سے ایک بیس روپے کا نوٹ نکال کر ایک ہاتھ پر رکھ لیا اور دو پانچ پانچ روپے والے سکے نکال کر دوسرے ہاتھ پر رکھ لئے اور لڑکے سے کہا کہ تم ان میں سے کیا لینا پسند کرو گے۔ لڑکے نے پانچ روپے والے سکے اٹھائے اور بھاگ گیا۔ کچھ دیر بعد جب وہ گاہک بال کٹوا کر نائی کی دکان سے باہر نکلا تو اس نے دیکھا کہ وہی لڑکا ہاتھ میں آئسکریم لئے آ رہا تھا۔ اس نے لڑکے سے پوچھا کہ تم نے بیس روپے کا نوٹ کیوں نہیں لیا۔ لڑکے نے جواب دیا کہ جس دن میں نے بیس روپے والا نوٹ لے لیا اس دن میں پانچ روپے سکوں سے بھی جاتا رہوں گا

چوہے کا مجسمہ

ایک دن ایک آدمی ایک سٹور میں کچھ خریدنے کے لئے گیا۔ بچوں کے کھلونوں کے سیکشن میں اسے تانبے کا بنا ہوا ایک چوہے کا مجسمہ نظر آیا۔ اسے وہ بہت دلچسپ لگا۔ وہ مجسمہ خرید کر جب سٹور سے باہر نکلا تو کچھ چوہے بھی اس کے پیچھے لگ گئے۔ اس نے ان چوہوں کو نظر انداز کیا اور گھر کی طرف چل پڑا۔ تھوڑی دور چل کر اس نے اپنے پیچھے دیکھا تو چوہوں کی تعداد بڑھ چکی تھی۔ یہ دیکھ کر وہ دریا کے پل کی طرف بڑا اور پل پر پہنچ کر اس نے وہ مجسمہ دریا میں پھینک دیا۔ تمام چوہوں نے اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دریا میں چھلانگ لگا دی۔ وہ آدمی دوڑتا ہوا سٹور میں واپس آیا۔ سٹور والے نے اسے دیکھتے ہی کہا کہ پیسے واپس نہیں ملیں گے۔ اس آدمی نے سٹور کے مالک سے کہا کہ میں پیسے لینے نہیں آیا۔ بس یہ پوچھنا تھا کہ کیا آپ کے پاس کسی سیاستدان کی شکل کا مجسمہ بھی مل سکتا ہے۔

(مرسلہ، شازیہ اسلم، ننڈیا پور)

قارئین کرام متوجہ ہوں

قارئین کرام ہم نے فیملی میگزین میں مختلف نئی چیزیں اور سلسلے متعارف کروائے ہیں۔ ہماری خواہش اور پوری کوشش ہے کہ فیملی میگزین کو زیادہ سے زیادہ دلچسپ' مفید اور ایسے مواد کا حامل بنایا جائے جو پوری فیملی کے لیے کارآمد ہو۔ ہمارے لیے آپ کی رائے بڑی اہمیت کی حامل ہے' آپ ہمیں اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ آپ فیملی میگزین میں کچھ لکھنا یا کسی موضوع پر پڑھنا چاہیں تو ہمیں ضرور آگاہ کریں۔

برائے رابطہ ہفت روزہ فیملی میگزین نوائے وقت۔ 23 شارع فاطمہ جناح لاہور۔

فون: 042-111-123-540' ای میل: family@nawaiwaqt.com.pk

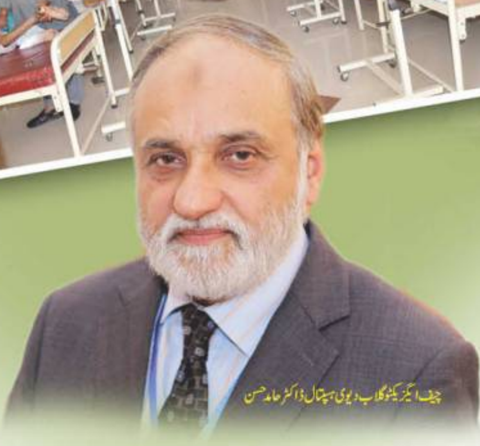

چیف ایگزیکٹو گلاب دیوی ہسپتال ڈاکٹر حامد حسن

خدمت انسانیت کی روشن روایت

گُلاب دیوی ہسپتال

جہاں زرد چہروں پر زندگی کی چمک لوٹ آتی ہے

وقار اشرف

washraf77@gmail.com

پاکستان میں دکھی انسانیت کی خدمت کے حوالے سے معروف اداروں میں گلاب دیوی ہسپتال کا نام سرفہرست ہے جہاں اب تک بلامبالغہ لاکھوں مریضوں کا کامیاب علاج کیا جاچکا ہے۔ یہ ہسپتال 1934ء سے غریب اور نادار مریضوں کے مفت علاج میں مصروف عمل ہے۔ اس ہسپتال کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ لاہور میں تپ دق اور دیگر امراض سینہ کے علاج کا پہلا اور سب سے بڑا مرکز ہے، یہاں وہ مریض لائے جاتے ہیں جن کیلئے سانس لینا بھی دوبھر ہو چکا ہوتا ہے اور کامیاب علاج کے بعد یہی مریض تندرستی کے رنگ چہروں پر سجائے واپس جاتے ہیں۔ امراض سینہ اور خاص طور پر تپ دق کے علاج کیلئے قائم کیا جانیوالا یہ ہسپتال آج کم وبیش ہر مرض کے علاج کا ایک فعال اور مؤثر مرکز بن چکا ہے جن میں چیسٹ اور دل کے علاوہ گائنی، ای این ٹی، آئی، جلد، میڈیسن، سرجری، پلمونولوجی، سائیکاٹری، پیڈیاٹری، آرتھوپیڈک، نیفرالوجی، یورالوجی، اینڈوکرائنالوجی اور گیسٹروانٹرولوجی سمیت دیگر شعبے شامل ہیں۔ اس کا تمام تر انتظام وانصرام مخیر افراد کے تعاون سے کیا جاتا ہے۔ یہ کئی دہائیوں پر محیط انسانیت کی بے لوث خدمت کی ناقابل تردید حقیقت ہے جسے ایشیا کے سب سے بڑے چیسٹ سنٹر ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ گلاب دیوی ہسپتال کی زیادہ سے زیادہ مالی مدد کی جائے تاکہ سنہرے خواب دیکھنے والے موت کے اندھیروں کی نذر ہونے سے بچ جائیں۔ دردِ دل رکھنے والے صاحبانِ ثروت کی جانب سے مالی معاونت کے ذریعے چلایا جانے والا یہ ہسپتال دُکھی انسانیت کیلئے صحت تندرستی اور خوشیوں بھری زندگی کا استعارہ بن چکا ہے۔ گلاب دیوی ہسپتال میں مریضوں کو فراہم کی جانیوالی علاج معالجے کی سہولیات اور خدمات کے حوالے سے گلاب دیوی ہسپتال کے چیف ایگزیکٹو، میڈیکل سپرنٹنڈنٹ اور العلیم میڈیکل کالج کے پرنسپل ڈاکٹر حامد حسن ہونیوالی گفتگو پیش کی جارہی ہے جو خود بھی ایک دردِ دل رکھنے والے انسان ہیں۔

ڈاکٹر حامد حسن نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے بتایا کہ گلاب دیوی ہسپتال ایک مخیر شخص لالہ لاجپت رائے نے اپنی والدہ گلاب دیوی کی یاد میں بنوایا تھا جو ٹی بی کے باعث دنیا سے چلی گئی تھیں۔ ابتدا میں یہ 37 بستروں پر مشتمل تھا اور یہاں صرف عورتوں کا علاج ہوتا تھا۔ گاندھی نے 17 جون 1934ء کو ہسپتال کا افتتاح کیا تھا۔ قیام پاکستان کے وقت یہاں پچاس بستروں کی گنجائش تھی اور اب یہ پندرہ سو بستروں پر مشتمل ایک جدید ٹیچنگ ہسپتال ہے۔ پچاس سے پندرہ سو بستروں تک کا یہ سفر پاکستانیوں نے ہی طے کیا ہے کیونکہ پاکستانی دُنیا بھر میں چیریٹی کے کاموں کے لئے مشہور ہیں اور اکثر تو نام بھی ظاہر نہیں کرتے۔ ہسپتال کے اندر بڑے بڑے وارڈز پاکستانی مخیر حضرات نے بنوائے ہیں ہر وارڈ کے باہر اسے بنانے والے کی تختی لگی ہے جو کسی نے اپنی والدہ کے نام پر بنوایا تو کسی نے اہلیہ کی یاد میں۔ پاکستان بننے کے بعد یہاں مردوں میں ٹی بی کا علاج بھی شروع ہوا، پھر پھیپھڑوں سے متعلقہ بیماریوں بشمول دمہ اور سانس کی بیماریوں کا علاج شروع کیا گیا جن میں پھیپھڑوں کی سرجری بھی شامل ہے۔ پھیپھڑوں میں کینسر کی تشخیص سے لے کر مکمل علاج اور آپریشن تک یہاں کامیابی سے ہو رہے ہیں، نمونیہ کا علاج بھی کیا جارہا ہے۔ ہمارے پاس کئی مریض ایسے بھی آتے تھے جنہیں علامات تو ٹی بی کی ہوتی تھیں لیکن جب چیک اپ کرتے تو انہیں مسئلہ دل کا نکلتا تھا، جب مریض اور اس کے گھر والوں کو بتاتے کہ دل کے ہسپتال جاکر چیک اپ کروائیں تو اکثر مایوس ہو کر گھر واپس چلے جاتے، اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہاں دل کی بیماریوں کا بھی شعبہ قائم کیا گیا جو اب تمام جدید ترین سہولتوں سے آراستہ ہے، یہاں انجیو گرافی، انجیو پلاسٹی، کارڈیوگرافی یہاں تک کہ ایمرجنسی انجیو پلاسٹی بھی ہورہی ہے۔ ہم نے محسوس کیا کہ ٹی بی کے زیادہ تر مریضوں کو اِن ڈور علاج کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ انہیں طویل علاج کی ضرورت ہوتی ہے ہاں جن مریضوں کو واقعی ہسپتال میں رکھنے کی ضرورت ہو انہیں ہسپتال میں رکھیں جس کے بعد ہم نے چیسٹ اور کارڈیک کے علاوہ دیگر امراض کے شعبے بھی شروع کردیئے جن میں اِن ڈور، آؤٹ ڈور اور ایمرجنسی تینوں شعبے کام کر رہے ہیں۔ سارے شعبوں کی فیکلٹی بہت سینئر اور تجربہ کار ہے۔ گلاب دیوی کا میڈیکل کالج العلیم میڈیکل کالج بھی 2017ء سے کام کررہا ہے جہاں سے ایم بی بی ایس کا پہلا بیج پاس آؤٹ ہوکر ہاؤس جاب کررہا ہے۔ میڈیکل کالج سے ہونیوالی آمدن گلاب دیوی ہسپتال کے مریضوں پر ہی خرچ ہورہی ہے۔ ہسپتال کے ساتھ الائیڈ ہیلتھ سائنسز، فارمیسی اور فزیوتھراپی کا کالج بھی کام کررہا ہے، ڈاکٹروں کیلئے 23 کے قریب ٹریننگ پروگرام بھی چل رہے ہیں، دس شعبوں میں ایف سی پی ایس پروگرام چل رہا ہے اور کئی لوگ ایف سی پی ایس کرچکے ہیں۔

ڈاکٹر حامد حسن نے بتایا کہ گلاب دیوی ہسپتال میں آنے والے 90 فیصد مریض غربت کی لکیر سے نیچے آتے ہیں جن کا ہر قسم کا علاج بالکل مفت کیا جاتا ہے کیونکہ اگر ہم یہاں ان کا مفت علاج نہیں کریں گے تو وہ بے چارے مایوس ہو کر گھر چلے جائیں گے کہ ہم نے گلاب دیوی جاکر بھی دیکھ لیا ہمارا علاج شاید اللہ کو منظور نہیں اس لئے ان مریضوں کا مفت علاج کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ بدقسمتی سے ملک کے جو حالات ہیں اس کا اثر گلاب دیوی ہسپتال پر بھی پڑا ہے۔ میری معاشرے کے تمام افراد سے اپیل ہے کہ وہ گلاب دیوی کے ان غریب مریضوں کا خیال کریں اگرچہ وہ پہلے بھی بہت خیال کرتے آئے ہیں لیکن اب خصوصی طور پر اس کی ضرورت ہے تاکہ لوگ علاج کے بعد اپنے پیروں پر کھڑے ہوکر اپنی فیملی کا بوجھ اُٹھا سکیں۔ ہماری مشکلات بڑھنے کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو مہنگائی بہت زیادہ بڑھ گئی ہے ادویات بہت مہنگی ہوگئی ہیں، آکسیجن کی قیمت بار بار بڑھتی ہے، ڈسپوزیبلز بہت مہنگے ہوگئے ہیں، بجلی اور گیس کے بل بہت زیادہ ہو گئے ہیں۔ علاج بھی اب بہت جدید ہوگیا ہے لیکن اسے افورڈایبل بنانے کیلئے پہلے سے زیادہ وسائل چاہئیں۔

ڈاکٹر حامد حسن نے بتایا کہ وقت کے ساتھ مریضوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے 2021-22ء کے دوران چیسٹ او پی ڈی میں 156947 مریض آئے جبکہ 2022-23 میں یہ تعداد بڑھ کر 179945 ہوگئی، اس سال یہ تعداد مزید بڑھ گئی ہے۔ اسی طرح 2021-22ء کے دوران دل کی او پی ڈی میں 40224 مریض آئے 2022-23ء میں یہ تعداد بڑھ کر 45165 ہوگئی اور اس سال مزید اضافہ ہوا ہے۔ گائنی او پی ڈی میں 2021-22ء کے دوران 13949 مریض آئے جو 2022-23ء میں بڑھ کر 18058 تک پہنچ گئے اور اب مزید بہت زیادہ اضافہ ہوگیا ہے۔ یہی صورتحال دوسرے تمام شعبوں کی ہے 2021-22 کے دوران ہم نے 474 انجیو پلاسٹی کی تھیں جبکہ 2022-23ء میں یہ تعداد بڑھ کر 961 ہوگئی اور اس سال مزید اضافہ ہوا ہے۔ کیتھ لیب میں 2021-22ء میں 1859 ٹیسٹ ہوئے جبکہ 2022-23ء میں یہ تعداد 3008 تک پہنچ گئی تھی۔ اب ہم پروسیجرز بھی پہلے سے زیادہ کر رہے ہیں، نئی مشینیں بھی آئی ہیں جس میں نئے وینٹی لیٹرز بھی شامل ہیں۔ کچھ نئی بلڈنگز بھی بنی ہیں جیسے گائنی کا پورا بلاک بنا ہے اور یہ شعبہ چوبیس گھنٹے کام کررہا ہے۔ گائنی میں ہمارے پاس دو یونٹ ہیں جن میں تین پروفیسرز ہیں، اس کے علاوہ بھی ساری فیکلٹی بہت سینئر اور ٹرینڈ ہے۔ گائنی کی ہر قسم کی سروسز چوبیس گھنٹے مہیا کررہے ہیں۔ سرجیکل بلاک بن رہا ہے، میڈیسن، گیسٹروانٹرولوجی اور ریمیٹولوجی کے شعبے پہلے سے بہت زیادہ بہتر ہوئے ہیں۔ انجیوگرافی کی نئی مشین بھی آگئی ہے پہلے والی مشین

ہسپتال کی امداد پیسوں کی نہیں بلکہ مُسکراہٹوں، خوشیوں اور زندگی کی خیرات ہے

50 سے 1500 بستروں تک کا سفر پاکستانیوں نے ہی طے کیا ہے

یہاں علاج کیلئے آنیوالے 90 فیصد مریض غربت کی لکیر سے نیچے آتے ہیں

ٹی بی میں پاکستان کا 5 واں نمبر

گھبرانے کی نہیں بلکہ دوا کھانے کی ضرورت ہے

عالمی ادارہ صحت (ڈبلیو ایچ او) کی رپورٹ کے مطابق پاکستان کا ٹی بی کے مریضوں کی تعداد کے لحاظ سے پانچواں نمبر ہے۔ یہاں ہر تیسرا شخص ٹی بی کا کیریئر (متاثر) ہے۔ ٹی بی سے ہونیوالی اموات بھی سالانہ 60 ہزار کے لگ بھگ ہیں لیکن بروقت اور مکمل علاج سے انہیں بچایا جا سکتا ہے۔ ٹی بی کا فوری علاج کیوں ضروری ہے؟ اس کی تین بڑی وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ جب تک معاشرے میں ایک بھی ٹی بی کا مریض موجود ہے کوئی بھی محفوظ نہیں، ایک مریض 15 سے 18 لوگوں کو یہ بیماری دے سکتا ہے، اس سائیکل کو بروقت اور مکمل علاج کر کے توڑا جا سکتا ہے۔ یہ بیماری زیادہ تر ان لوگوں کو ہوتی ہے جو خاندان کے واحد کفیل ہوتے ہیں، جب وہی بستر پر پڑ جاتا ہے تو پورا خاندان معاشی طور پر تباہ ہو جاتا ہے، یہاں مکمل علاج کے بعد وہ پیروں پر کھڑا ہو جاتا ہے تو اس کا پورا خاندان معاشی طور پر کھڑا ہو جاتا ہے اس لئے مریض کی مالی مدد کرنے کی بجائے اس کا علاج کیا جائے تو خود بخود پوری فیملی کی مدد ہو جائے گی۔ بروقت اور مکمل علاج ہو جائے تو ٹی بی 100 فیصد قابل علاج ہیں۔ معاشرے کی ذمہ داری ہے کہ اردگرد ٹی بی کا کوئی مریض ہو تو اس کا علاج مکمل کروائیں، درمیان میں علاج چھوڑنے کا بہت زیادہ نقصان ہوتا ہے، اکثر لوگ علامات ظاہر ہونے پر علاج شروع کرتے ہیں، جب ایک ڈیڑھ ماہ دوا کھانے کے بعد علامات ختم ہو جاتی ہیں تو وہ دوا چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ بیماری ابھی ختم نہیں ہوئی ہوتی بلکہ زیادہ شدت سے واپس آتی ہے۔ ٹی بی کی چھ سے آٹھ ماہ تک دوا کھانی پڑتی ہے جو ہمیشہ ڈاکٹر کے مشورے سے شروع اور بند کرنی چاہئے۔ یہ لانگ ٹرم ڈیزیز اور متعدی بیماری ہے۔ اگر خدانخواستہ ٹی بی نکل آئے تو گھبرانے کی نہیں بلکہ دوا کھانے کی ضرورت ہے۔ کورس مکمل کر کے وہ شخص خود کو بھی بچاتا ہے اور اپنے عزیزوں کو بھی۔ جہاں تک ٹی بی کی علامات کا تعلق ہے تو اس میں تھوڑا تھوڑا بخار رہتا ہے جو عموماً شام کو زیادہ ہو جاتا ہے، کھانسی علاج کے باوجود دو تین ہفتوں تک ٹھیک نہ ہو رہی ہو، وزن میں کمی ہو رہی ہو یا تھوک اور بلغم میں خون آ رہا ہو تو ایسی صورت میں ڈاکٹر کے پاس ضرور جانا چاہئے جو دو تین ٹیسٹ کرے گا اور پتہ چل جائے گا۔ گلاب دیوی میں روزانہ تقریباً پندرہ سو سے دو ہزار کے قریب مریض او پی ڈی میں آتے ہیں جن میں تیرہ فیصد صرف ٹی بی کے ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر حامد حسن نے بتایا کہ ٹی بی ایک قابل علاج بیماری ہے اور اس کے باوجود ہم اسے مکمل طور پر ختم نہیں کر پا رہے۔ عالمی ادارہ صحت نے 2050ء تک دنیا سے ٹی بی ختم کرنے کا ٹارگٹ رکھا ہوا ہے۔ عالمی ادارہ صحت اس حوالے سے بہت کام کر رہا ہے اور ہم بھی اس کے پارٹنر کے طور پر اپنا بھرپور کام کر رہے ہیں۔ ہماری درخواست ہے کہ اگر کھانسی چل رہی ہے یا بخار ہے، وزن کم ہو رہا ہے اور دو ہفتے سے زیادہ عرصے تک یہ علامات رہتی ہیں تو ٹوٹکوں کے بجائے کسی مستند ڈاکٹر سے اپنا معائنہ کرائیں، وہ فیصلہ کرے گا کہ کہیں ٹی بی تو نہیں ہے۔ جب تک ٹی بی کا آخری مریض موجود ہے ہم میں سے کوئی بھی محفوظ نہیں ہے۔ وقت کیساتھ ہمارے ہاں ٹی بی اور پھیپھڑے کی بیماریاں اس لئے بھی زیادہ ہو رہی ہیں کیونکہ سگریٹ نوشی کی عادت کم ہونے کی بجائے بڑھ رہی ہے، سگریٹ نوشی سے جڑی بیماریوں میں پھیپھڑوں کا کینسر سب سے خطرناک ہے۔ اگر کینسر نہ بھی ہو تو سانس کی بیماریاں عمر کے آخری حصے میں ضرور گھیر لیتی ہیں۔ سگریٹ کا دھواں اور کاربن نہ صرف پھیپھڑوں کو بند کر دیتا ہے بلکہ سانس کی بیماری COPD بھی اس کی وجہ سے ہوتی ہے جو آخر میں کینسر تک لے جا سکتی ہیں۔ سگریٹ نوشی کی وجہ سے پھیپھڑے میں کچھ چینجز آ جاتی ہیں تو پھر واپسی کا سفر نہیں ہوتا۔ سگریٹ نوش خود کو تو تباہ کرتا ہی ہے اردگرد کے لوگوں کو بھی نقصان پہنچاتا ہے جن میں اس کے اپنے چھوٹے چھوٹے معصوم بچے بھی شامل ہیں، وہ سگریٹ کے دھوئیں کو اِن ہیل کرتے رہتے ہیں اور نہ چاہتے ہوئے بھی سگریٹ کے عادی ہو جاتے ہیں اور بڑے ہوتے ہیں تو خود سگریٹ نوشی شروع کر دیتے ہیں یوں ایک سائیکل چلتا رہتا ہے اس لئے سگریٹ چھوڑنا ضروری ہے۔ سگریٹ صرف پینے سے نقصان نہیں ہوتا بلکہ سموکر کے پاس بیٹھنے والے کو بھی اتنا ہی نقصان ہوتا ہے کیونکہ نکوٹین اندر جاتی ہے۔ تمباکو کی ہر شکل ہی نقصان دہ ہے چاہے وہ ای سگریٹ ہی کیوں نہ ہو۔ ایک غلط فہمی یہ بھی ہے کہ حقہ کم نقصان دہ ہے حالانکہ حقہ بھی نقصان دہ ہے، ایک نئی وبا شیشے کی شکل میں آ گئی ہے یہ بھی زہر قاتل ہے۔ معاشرے میں شعور اُجاگر کرنے کی ضرورت ہے کہ سگریٹ نوشی زہر ہے اسے کل نہیں آج چھوڑیں، اس کے بے شمار نقصانات ہیں۔ پھیپھڑے متاثر ہوتے ہیں، دل کے مسائل جنم لیتے ہیں، سانس کی نالیاں تنگ اور دماغ کی نالیاں سکڑ جاتی ہیں۔

ہوا میں آلودگی بھی پہلے سے بہت بڑھ رہی ہے، سموگ ایک نیا فیکٹر آ گیا ہے جس کی وجہ سے بھی سانس کی بیماریاں جلدی ٹھیک نہیں ہوتیں۔ ٹی بی کے مریض کو کھانستے ہوئے احتیاط کرنی چاہیے کیونکہ بیماری کے جراثیم ہوا کے ذریعے دوسرے لوگوں تک جاتے ہیں، بلغم کو صحیح طریقے سے ٹھکانے لگایا جائے، جگہ جگہ نہ تھوکا جائے، کورونا کے دوران جو احتیاطیں کرتے تھے وہ ٹی بی میں بھی اپنائی جائیں اور ماسک لگانا چاہیے۔ اگر ہم سب نے مل کر ماحولیاتی آلودگی کے خاتمے کیلئے کچھ نہ کیا تو ہماری آنیوالی نسلیں ہمیں معاف نہیں کریں گی۔ جس تیزی سے ماحولیاتی آلودگی بڑھ رہی ہے تو خدشہ ہے کہ آئندہ پیدا ہونیوالے بچوں کے پھیپھڑے پوری طرح ڈویلپ ہی نہیں ہو سکیں گے جو بہت خوفناک بات ہے یعنی آنے والی نسلوں کو ہمارے کئے کی سزا بھگتنی پڑے گی۔

ٹی بی لانگ ٹرم ڈیزیز، بروقت اور مکمل علاج سے 100 فیصد قابل علاج ہیں

معاشرے میں جب تک ٹی بی کا ایک بھی مریض موجود ہے کوئی بھی محفوظ نہیں

اردگرد ٹی بی کا کوئی بھی مریض ہو تو اس کا مکمل علاج کروائیں

ٹی بی کی دوا چھ سے آٹھ ماہ کھانی پڑتی ہے جو ڈاکٹر کے مشورے سے بند کرنی چاہئے

بھی چل رہی ہے۔ صحت کارڈ سے ہمیں مریضوں کے علاج میں کافی سہولت ہو گئی تھی کیونکہ ہمارے پاس آنے والا مریض بہت ہی غریب ہوتا ہے۔ اب ہمیں ایک مسئلہ یہ درپیش ہے کہ کچھ شعبوں کو صحت کارڈ سے نکال دیا گیا ہے، ہمیں بھی نجی ہسپتالوں کی کیٹیگری میں رکھا گیا ہے کہ پچاس فیصد مریض ادا کرے، اب ہمارے پاس آنیوالے مریض تو بہت ہی غریب ہوتے ہیں وہ پچاس فیصد کہاں سے دیں ہمیں اس پچاس فیصد کا بھی خود ہی بندوبست کرنا پڑتا ہے کیونکہ ہم مریض کو علاج سے انکار نہیں کر سکتے۔ حکومت کی طرف سے ہمیں جو سالانہ گرانٹ ملتی ہے اس سال ابھی تک بد قسمتی سے وہ بھی نہیں مل سکی جس کی وجہ سے بھی ہمیں بہت زیادہ مالی مسائل کا سامنا ہے اس کے لئے بارہا درخواستیں دی ہیں لیکن ابھی تک اس میں سے کچھ نہیں مل سکا جبکہ مریضوں کی لائن لگی ہوئی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہمارا علاج بالکل مفت کریں، مالی مسائل کی وجہ سے مریض تنگ ہوتا ہے۔

ڈاکٹر حامد حسن نے بتایا کہ ہمارے پاس بیڈز تو 1500 ہی ہیں، پہلے چیسٹ اور دل کے مریض ہوتے تھے اب دوسرے شعبے بھی ہیں جس میں چالیس چالیس بیڈز کے دو میڈیسن کے یونٹ ہیں، میڈیکل آئی سی یو میں تیس بیڈز ہیں، سرجری کے دو وارڈز ہیں، دس بیڈز کا سرجیکل آئی سی یو بھی ہے۔ گائنی کے دو وارڈ ہیں، بچوں کا شعبہ ہے۔ ساڑھے چھ سو کے قریب چیسٹ کے مریضوں کیلئے بیڈز ہیں، H D U میں بھی تقریباً دو سو بیڈز ہیں۔ ہمارے پاس مکمل انفراسٹرکچر ہے، بیماریوں کے علاج میں اللہ کے فضل سے ہمیں مہارت بھی حاصل ہے۔ ہماری کوشش ہوتی ہے کہ مریضوں کی جتنی زیادہ سے زیادہ مدد ہو سکے وہ ضرور کریں لیکن اس وقت ہمارے ہاتھ بندھ جاتے ہیں جب ہمارے پاس وسائل کی کمی ہو۔ مخیر حضرات سے اپیل ہے کہ وہ وسائل کی کمی کو دُکھی انسانیت کے علاج اور خدمت میں آڑے نہ آنے دیں۔ رمضان المبارک اور شعبان میں لوگ اپنے صدقات' زکوۃ اور عطیات دیتے ہیں، گلاب دیوی اس کا سب سے زیادہ حق دار ہے کیونکہ کسی کی مدد کئی طریقوں سے ہوتی ہے، کوئی بھوکا ہو تو اسے کھانا کھلاتے ہیں، مریض ہو تو اس کا علاج کراتے ہیں، مسافر ہو تو بھی اس کی مدد کرتے ہیں لیکن گلاب دیوی کے مریض میں یہ ساری چیزیں ہوتی ہیں۔ وہ غریب بھی ہوتا ہے، لاچار اور مسافر بھی ہوتا ہے اگر ہم کسی مریض کو علاج کر کے ٹھیک کر دیتے ہیں تو وہ صدقہ جاریہ ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اکیلا اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہوتا بلکہ پورا خاندان کھڑا ہو جاتا ہے اس لیے عوام اپنی زکوۃ، صدقات اور عطیات دیتے وقت گلاب دیوی کے غریب مریضوں کا ضرور خیال رکھیں۔ گلاب دیوی ہسپتال میں آنے والے 90 فیصد مریض غربت کی کسی بھی لکیر سے نیچے آتے ہیں جن کا ہر قسم کا علاج بالکل مفت کیا جاتا ہے۔ مخیر حضرات ہسپتال کیساتھ پہلے بھی تعاون کرتے آئے ہیں اب مزید تعاون کی ضرورت ہے کیونکہ علاج بہت مہنگا ہو گیا ہے

چیئرمین مینیجنگ کمیٹی گلاب دیوی ہسپتال سید شاہد علی

انسانیت سے پیار کرنے والے لوگ

گلاب دیوی ٹرسٹ ایک نان گورنمنٹ ادارہ ہے، قیام پاکستان کے وقت لالہ لاجپت رائے کی فیملی ہندوستان چلی گئی تو حکومت پاکستان نے ہسپتال کا نظام چلانے کیلئے ایک مینیجنگ کمیٹی بنا دی بیگم رعنا لیاقت علی خان اس کی پہلی سربراہ تھیں، سید مراتب علی بھی ان کیساتھ تھے، اب سید شاہد علی اس مینیجنگ کمیٹی کے چیئرمین ہیں جو سید مراتب علی کے پوتے ہیں۔ یہ مینیجنگ کمیٹی مخیر حضرات کے ساتھ ساتھ کچھ محکموں کے سیکرٹریز پر مشتمل ہے، یہ سارے انسانیت سے پیار کرنے والے لوگ ہیں۔ حکومت کی طرف سے جو گرانٹ ملتی ہے اس سے سٹاف کی تنخواہیں پوری کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس کے علاوہ ہسپتال کا باقی سارا کام مخیر حضرات کے عطیات سے چلتا ہے۔

قائداعظم اور مادر ملت نے گلاب دیوی کا دورہ کیا

گلاب دیوی ہسپتال کی ایک تاریخی اہمیت یہ بھی ہے کہ تقسیم کے بعد ہندوستان سے آنیوالے زخمی مہاجرین کیلئے کیمپ اسی جگہ بنایا گیا تھا، شاید ان زخمی مہاجرین کی دُعائیں ہسپتال میں آج بھی کہیں معلق ہیں اور شاید یہ ان دعاؤں کا ہی اثر ہے کہ ہسپتال کا نظام کبھی رُکا نہیں۔ قیام پاکستان کے بعد 6 نومبر 1947ء کو بانی پاکستان حضرت قائداعظم اور مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح نے گلاب دیوی ہسپتال کا دورہ کیا تھا۔ اس تاریخی دورے میں انہوں نے ہسپتال کے ڈاکٹرز نرسز اور دوسرے عملے کے اعلیٰ کام کی تعریف اور دُکھی انسانیت کی بے لوث خدمت کو سراہا تھا، ان کے الفاظ تاثراتی بک میں آج بھی محفوظ ہیں۔

■ کامران امجد خان

kamranamjadkhan@gmail.com

سب رنگ

دنیا بھر سے دلچسپ، عجیب و غریب، رنگا رنگ اور حیرت میں گم کردینے والے واقعات و خبریں

1

انوکھا پرس‘ جو ہوا سے تیار کیا گیا ہے

یقین کرنا مشکل ہوگا مگر تصویر میں جو پرس نظر آ رہا ہے وہ ہوا سے تیار کیا گیا ہے۔ جی ہاں واقعی پیرس فیشن ویک کے موقع پر اس انوکھے پرس کو پیش کیا گیا، جو ہوا سے تیار کیا گیا ہے۔ فرانس سے تعلق رکھنے والی کمپنی Coperni نے امریکی خلائی ادارے ناسا کے اشتراک سے ایئر سوائپ بیگ نامی پرس تیار کیا۔ پرس کا 99 فیصد حصہ ہوا جبکہ ایک فیصد گلاس پر مبنی ہے اور اس شفاف بیگ کا وزن محض 33 گرام ہے۔ کمپنی نے بتایا کہ بادل جیسا یہ پرس سلیکا ایرو جیل نامی نانو میٹریل سے تیار کی گئی سب سے بڑی چیز ہے۔ یہ میٹریل زمین کا ہلکا ترین ٹھوس میٹریل ہے اور ناسا کی جانب سے اکثر اسے ستاروں کی گرد جمع کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ کمپنی کے شریک بانی Meyer Sebastien نے کہا کہ یہ سائنسی ہونے کے ساتھ ساتھ شاعرانہ بیگ ہے۔ کمپنی کے چیف ایگزیکٹو Arnaud Vaillant نے اسے کسی بادل جیسا جادوئی قرار دیا۔ کمپنی کا دعویٰ ہے کہ یہ پرس 1200 ڈگری سینٹی گریڈ درجہ حرارت اور اپنے سے 4 ہزار گنا زیادہ دباؤ برداشت کرسکتا ہے۔ فیشن شو کے دوران جب لوگوں کی جانب سے پوچھا گیا کہ کیا ہوا سے بنے اس پرس کے اندر کچھ رکھا جاسکتا ہے، تو کمپنی کا کہنا تھا کہ اس میں اسمارٹ فون رکھا جاسکتا ہے۔ البتہ اسے فروخت کے لیے پیش کیا جائے گا یا نہیں، اس بارے میں کمپنی کی جانب سے کچھ نہیں بتایا گیا۔

2

نایاب بیماری‘ خاتون نے پانی سے الرجی کے باعث نہانا ہی چھوڑ دیا

مریکی ریاست جنوبی کیرولائنا کی ایک 22 سالہ لڑکی نے پانی سے شدید الرجی کا سامنا کرنے کے بعد نہانا ہی چھوڑ دیا۔ غیر ملکی خبر رساں ادارے کے مطابق 22 سالہ لورین نے اپنی بیماری سے متعلق غیر ملکی میڈیا کو بتایا کہ ایک کم عمر لڑکی کے طور پر اس صورتحال کا سامنا کرنا خاصا مشکل ہے۔ رپورٹ کے مطابق لورین دراصل ایک خطرناک قسم کی الرجی ’ کوا ایکوجینک یوریکاریا‘ کا شکار ہیں اس الرجی کے شکار افراد کسی بھی شکل میں پانی کا استعمال نہیں کرسکتے کیوں کہ پانی کے استعمال کے بعد ان کے جسم پر سرخ دھبے یا چھوٹے چھوٹے زخم بن جاتے ہیں، طبی لٹریچر میں اس بیماری سے متعلق 37 ریکارڈ کیسز ہی موجود ہیں جس کے باعث طبی ماہرین اس بیماری کو غیر معمولی قرار دیتے ہیں۔ لورین نے بتایا کہ جب میں شاور لیتی ہوں یا پانی کا استعمال کرتی ہوں تو مجھے شدید قسم کی خارش کا سامنا کرنا پڑتا ہے، یہ صورتحال ایک گھنٹے تک رہتی ہے، مجھے اس الرجی کا سامنا پہلی مرتبہ 12 سال کی عمر میں کرنا پڑا تاہم گزرتے سالوں کے ساتھ میری تکلیف میں اضافہ ہوگیا جس کے تین سال بعد ڈاکٹرز نے مجھ میں الرجی کی تشخیص کی۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ چونکہ مبینہ طور پر الرجی کا کوئی علاج نہیں ہے، اس لیے لورین زیادہ سے زیادہ نہانے سے گریز کرتی ہیں اور جب نہانا بہت ضروری ہوجائے تو وہ نہانے کے بعد جلد سے جلد جسم کو خشک کرنے کی کوشش کرتی ہیں کیونکہ ٹھنڈی ہوا درد کو بڑھا سکتی ہے۔

لورین کا بتانا ہے کہ ایسی صورت میں واحد حل ’باڈی وائپس‘ کا استعمال کرنا ہے کیونکہ یہ وائپس پانی کو اندر جانے سے روکتے ہیں تاہم بدقسمتی سے نہانے سے گریز ہی اس الرجی کیلئے مؤثر نہیں کیونکہ لورین کو سمندری پانی یہاں تک کہ اپنے پسینے سے بھی اس الرجی کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

3

چہل قدمی کرتے ہوئے 7 کروڑ سال پُرانا ڈائناسور کا ڈھانچہ دریافت کرلیا

فرانس میں ایک شخص نے اپنے کتے کے ساتھ چہل قدمی کرتے ہوئے 7 کروڑ سال قدیم ڈائنا سور کا ڈھانچہ دریافت کرلیا۔ فرانس کے علاقے Montouliers میں 25 سالہ ڈیمین بوسکیٹو نے یہ ڈھانچہ 2 سال قبل دریافت کیا تھا۔ ڈیمین بوسکیٹو اور مقامی ماہرین آثار قدیمہ نے اس دریافت کو 2 سال تک چھپا کر رکھا تاکہ ڈھانچے کو چوروں سے محفوظ رکھ سکیں۔ ڈیمین بوسکیٹو کی جانب سے ڈھانچہ دریافت کرنے کے بعد ایک قریبی قصبے Cruzy میں کام کرنے والے ایک ادارے سے رابطہ کیا گیا تھا۔ اس ادارے نے تحقیق کے بعد دریافت کیا کہ یہ ڈھانچہ 30 فٹ بڑے titanosaur کا تھا۔ ویسے تو ماہرین کی جانب سے لاکھوں یا کروڑوں سال پرانی ہڈیوں کو اکثر دریافت کیا جاتا ہے، مگر کسی ڈائنا سور کے مکمل ڈھانچے کی دریافت بہت کم ہوتی ہے۔ اس نسل کے ڈائنا سور سبزہ کھانے کے عادی تھے اور ان کی گردن بہت لمبی ہوتی تھی۔ اس نسل کے ڈائنا سور 15 کروڑ سے 6 کروڑ 60 لاکھ سال قبل دنیا کے ہر حصے میں پائے جاتے تھے۔ ماہرین نے دریافت کیا کہ جو ڈھانچہ ڈیمین بوسکیٹو نے دریافت کیا ہے، وہ 70 فیصد تک مکمل ہے۔ ڈیمین بوسکیٹو نے بتایا کہ وہ کتے کے ساتھ چہل قدمی کررہے تھے جب ایک پہاڑی چوٹی کے کونے پر انہوں نے ہڈیوں کو دیکھا۔ انہوں نے مزید بتایا کہ کئی دن کی کھدائی کے بعد اندازہ ہوا کہ یہ ایک ڈھانچہ ہے۔ محققین جب ہڈیوں پر تحقیقی کام مکمل کرلیں گے تو ڈھانچے کو مقامی میوزیم میں رکھا جائے گا۔ ڈیمین بوسکیٹو نے بتایا کہ انہیں آثار قدیمہ میں بہت زیادہ دلچسپی ہے اور کافی عرصے سے مقامی میوزیم کے رضاکار کے طور پر کام کررہے ہیں۔ انہوں نے گزشتہ سال اپنی ملازمت بھی چھوڑ دی تھی تاکہ قدیم حیاتیات پر ماسٹر ڈگری مکمل کر سکیں۔

4

سپورٹس کار کے چھوٹے ماڈل جو کئی اصل گاڑیوں سے بھی مہنگے ہیں

برطانیہ میں ایک کمپنی ہے جو مشہور اسپورٹس کاروں کے چھوٹے ماڈلز تیار کرنے کی وجہ سے دنیا بھر میں مشہور ہے اور جس کے ماڈلز بہت سی اصلی گاڑیوں سے زیادہ مہنگے ہوتے ہیں۔ برطانوی کمپنی جس کا نام ’Amalgam‘ ہے، مشہور اسپورٹس کاروں کے چھوٹے ماڈلز تیار کرتی ہے جس میں حقیقی اسپورٹ کاروں کی تمام خصوصیات تفصیلاً شامل ہوتی ہیں۔ املگام کی بنیاد 1995 میں شہر برسٹل میں رکھی گئی تھی جس نے دنیا بھر میں اسپورٹس گاڑیوں کے چھوٹے اور تفصیلی ماڈلز کی تیاری کے حوالے سے شہرت پائی۔ کمپنی کی فیراری، لیمبورگنی اور آسٹن مارٹن جیسی اسپورٹس کار کمپنیوں کے ساتھ شراکت داری بھی ہے۔ املگام کو اسپورٹس کار کمپنیوں کی جانب سے گاڑیوں کا ڈیٹا مع ڈیزائنگ کی تصاویر فراہم کی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ املگام کو گاڑیوں کے پینٹ کوڈز اور رنگوں کے نمونوں تک بھی رسائی حاصل ہے۔ املگام ہر گاڑی کو بنانے کے لیے اعلیٰ معیاری تصاویر اور ڈیجیٹل اسکیمز کا استعمال کرتی ہے۔ کمپنی کی 8:1 پیمانے کی گاڑی کو مکمل ہونے میں 10 سے 20 دن لگتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان گاڑیوں کے ماڈلز کی قیمت 30,000 ڈالر تک پہنچ سکتی ہے جو کہ ماڈل پر منحصر ہوتا ہے۔

5

پیکاچو کی تصویر والا کارڈ 16 کروڑ میں فروخت

مشہور ویڈیو گیم اور کارٹون فلم پوکی مون کے کردار ’پیکاچو‘ کی تصویر والا ایک نایاب کارڈ گزشتہ دنوں 9 لاکھ امریکی ڈالر (تقریباً 16 کروڑ پاکستانی روپے) میں آن لائن نیلام ہوگیا۔ واضح رہے کہ پوکی مون گیم جاپانی کمپنی ’نائنٹینڈو‘ نے 1996 میں پیش کیا تھا۔ اس کے مقبول ترین کردار ’پیکاچو‘ کو دنیا بھر میں اس گیم اور فلم کی شناخت بھی سمجھا جاتا ہے۔ نیو جرسی، امریکا کے گولڈن آکشن ہاؤس سے نیلام ہونے والا یہ تشہیری کارڈ جاپانی زبان میں ہے جسے 1998 میں اس وقت پرنٹ کیا گیا تھا کہ جب پوکی مون گیم زیادہ مقبول بھی نہیں تھا اور اسے مارکیٹ میں آئے ہوئے صرف دو سال ہوئے تھے۔ اگلے چند برسوں میں پوکی مون دنیا کے مشہور ترین ویڈیو گیمز میں شامل ہوگیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی مقبولیت اتنی زیادہ ہوگئی کہ پوکی مون گیم کے کرداروں پر مشتمل کارٹون فلم سیریز بھی بنادی گئی۔ پوکی مون کی تشہیر کیلیے چھاپے گئے ان کارڈز میں سے آج صرف چند ہی باقی بچے ہیں مگر ان میں سے بھی بیشتر انتہائی بوسیدہ حالت میں ہیں۔

کامران امجد خان

kamranamjadkhan@gmail.com

تشخیص سے ادویات کی تیاری تک....

آرٹیفیشل انٹیلی جنس بیماریوں کے خلاف ڈھال

کینسر اور الزائمر جیسے موذی امراض کا علاج ممکن ہو جائے گا

دنیا کے نامور محققین کا کہنا ہے کہ مستقبل مصنوعی ذہانت کا ہے اور آئندہ چند برس میں مصنوعی ذہانت ایسے مقام تک پہنچ جائے گی کہ ہر شعبۂ زندگی میں انسان اس کی مدد لینے پر مجبور ہوں گے۔ یہ جدید ٹیکنالوجی انسانوں کو اپنے مقصد کی تکمیل میں بے حد معاونت فراہم کرسکتی ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق 2045ء تک دنیا ایک ایسے مرحلے میں داخل ہوجائے گی، جب مشینیں عقل اور جدت طرازی میں انسانوں سے زیادہ ذہین ہو جائیں گی۔ ''مصنوعی ذہانت'' انسانی دماغ کو بائے پاس کر کے اس سے کئی گنا زیادہ سوچنے، سمجھنے اور پھر عمل کر دکھانے والی مشین کی تیاری کی سائنس ہے۔ اسمارٹ ٹیکنالوجی سے نہ انسان کو لمبے سفر کی ضرورت ہے نہ سرحدوں کی بندش کا سامنا کرنا ہے اور یہ کامیابیاں انسانی ذہانت سے حاصل کردہ مصنوعی ذہانت کی مرہون منت

موذی بیماریوں کو شکست دینے کی امید پیدا ہوگئی ہے۔ اے آئی پر کام کرنے والی گوگل ڈیپ مائنڈ کے سی ای او ڈیمس حیسابس کہتے ہیں کہ انہیں لگتا ہے کہ ہم اس معاملے میں انقلابی پیش رفت کے بہت قریب ہیں۔ ٹیکنالوجی پوڈ کاسٹ ہارڈ فوک میں گفتگو کرتے ہوئے ڈیمس نے کہا کہ ہم دل کی بیماری، کینسر جیسی بڑی بیماری کے لیے حقیقی معنوں میں اے آئی سے تیار کردہ پہلی دوائیں حاصل کرنے سے چند سال دور ہیں۔ آرٹیفیشل جنرل انٹیلی جنس (اے جی آئی) میں آئندہ بڑی پیش رفت یہ ہوگی کہ یہ انسانوں کی طرح علمی صلاحیت حاصل

> اے آئی تشخیص کو تیز اور ایسے علاج تجویز کرسکتی ہے جسے ایک ڈاکٹر نظر انداز کرسکتا ہو: ماہرین

کے لیے اے آئی سے بنی ادویات ہوں گی۔ دوسری جانب جانز ہاپکنز یونیورسٹی کے بلوم برگ اسکول آف پبلک ہیلتھ کی سائنس دان نادیہ اکسیر

آج کے حالات میں مددگار ہے وہ مستقبل میں بھی کارگر رہے گی یا نہیں۔ ان انتباہات کے باوجود صحت کی دیکھ بھال یعنی ہیلتھ کیئر پر اے آئی کا اثر پہلے سے ہی بڑھ چکا ہے۔ اے آئی سے چلنے والی مشینیں تشخیص اور علاج کو بہتر بناتی ہیں جب کہ ڈاکٹرز تصویر کے تجزیے سے لے کر لیبارٹری کے نتائج کی تشریح کرنے تک کے کام کے لیے مصنوعی ذہانت پر

ہیں۔ عالمی سطح پر مصنوعی ذہانت تیز ترین انقلابی ترقی بن گئی ہے، دنیا اب طبی شعبے میں مصنوعی ذہانت پر توجہ مرکوز کررہی ہے۔

مصنوعی ذہانت کے ذریعے سائنس اور ٹیکنالوجی کو فروغ دینے کے لیے انسانی کاوش کو ''آرٹی فیشل انٹیلی جنس'' کہا جاتا ہے۔ یہ اصطلاح سائنس دان جان میک کارتھی نے استعمال کی تھی۔ انہوں نے اس کو ایسی مشینیں بنانے کی سائنس قرار دیا ہے جو ذہانت کی حامل ہوں۔

مصنوعی ذہانت یا آرٹیفیشل انٹیلی جنس (اے آئی) پر ہونے والی پیش رفت تیزی سے طبی منظر نامے کو تبدیل کر رہی ہے جس کے بعد کینسر اور الزائمر جیسی

کرلے گی جس سے علاج اور ادویہ سازی میں انقلاب برپا ہو جائے گا۔ گوگل جیسی بڑی ٹیکنالوجی کمپنیاں پہلے ہی نئی ادویات کی دریافت کے لیے اے آئی اور اے جی آئی کا استعمال کر رہی ہیں۔

ڈیمس کہتے ہیں کہ ہم نے ادویات بنانے والی بڑی کمپنیوں کے ساتھ ڈرگ پروگرامز پر بڑے معاہدوں پر دستخط کیے ہیں اور انہیں امید ہے کہ آئندہ کچھ برسوں میں ہمارے پاس کلینکل ٹیسٹنگ

سمیت کچھ ماہرین نے خبردار کیا ہے کہ مکمل طور پر بیماریوں سے پاک دنیا وہم ہی ہوسکتا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ بیماریوں میں ارتقا کا عمل جاری رہتا ہے۔ اس لیے عالمی وباؤں یا ماحولیاتی تبدیلیوں کے باعث بیماریوں کے بدلتے پیٹرن کی وجہ سے ہم حتمی طور پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ جو ٹیکنالوجی

انحصار کر رہے ہیں۔ تیزی سے تبدیل ہونے والی اے آئی خصوصیات کے ساتھ ڈاکٹرز اور معالجین مستقبل قریب میں تبدیلی کی لہر کی توقع کر رہے ہیں۔

ہارورڈ میڈیکل اسکول میں بائیومیڈیکل انفورمیٹکس کے چیئرزاک کوہانے کا کہنا ہے کہ جس طرح ہم ادویات لیتے ہیں اور صحت کی دیکھ بھال کرتے ہیں، اے آئی میں انسانی صحت کی حالت کو بہتر بنانے کی صلاحیت موجود ہے۔ کوہانے نے کئی ایسے شعبوں کی نشاندہی کی جہاں اے آئی تشخیص کو تیز کرسکتی ہے۔ ایسے علاج تجویز کرسکتی ہے جسے ایک ڈاکٹر نظر انداز کرسکتا ہو۔ یہاں تک کہ ٹیومر کے منفرد جینیاتی

> دنیا کی بڑی کمپنیاں پہلے ہی نئی ادویات کی دریافت کے لیے اے آئی اور اے جی آئی کا استعمال کر رہی ہیں

میک اپ جیسے عوامل کی بنیاد پر علاج کے بارے میں مریض کے ردعمل کی پیش گوئی بھی کرسکتی ہے۔

ان کا کہنا تھا کہ ہم ممکنہ طور پر اے آئی ٹولز کا عروج دیکھیں گے جو مریض کے ریکارڈ میں بتائی جانے والی تبدیلیوں اور اتار چڑھاؤ کو ٹریک کرنے کے قابل ہوں گے اور یہ کسی موجودہ حالت کی بعض پیچیدگیوں کے لیے خطرے کی نشاندہی کرسکتے ہوں گے۔

البتہ یہ پیشرفت دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ چیلنجز بھی لائے گی۔ نادیہ اکسیر جیسے ماہرین اے آئی کے پھیلاؤ میں اضافے سے ہیلتھ کیئر کے موجودہ فرق کے خطرے کی نشاندہی بھی کرتے ہیں۔ اسی طرح اس شعبے میں تیز پیش رفت میں ریگولیٹری فریم ورکس رکاوٹ کا باعث بن سکتا ہے۔

> اے آئی مشینیں تشخیص اور علاج کو بہتر بنا رہی ہیں، لیبارٹری کے نتائج کی تشریح کے لیے بھی مصنوعی ذہانت پر انحصار کیا جارہا ہے

کوہانے کا کہنا ہے کہ بالآخر اے آئی کی ایک منزل ہے اور ہم اس ٹول کے ساتھ جو کچھ کرتے ہیں وہ انسانیت، مجموعی طور پر معاشرے پر منحصر ہے۔ ان کے بقول بہت سے فوائد حاصل کرنے کے لیے سیاسی عزم کی ضرورت ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ اس لحاظ سے اے آئی ایک ذریعہ ہے لیکن تمام بیماریوں کا علاج نہیں ہے۔

وہ چہرے جو حقیقت میں انسان نہیں

تصویر میں موجود چہروں پر پہلی نظر میں کچھ خاص نظر نہیں آتا کیونکہ اس میں بظاہر کچھ بھی خاص نہیں اور یہی چیز اس تصویر کو غیر معمولی بناتی ہے۔ یہ چہرے درحقیقت ایسے افراد کے ہیں جن کا دنیا میں کبھی وجود ہی نہیں تھا۔ جی ہاں واقعی درحقیقت اگر آپ کو لگتا ہے کہ چہروں کا تجزیہ کرنے میں مہارت رکھتے ہیں تو جان لیں کہ بیشتر افراد حقیقی چہروں اور آرٹی فیشل انٹیلی جنس (اے آئی) ٹیکنالوجی سے تیار چہروں کے درمیان فرق نہیں کرپاتے۔ کینیڈا کی واٹرلو یونیورسٹی کی تحقیق میں یہ دعویٰ کیا گیا۔

تحقیق میں دریافت کیا گیا کہ لوگوں کے لیے حقیقی افراد اور اے آئی سے تیار لوگوں کی تصاویر میں فرق کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اس تحقیق میں 260 افراد کو شامل کرکے انہیں 20 تصاویر دکھائی گئیں۔

ان میں سے 10 تصاویر حقیقی افراد کی تھیں جن کو گوگل سرچ سے حاصل کیا جبکہ باقی تصاویر اے آئی امیج جنریٹر پلیٹ فارمز سے لی گئیں۔ ان تصاویر کو دکھا کر لوگوں سے پوچھا گیا کہ ان میں سے کونسی تصویر حقیقی فرد کی ہے اور کونسی اے آئی کی تیار کردہ۔

نتائج سے معلوم ہوا کہ 39 فیصد افراد اے آئی کی تیار کردہ تصاویر کو شناخت کرنے میں ناکام رہے۔ 61 فیصد اے آئی سے تیار افراد اور حقیقی چہروں میں فرق بتانے میں کامیاب رہے مگر یہ شرح محققین کی توقع سے کم تھی، جن کا خیال تھا کہ 85 فیصد افراد ایسا کرسکیں گے۔

یہ آنے والے برسوں میں بہت بڑا مسئلہ ثابت ہوگا کیونکہ اب کمپیوٹر سسٹمز ایسے حقیقی نظر آنے والے چہرے تیار کررہے ہیں جن کا دنیا میں کبھی کوئی وجود ہی نہیں تھا۔ محققین کے مطابق لوگ تصاویر کو شناخت کرنے میں اتنے زیادہ اچھے نہیں جتنا ان کا خیال ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ انٹرنیٹ پر لوگ اسکرولنگ کے دوران تصاویر کو سرسری طور پر دیکھتے ہیں اور ان کے لیے حقیقی چہروں یا اے آئی سے تیار چہروں کے درمیان فرق کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ اے آئی ٹیکنالوجی میں جتنی زیادہ تیزی سے پیشرفت ہورہی ہے، اس کو دیکھتے ہوئے حقیقی یا فرضی تصاویر میں فرق کرنا مستقبل قریب میں لگ بھگ ناممکن ہوجائے گا۔

پاکستانی قوم چیریٹی میں سب سے آگے

گھرکی ٹرسٹ ٹیچنگ ہسپتال

غریب مریضوں کوچوبیس گھنٹے میسر رہنے والا مسیحا

وقار اشرف
washraf77@gmail.com

اگر ہم کسی ہسپتال کو چندہ دیتے ہیں تو یہ پیسوں کی نہیں بلکہ مُسکراہٹوں، خوشیوں اور زندگی کی خیرات ہے جس کی قبولیت میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں ہوتی ہوگی۔ عوام الناس کے مالی تعاون سے مریضوں کی زندگی سے دُکھ، تکلیف اور درد نکال کرانہیں شفا، راحت اور سکون سے بھرنے والے اداروں میں ایک نمایاں نام گھرکی ٹرسٹ ٹیچنگ ہسپتال لاہور کا بھی ہے، یہ ایک خالصتاً غیر سرکاری ادارہ ہے جہاں سے ہر سال ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں آنیوالے مریض شفا پاتے اور ہنستے مُسکراتے اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں۔ یہ اب جدید ٹیچنگ ہسپتال بن چکا ہے جہاں پاکستان کے سب سے بڑے اور پہلے آرتھوپیڈک اینڈ سپائن سینٹر کے علاوہ دوسرے شعبے بھی کام کررہے ہیں جن میں کینسر کے مریضوں کے علاج کیلئے سائبر نائف سنٹر بھی شامل ہے۔ ہسپتال مخیّر حضرات کے عطیات سے چل رہا ہے اور ضرورت اس امر کی ہے کہ گھرکی ٹرسٹ ٹیچنگ ہسپتال کی زیادہ سے زیادہ مالی مدد کی جائے۔

گھرکی ٹرسٹ ٹیچنگ ہسپتال لاہور کے چیئرمین پروفیسر ڈاکٹر عامر عزیز کا شمار نہ صرف پاکستان بلکہ دُنیا کے نامور ترین آرتھوپیڈک اینڈ سپائن سرجنز میں ہوتا ہے اور ان کی موجودگی گھرکی ٹرسٹ ہسپتال کے لئے کسی نعمت سے کم نہیں۔

گھرکی ٹرسٹ ٹیچنگ ہسپتال کے سالانہ فنڈ ریزنگ ڈنر کا اہتمام لاہور کے مقامی ہوٹل میں کیا گیا جس میں چیئرمین اور ممبر بورڈ آف ٹرسٹیز پروفیسر ڈاکٹر عامر عزیز، محسن بلال گھرکی، چوہدری محمد اشرف، میاں محمد اشرف امین، ثمینہ خالد گھرکی، میاں محمد سعید (ڈیرے والے)، چوہدری محمد شکیل، چوہدری عمران مختار گھرکی، محمد شاہد افضل کھوکھر، آصف اقبال گھرکی، موتیا کامران، چیف آپریٹنگ آفیسر محمد نعیم، میڈیکل ڈائریکٹر ڈاکٹر خرم اعجاز، مارکیٹنگ کنسلٹنٹ عاطف خان، ایڈیشنل میڈیکل ڈائریکٹر ڈاکٹر تنویر سمیت مختلف شعبوں سے وابستہ مخیّر افراد کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ اس موقع پر لوگوں نے دل کھول کر عطیات دیئے جو گھرکی ہسپتال میں زیر تعمیر پراجیکٹس اور مستحق مریضوں کے علاج معالجے پر خرچ کیے جائیں گے۔ اس موقع پر چیئرمین گھرکی ٹرسٹ ٹیچنگ ہسپتال پروفیسر ڈاکٹر عامر عزیز نے ہسپتال کے بارے میں تفصیل سے شرکاء کو بریفنگ دی۔ پروفیسر ڈاکٹر عامر عزیز نے گفتگو کا آغاز دعا کیساتھ کیا کہ اے پروردگار فلسطین کے مسلمانوں کی مدد فرما اور جس نے بھی پاکستان کیساتھ دو نمبری کی اسے غرق کردے۔ انہوں نے کہا گھرکی ٹرسٹ ہسپتال کے بورڈ میں سارے لوگ فی سبیل اللہ کام کرتے ہیں بلکہ اللہ کے فضل وکرم سے جو توفیق ہوتی ہے وہ ہسپتال کو مہیا کرتے ہیں۔ گھرکی ہسپتال جس علاقے میں واقع ہے وہ بہت پسماندہ علاقہ ہے، وہاں پینے کا صاف پانی ہے نہ باقاعدہ بجلی کی سہولت میسر ہے، سیوریج کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب گھرکی ہسپتال شروع کیا تو اردگرد کے دیہات سے لوگ ہی یہاں آتے تھے اب پاکستان تو کیا باہر کے ممالک سے بھی مریض ہمارے پاس آتے ہیں۔ برطانیہ میں سپائن سرجری کیلئے تین تین سال انتظار کرنا پڑتا ہے الحمدللہ وہاں سے بھی لوگ آتے ہیں اور یہاں سے آپریشن کرواکر جاتے ہیں۔ ہر کام کیلئے ایک ٹیم کی ضرورت ہوتی ہے اور گھرکی ہسپتال میں میری ٹیم بہت اچھی ہے۔ ہمارے پاس 6 پروفیسرز اور 14 کنسلٹنٹ ہیں جبکہ 54 بچے ایک وقت میں ٹریننگ لے رہے ہوتے ہیں۔

پروفیسر عامر عزیز نے بتایا کہ کچھ لوگوں کی ریڑھ کی ہڈی اژدہا کی طرح ہوتی ہے ان سے عموماً بھیک منگوائی جاتی ہے۔ اس ہڈی کو سیدھا کرنے کیلئے ایک مشین ہمارے اسسٹنٹ پروفیسر سعد نے ایجاد کی اور پوری دنیا میں ایسی کوئی مشین نہیں ہے، اس مشین کی مدد سے ہم آہستہ آہستہ کمر کو سیدھا کرتے ہیں چھ ہفتوں میں کمر سیدھی ہوجاتی ہے اور ہم آپریشن کرکے پیچ وغیرہ لگادیتے ہیں اور مشین اتارلی جاتی ہے۔ آج کل مائیکروسکوپ کے ذریعے Minimally invasive surgery کیلئے دس سے بارہ لاکھ روپے لیے جارہے ہیں جبکہ ہمارے ہاں گھرکی میں بغیر کسی سرجن فیس کے یہ سرجریز ہورہی ہیں اور اسی شام یا اگلے روز مریض کو گھر بھیج دیتے ہیں۔ ایم آئی ایس، مائیکروسکوپ اور اینڈوسکوپ ہر قسم کی سرجریز اللہ کے فضل سے گھرکی ہسپتال میں ہورہی ہے۔ لاہور کے ہسپتالوں میں ڈاکٹر ایک ڈسک نکالنے کے 8 لاکھ لے رہے ہیں یہاں یہ کام 50 سے 60 ہزار میں ہورہا ہے جس میں دوائیوں کا خرچہ بھی شامل ہے۔ کچھ بزرگوں کی ٹانگیں ٹیڑھی ہوتی ہیں اور وہ چلنے سے معذور ہوتے ہیں، ہم آپریشن کرکے گھٹنے تبدیل کرتے ہیں۔ ساڑھے تین لاکھ روپے کا ایک گھٹنہ آتا ہے اور دونوں گھٹنوں کے سات لاکھ ہوگئے ایک سے ڈیڑھ لاکھ کی ادویات آپریشن میں استعمال ہوجاتی ہیں اس طرح دونوں گھٹنے آٹھ ساڑھے آٹھ لاکھ میں تبدیل ہوجاتے ہیں جبکہ لاہور میں دونوں گھٹنے تبدیل کرنے کے چوبیس سے پچیس لاکھ روپے لیتے ہیں۔ کندھے کے جوڑ کی تبدیلی بھی گھرکی میں باقاعدگی سے ہوتی ہے۔ گھروں میں بزرگوں کے کولہے کی ہڈی ٹوٹ جاتی ہے اور ہمارے ہسپتال میں اسی رات مریض کے کولہے کا آپریشن کروایا جاتا ہے۔ ہم نہ صرف کولہے تبدیل کرتے ہیں بلکہ ٹانگوں کو لمبی بھی کرتے ہیں جن کی ٹانگ کٹ جاتی ہے۔ بچوں کے ٹیڑھے پاؤں کے آپریشن بھی سب سے زیادہ گھرکی ہسپتال میں کئے جاتے ہیں۔ ٹوٹے ٹخنوں کے بھی فوری آپریشن کئے جاتے ہیں، ریڑھ کی ہڈی کے فریکچر کا بھی آپریشن اسی رات اللہ کے فضل وکرم سے کردیا جاتا ہے جبکہ مغربی ممالک میں بھی ایسا نہیں ہوتا کیونکہ انکے پاس رات کو ایم آر آئی کرنے کا میکینزم نہیں ہے۔ گھرکی ہسپتال میں کوئی آپریشن بلاوجہ نہیں کیا جاتا اگر ضرورت ہو تو ہی آپریشن کیا جاتا ہے۔ جن لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں کٹ جاتے ہیں ان کے آپریشن بھی ہم کامیابی سے کررہے ہیں لیکن اس میں ضروری ہے کہ حادثے کی صورت میں مریض جلد از جلد ہمارے پاس پہنچ جائے۔

پروفیسر عامر عزیز نے بتایا کہ 2014ء میں ہم نے ہسپتال میں نئے تھیٹرز بنوائے جن کا افتتاح کسی سیاستدان، جج یا جرنیل سے کروانے کی بجائے میری والدہ سے کروایا گیا تھا۔ الحمدللہ یہ دنیا کے جدید ترین آپریشن تھیٹرز ہیں کیونکہ سرجری کیلئے آپریشن تھیٹرز کا بہترین ہونا ضروری ہے ورنہ زخم میں رعشہ پڑجاتا ہے۔ یہ آپریشن تھیٹرز ہم نے جرمنی سے بنوائے اور نعیم گھرکی نے سارا کام کروایا۔ آپریشن کے سامان کی sterilization کا بھی سامان جرمنی سے آیا ہوا ہے۔ یہاں فزیوتھراپی کا بھی ایک بہترین سینٹر کام کررہا ہے۔ مصنوعی ٹانگیں بھی ہمارے پاس نہ صرف موجود بلکہ بازار سے بہت سستی بھی ہیں۔ جن بچوں کی ٹانگیں ٹیڑھی ہوں ان کے فوراً آپریشن نہیں کرتے بلکہ کمپیوٹر کی مدد سے ان کی جیکٹ بناتے ہیں، وہ جب پانچ چھ سال کے ہوں تو آپریشن کرتے ہیں، کمپیوٹر سے جیکٹ بنانیوالا سسٹم بھی پاکستان میں صرف ہمارے پاس موجود ہے۔ ہم ہر سال گلگت بلتستان جاکر سپائن کے آپریشن کرتے تھے پھر ہم نے چھ ڈاکٹروں کو یہاں ٹرینڈ کرکے وہاں بھیجا جو اب وہاں ہر قسم کی سرجریز بہت مہارت سے کررہے ہیں ورنہ پہلے پہاڑوں سے گرکر زخمی ہونیوالوں کو پک اپ وغیرہ میں ڈال کر اسلام آباد لایا جاتا تھا اور ان کے پاس جو دو چار ایکڑ زمین ہوتی تھی وہ علاج معالجے پر اُٹھنے والے اخراجات پورے کرنے کیلئے بک جاتی تھی، اب یہاں سے تربیت یافتہ بچے ہر قسم کے آپریشن وہیں پر کررہے ہیں۔ جوڑوں کی تبدیلی، ٹی بی سپائن اور دیگر آپریشن بھی میرے بچے وہاں کامیابی سے کررہے ہیں۔ یہاں سے تربیت حاصل کرکے تقریباً دوسو ڈاکٹر پورے ملک میں پھیل چکے ہیں اس کے علاوہ بارہ ممالک سے ڈاکٹر آکر بھی یہاں سے آرتھوپیڈک اور سپائن کی ٹریننگ لے کر جاچکے ہیں، باہر سے سینئر لوگ بھی یہاں آکر کام کرتے ہیں۔ یہاں فٹ اینڈ اینکل سرجریز بھی الحمدللہ کامیابی سے ہورہی ہیں۔ امریکہ سے دنیا کے سب سے بڑے فٹ اینڈ اینکل سرجن ڈاکٹر مارک مائیرسن یہاں کئی سال سے آرہے ہیں، وہ دُنیا کے 22 ممالک میں جاکر ڈاکٹروں کو سکھاتے ہیں Mark Myerson کہتے ہیں میں بائیس ممالک میں اپنی جیب سے خرچ کرکے جاتا ہوں لیکن میرا کام کا سب سے اچھا تجربہ گھرکی ٹرسٹ ہسپتال میں رہا ہے۔ گھرکی میں فٹ اینڈ اینکل سرجری اب سارا سال ہوتی ہے بلکہ ہمارے بچے یہاں سے سیکھ کر مظفر گڑھ اور ملتان میں بھی یہ سرجریز کررہے ہیں، کے پی کے میں بھی آپریشن کررہے ہیں۔ گھرکی ہسپتال کی نرسوں اور پیرامیڈیکل اسٹاف کا بھی جواب نہیں ہے جو ہر وقت مریضوں کی دیکھ بھال میں مصروف ہوتے ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر عامر عزیز نے بتایا کہ گھرکی میں ہم

پاکستان کے پہلے آرتھوپیڈک اینڈ سپائن سینٹر ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے

کورونا کے دوران ایک سال میں بارہ ہزار آپریشن کئے جو ایک ریکارڈ ہے

سائبر نائف سنٹر میں چار سو مریضوں کے کینسر کا مفت علاج ہوچکا ہے

نے کینسر کے علاج کیلئے سائبرنائف کا بھی آغاز کیا ہے۔ پہلے یہ سنٹر صرف کراچی میں کام کر رہا تھا، اس مشین کی قیمت چار ملین ڈالر تھی اور لوگوں کے تعاون سے ہم نے یہ مشین خریدی اور اب تک چار سو مریضوں کے کینسر کا علاج یہاں ہو چکا ہے، لوگ سٹریچر پر آتے ہیں اور چل کر جاتے ہیں۔ کینسر کا یہ طریقہ علاج انتہائی مہنگا ہے اور امریکہ میں اس پر ایک لاکھ ڈالر خرچ آتا ہے۔ اس مشین میں شعاعوں کی مدد سے چھوٹے کینسر کو جلاتے ہیں، روایتی شعاعیں نارمل ٹشو کو بھی جلا دیتی ہیں جبکہ یہ Specific کینسر کو جلاتی ہے۔ پوری دنیا میں یہ صرف 250 مشینیں ہیں۔ سائبرنائف میں ایک مریض کے علاج پر تقریباً ایک ہزار ڈالر خرچ آتا ہے۔ الحمدللہ یہ سارے پیسے لوگوں نے دیئے ہیں اور ہمارے پاس ایک ایک پائی کا حساب موجود ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر عامر عزیز نے بتایا کہ ہم گھرکی میں ڈائیلیسز سنٹر بنانے کا سوچ رہے تھے کہ اللہ نے انسان کے روپ میں ایک فرشتہ بھیجا جس نے پورا سنٹر بنا دیا اور وہی چلا رہے ہیں۔ اب تک سترہ ہزار لوگ وہاں سے ڈائیلیسز کروا چکے ہیں جو بالکل مفت کئے جا رہے ہیں۔ گھرکی میں امراض چشم کا بھی سنٹر کام کر رہا ہے۔ بچوں میں بہرے پن کیلئے ایک خاص چیز cochlear implant ہوتی ہے جس کی قیمت بائیس لاکھ روپے ہے، برطانیہ کے ایک خیراتی ادارے International Medical Relief Agency کی ٹیم پچھلے ماہ یہاں آئی اور چھ ایسے امپلانٹس بچوں میں ڈال کر گئی جس کا سارا خرچہ مخیر حضرات کے تعاون سے ہوا۔ دانتوں، میڈیسن، بچوں، جلد، سائیکاٹری، گائنی اور سرجری کے علاوہ معدے وجگر کے شعبے بھی ہمارے پاس موجود ہیں۔ ہماری لیبارٹری کسی بھی لیبارٹری کے معیار کی ہے جبکہ پیسے ہم کئی گنا کم لیتے ہیں وہاں ہر قسم کے ٹیسٹ کوالٹی کنٹرول کے ساتھ ہوتے ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر عامر عزیز نے بتایا کہ جب کورونا کی وبا آئی تو پوری دنیا میں کام تقریباً بند ہو گیا تھا لیکن ہم نے گھرکی ہسپتال میں ایک دن بھی چھٹی نہیں کی اور لگاتار آپریشن کرتے رہے۔ کورونا کے دوران ایک سال میں ہم نے بارہ ہزار کے قریب آپریشن کئے جو شاید ایک ریکارڈ ہے۔ حکومت نے بھی اس دوران چھٹیاں دیدی تھیں لیکن میری ٹیم کے کسی ایک فرد نے یہ نہیں کہا کہ ہم نہیں آ رہے۔ ہم صبح دعا کے ساتھ کام شروع کرتے تھے جس کا ترجمہ یہ ہے "اللہ کی مرضی کے بغیر زمین اور آسمان کی کوئی چیز نقصان نہیں دے سکتی۔" کووڈ کے دوران ہم نے الیکٹیو سرجریز بھی بند نہیں کیں یعنی کسی کے جوڑ تبدیل ہونا تھے تو وہ بھی کئے، میں خود بھی روزانہ آتا تھا اور عید والے دن بھی سرجریز کیں۔ گھرکی ہسپتال میں فارمیسی بھی بین الاقوامی معیار کی ہے جس میں فارماسیوٹیکل کمپنیاں ہمیں 55 فیصد تک رعایت پر ادویات دیتی ہیں ان سے ہونے والی بچت مریضوں کے علاج پر خرچ ہوتی ہے۔ ہمارا آئی سی یو بھی سٹیٹ آف دی آرٹ ہے۔ ہسپتال میں ہر قسم کا ریکارڈ کمپیوٹرائزڈ ہے اور ڈاکٹری نسخہ بھی کمپیوٹر سے نکلتا ہے، امید ہے اس سال کے اختتام تک ہم گھرکی ہسپتال کو کاغذ فری کردیں گے۔ جب ہم شروع ہوئے تو پورے ہسپتال میں صرف ایک کمپیوٹر تھا اور اب ہمارے پاس پانچ سو کمپیوٹر ہیں۔ ہمارے جو ڈاکٹرز دوسرے شہروں میں کام کر رہے ہیں ہم ان سے ٹیلی میڈیسن کے ذریعے رابطے میں رہتے ہیں انہیں کوئی مشکل ہو تو وہ ہم سے رابطہ کرتے ہیں۔ گھرکی میں ایمرجنسی ڈیپارٹمنٹ بھی بہت شاندار طریقے سے کام کر رہا ہے۔ مریضوں کے ساتھ آنیوالے لواحقین کے لئے مسافر خانہ بھی اللہ کے ایک بندے نے بنوادیا ہے جہاں چار سو افراد قیام کر سکتے ہیں اور انہیں ہر قسم کی سہولیات مہیا کی جاتی ہیں۔ ہسپتال کا کیفے ٹیریا بھی سٹیٹ آف دی آرٹ ہے جس کا افتتاح بین الاقوامی شہرت یافتہ فٹ اینڈ اینکل سرجن Mark Myerson نے کیا تھا، اسے نیشنل کالج آف آرٹس کے بچوں نے بالکل فری ڈیکوریٹ کر کے دیا تھا۔ ہم نے ہسپتال میں ایک ایگزیکٹو لاؤنج بھی بنوایا ہے اور افورڈنگ مریض وہاں رہ کر اپنا علاج کرواتے ہیں اور اس سے ہونے والی کمائی ہسپتال میں مریضوں کے علاج پر خرچ ہوتی ہے۔ یہ سب اللہ کے فضل کے بعد پاکستانیوں کی وجہ سے ہوا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر عامر عزیز نے بتایا کہ جب میں 2002ء میں یہاں گھرکی ہسپتال میں آیا تو یہاں آرتھوپیڈک میں دو سال میں صرف 34 آپریشن ہوئے تھے جبکہ اب ہم ایک سال میں پندرہ ہزار آپریشن کر رہے ہیں۔ اس وقت یہاں ایمرجنسی نام کی کوئی چیز نہیں تھی، آؤٹ ڈور میں بھی روزانہ 20 سے 25 مریض ہی دیکھے جاتے تھے ہم نے روز کا آؤٹ ڈور شروع کیا اور اب ہمارا پاکستان کا سب سے بڑا آرتھوپیڈک ٹریننگ پروگرام ہے۔

گھرکی ایم آئی ایس سپائن سرجری کرنیوالا پاکستان کا پہلا ہسپتال ہے

برطانیہ میں سپائن سرجری کیلئے تین سال انتظار کرنا پڑتا ہے وہاں سے بھی لوگ آکر آپریشن کرواتے ہیں

پانچ سالوں میں بارہ لاکھ بہتر ہزار چھ سو تیرہ مریضوں کا علاج کر چکے ہیں

پروفیسر عامر عزیز نے بتایا کہ ہماری ایم آر آئی پرانی ہو گئی تھی، ثمینہ گھرکی نے حکومت سے ہمارے لئے ایم آر آئی منظور کرائی لیکن حکومت بدل گئی اور سب ختم ہو گیا لیکن پاکستانی عوام کے تعاون سے ہم نے نئی ایم آر آئی مشین خریدلی جس کی قیمت 1.1 ملین ڈالر ہے، یہ پہلی ایم آر آئی ہے جس میں آرٹیفیشل انٹیلی جنس بھی ہو رہی ہے۔ اب ہم اپنی سی ٹی سکین بھی اپ ڈیٹ کرنے جا رہے ہیں۔ پورے ملک میں جہاں بھی کوئی آفت آتی ہے تو گھرکی ہسپتال کی ٹیم سب سے پہلے پہنچتی ہے۔ ہمارا سپورٹس میڈیسن کا شعبہ بھی بہت احسن طریقے سے کام کر رہا ہے، ہمارے نرسنگ سکول کی پانچ نرسز نے امتحان میں ٹاپ کیا ہے۔ گھرکی ہسپتال میں پندرہ سو لوگ کام کرتے ہیں اور سب ملازمین کی ہم نے انشورنس کروائی ہے جس میں ان کے والدین، بہن بھائیوں اور بچوں کا بھی کور ہے۔ اگر خدانخواستہ کوئی ملازم فوت ہو جائے تو اس کے بچوں یا بہن بھائیوں میں سے کسی ایک کو ملازمت دی جاتی ہے، رمضان میں ملازمین کو راشن بھی دیتے ہیں۔ ہم نے بنک سے کبھی قرضہ نہیں لیا اور کورونا کے دوران بھی کسی ملازم کی تنخواہ کم نہیں کی بلکہ بڑھائی ہے۔ ہمارا اپنا میڈیکل کالج بھی بن رہا ہے۔ گھرکی ہسپتال میں دل کی بیماریوں کے علاج کا پہلے کوئی انتظام نہیں تھا پھر اللہ نے ایک فرشتہ بھیجا جس نے کہا کہ میں اپنے والدین کے نام پر دل کی بیماریوں کا سنٹر بنا کر دوں گا جس پر ایک ارب روپے کے لگ بھگ لاگت آئے گی، اس کی زمین آ گئی ہے اور اللہ کے فضل وکرم سے جلد کام شروع ہو جائے گا۔ انجیو گرافی کی مشین پاس آ گئی ہے اور عید کے بعد انشاء اللہ انجیو گرافی اور انجیو پلاسٹی شروع کر دیں گے۔ بجلی کے بلوں نے ہماری بھی کمر توڑ دی تھی جس کے بعد ہم نے سولر کی طرف جانے کا سوچا اور بجلی کے بلوں پر خرچ ہونیوالی خطیر رقم بھی مریضوں کے علاج پر خرچ ہوگی۔

پروفیسر ڈاکٹر عامر عزیز نے بتایا کہ میری گزارش ہے کہ جیسے جیسے اللہ ہمیں نوازے ہم اپنا معیار زندگی بڑھانے کے بجائے دینے کا معیار بڑھائیں۔ ہم پچھلے پانچ سالوں میں بارہ لاکھ بہتر ہزار چھ سو تیرہ مریضوں کا علاج معالجہ کر چکے ہیں۔ 2024ء کیلئے ہمارا 607 ملین کا تخمینہ ہے جس کا اللہ بندوبست کردے گا۔ ہمارے پاس ایک ایک پائی کا حساب رکھا جاتا ہے، ہم فنڈ ریزنگ پر اپنی جیب سے خرچ کرتے ہیں اور اکٹھے ہونیوالے سارے فنڈ ہسپتال پر خرچ ہوتے ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر عامر عزیز نے بتایا کہ گھرکی ہسپتال میں سپائن سنٹر دن رات مریضوں کی خدمت میں کوشاں ہے جہاں 24 گھنٹے آپریشن کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ سالانہ اڑھائی لاکھ لوگ آؤٹ ڈور میں آتے ہیں۔ ہمارا آرتھوپیڈک اور سپائن ڈیپارٹمنٹ پاکستان کا سب سے مصروف شعبہ ہے ہم سال میں تقریباً گیارہ ہزار میجر آپریشنز کرتے ہیں۔ یہ پورے ملک کا واحد آرتھوپیڈک اینڈ سپائن سینٹر ہے جسے بین الاقوامی سطح پر تسلیم کیا جاتا ہے، پانچ سالوں میں گیارہ ملکوں سے ڈاکٹر یہاں آکر ٹریننگ لے کر جا چکے ہیں۔ یہ واحد سینٹر ہے جہاں 24 گھنٹے کام ہوتا ہے، ایمرجنسی آتی ہے تو اسی رات سرجری ہوتی ہے جو اور کہیں نہیں ہو رہی۔ روزانہ 30 سے 40 آپریشن کرتے ہیں اور یہاں چھٹی نام کی کوئی چیز نہیں۔ پیدائشی کبڑے پن کا بھی علاج ہوتا ہے اور تقریباً ایک سو آپریشن اس کے ہر سال کر رہے ہیں۔ دنیا میں شاید ہی ایک دو سنٹر ہوں گے جو ہم سے زیادہ آپریشن کرتے ہوں۔ کمر درد collapsed disc کی ہم مائیکروسکوپک سرجری بھی کر رہے ہیں۔ مہروں کی تبدیلی بھی ہوتی ہے۔ ہمارا واحد ہسپتال ہے جو کبڑے پن کے شکار بچوں کی مفت سرجری کرتا ہے، ہر سال تقریباً ایک سوا سے آپریشن کر رہے ہیں بغیر کسی فیس کے جبکہ باہر ایک مریض پر 50 ہزار ڈالر لاگت آتی ہے۔

سالانہ ڈنر کے موقع پر محسن بلال گھرکی نے کہا کہ دکھی انسانیت کی خدمت ہی اصل عبادت ہے اور گھرکی ہسپتال میں غریب و مستحق مریضوں کا مفت علاج کیا جا رہا ہے اور آئندہ بھی اپنے مشن پر قائم ودائم رہیں گے۔ اس سے قبل چیف آپریٹنگ آفیسر محمد نعیم کا کہنا تھا کہ گھرکی ہسپتال ملک بھر سے آنیوالے لاکھوں مستحق مریضوں کو بہترین معیار کے علاج معالجے کی سہولیات مہیا کر رہا ہے۔ گزشتہ سال بھی آپ کے تعاون سے لاکھوں مریضوں کا کروڑوں روپے کی خطیر رقم سے مفت اور رعایتی علاج کیا گیا۔ گھرکی ہسپتال ہر گزرتے دن کے ساتھ ہر شعبے میں ترقی کر رہا ہے۔ مستقبل کے منصوبوں میں گھرکی میڈیکل اینڈ ڈینٹل کالج، کارڈیک سنٹر، نرسنگ اور دیگر پراجیکٹس شامل ہیں۔ گھرکی میڈیکل اینڈ ڈینٹل کالج کے منصوبے پر کام تیزی سے جاری ہے جس کی آمدن غریب طلبہ اور مستحق مریضوں کے علاج پر خرچ کی جائے گی۔

موٹیویشن

آج ہی اپنے احساسات مثبت بنائیے

سوچ پر قابو پائیں ورنہ .....

ذہن پر قابو پانے کا بہترین طریقہ مراقبہ ہے

قاسم علی شاہ

ایک شخص طاقتور بننا چاہتا تھا۔ اسے کسی نے بتایا کہ فلاں پہاڑ پر ایک بابا رہتا ہے، اس کے پاس ایسا منتر ہے جسے پڑھنے سے ہر دلی مراد پوری ہوجاتی ہے۔ وہ آدمی بہت خوش ہوا، اس نے قسم قسم کے کھانے تیار کروائے اور تحائف کے ساتھ بابا کے پاس پہنچ گیا۔ بابا نے آنے کی وجہ پوچھی تو آدمی بولا: ''میں آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوا ہوں تاکہ آپ مجھے کوئی منتر عنایت فرمادیں۔'' بابا کہنے لگا: ''بھائی میں سیدھا سادا بندہ ہوں، میرے پاس کوئی روحانی طاقت نہیں ہے۔'' آدمی کا یقین مزید پختہ ہوگیا کیونکہ اسے کسی نے بتایا تھا کہ حقیقی بابا خود کو چھپاتا ہے، چنانچہ وہ دن رات اس کی خدمت میں مصروف رہنے لگا۔ ایک رات وہ بابا کی ٹانگیں دبا رہا تھا، موقع پا کر اس نے بابا سے مخصوص منتر کے بارے میں پوچھا۔ بابا برہم ہوگیا اور بولا: ''بس کافی ہے، تم جا کر سوجاؤ۔'' آدمی ڈھیٹ تھا، کہنے لگا: ''میں تب تک نہیں جاؤں گا جب تک آپ مجھے کوئی طاقت نہیں دے دیتے۔'' باباجی نے تنگ آکر کہا: ''ٹھیک ہے، میں تمہیں ایک منتر بتاتا ہوں، اسے پڑھنے کے بعد اپنی خواہش کو نو بار دہرانا ہے، تمہارا کام ہوجائے گا، لیکن اس کے ساتھ ایک شرط بھی ہے۔'' آدمی نے متفکر انداز میں بولا: ''کیسی شرط بابا؟'' باباجی نے کہا: ''اس دوران تم نے پیلے بندر کے بارے میں نہیں سوچنا۔'' آدمی خوش ہوا اور بولا: ''جی ٹھیک ہے۔'' باباجی کے ہاتھ چوم کر وہ اسی وقت گھر واپس آیا۔ وہ جلد سے جلد منتر کا جادو دیکھنا چاہتا تھا، چنانچہ وہ کمرے میں گیا اور منتر پڑھنے کے لیے بیٹھ گیا۔ اس کی توجہ بھٹک رہی تھی اور بار بار اس کے ذہن میں پیلے بندر کی تصویر ابھر رہی تھی جسے وہ جھٹک دیتا اور اپنی خواہش کے بارے میں سوچنے لگتا۔ کچھ دیر بعد اسے یوں لگا جیسے کھڑکی سے کئی بندر جھانک رہے ہیں۔ اس نے اپنی خواہش پر توجہ دی لیکن کچھ دیر بعد اسے محسوس ہوا کہ اس کے سامنے بہت سے بندر بیٹھے ہیں اور بری شکلیں بنا کر اسے چڑا رہے ہیں۔ تنگ آکر اس نے منتر پڑھنا چھوڑ دیا اور سونے لگا لیکن بندروں کا تصور اس کی جان نہیں چھوڑ رہا تھا۔ ساری رات اسی کشمکش میں گزر گئی۔ صبح سویرے وہ باباجی کے پہنچا تو بابا مسکرا کر بولا: ''کیا ہوا، بندروں نے پریشان تو نہیں کیا؟'' آدمی کا غصہ آسمان کو چھونے لگا اور کہنے لگا: ''یہ کیا مذاق ہے، میں پاگل ہو رہا ہوں، میں نے آپ کو اپنا استاد مانا لیکن آپ نے مجھے فیض دینے کے بجائے عذاب میں مبتلا کردیا۔'' بابا بولا: ''غلطی تمہاری ہے، میں نے تمہیں خبردار کیا تھا کہ میرے پاس کوئی روحانی طاقت نہیں ہے لیکن تمہارا اصرار تھا کہ مجھے کوئی منتر دو، میں تمہیں سکھانا چاہ رہا تھا کہ تمہارے پاس ذہن کی صورت میں بھرپور طاقت موجود ہے، تمہیں کسی منتر کی ضرورت نہیں، تمہارا ذہن اس وقت ایک بگڑا ہوا غلام ہے اسے تربیت دو تو یہ تمہارے لیے بند راستے بھی کھول دے گا۔''

انسانی ذہن اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی طاقت ہے۔ اس کی بدولت انسان ایسی حیرت انگیز ایجادات سامنے لاتا ہے کہ دنیا حیران رہ جاتی ہے، آج کی ترقی یافتہ ایجادات اس کی بڑی مثال ہیں لیکن اس کی عادت ہے کہ یہ ''نہیں'' (No) کو نہیں سمجھتا۔ آپ اگر سوچیں گے کہ مجھے نقصان ہوگا تو ذہن کو اس جملے میں ''نہیں'' کا لفظ سمجھ نہیں آتا اور اسے لگتا ہے کہ آپ یہ سوچ رہے ہیں کہ مجھے نقصان ہوگا۔ ذہن الفاظ سے زیادہ تصویروں کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس کے سامنے تصویروں کی شکل میں جو منظر آتا ہے وہ اسی کے بارے میں سوچنا شروع کردیتا ہے۔

تحقیق بتاتی ہے کہ انسان روزانہ 68 سے 70 ہزار تک خیالات سوچتا ہے۔ یہ تمام وہ خیالات ہیں جن کی بنیاد پر ہماری زندگی بنتی بھی ہے اور بگڑتی بھی۔ ایک لمحے کے لیے سوچیں کہ اگر کسی انسان کے مجموعی خیالات منفی ہوں تو اس کی زندگی کس قدر اذیت میں ہوگی۔ البتہ اطمینان کی بات یہ ہے کہ اپنی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لیے ہمارے پاس روزانہ ستر ہزار مواقع ہوتے ہیں، شرط یہ ہے کہ اپنے خیالات پر نگرانی رکھی جائے؟ سوال یہ ہے کہ کیا کوئی شخص اپنی ناپسندیدہ سوچ کو ختم کرسکتا ہے؟

جواب ہے: نہیں، ایسا نہیں ہوسکتا۔

خدانخواستہ کسی دن آپ کو اسکول سے فون آجائے کہ آپ کے بچے کو کچھ ہوگیا ہے تو ایسے میں آپ کی ذہنی کیفیت کیا ہوگی؟ عین ممکن ہے کہ آپ کے بچے کی تھوڑی سی طبیعت خراب ہو لیکن اسکول پہنچنے تک آپ کے ذہن میں بیسیوں خدشات پیدا ہو چکے ہوں گے۔ آپ دنیا بھر کی طاقت لگا کر بھی اس وقت اس سوچ کو ختم نہیں کرسکتے۔ میرے بہت ہی پیارے دوست نعیم بٹ ایک دفعہ بتا رہے تھے کہ انہیں جیل میں سزائے موت کے قیدیوں سے بات چیت کرنے کا موقع ملا۔ نعیم بٹ نے انہیں توبہ کے متعلق قرآن و حدیث سے کچھ چیزیں بتائیں اور کہا کہ آپ کے پاس موقع ہے، موت سے پہلے پہلے توبہ کرلیں۔ بات ختم کرکے انہوں نے سامعین سے پوچھا کہ آپ میری بات سمجھ گئے؟ وہ لوگ حیرانی سے ان کی طرف دیکھتے رہے۔ نعیم بٹ نے دوبارہ پوچھا کہ میں نے آپ کی بھلائی کی بات کی ہے، آپ کو سمجھ آگئی؟ وہ لوگ بولے: ''نہیں، ہماری آنکھوں کے سامنے دن رات ایک ہی چیز ہوتی ہے، پھانسی کا پھندا، ہمیں نہیں معلوم آپ کیا بول رہے ہیں۔''

آپ کو یاد ہوگا بچپن میں جب ہم اسکول سے کسی تفریحی مقام پر سیر کے لیے جاتے تھے تو یہ سوچ ہمارے ذہن پر مکمل طور پر طاری ہوجاتی تھی اور رات کو خوشی کے مارے نیند بھی نہیں آتی تھی۔ ان مثالوں سے سوچ کی طاقت معلوم ہوتی ہے اور یہ چیز بھی واضح ہوجاتی ہے کہ ہم ایک خیال کو بھی ذہن سے نہیں نکال سکتے۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ آپ کسی چیز کے بارے میں فیصلہ کریں کہ میں آئندہ اس کے بارے میں نہیں سوچوں گا۔ آپ جتنا زیادہ خود کو بچائیں گے اسی قدر وہ سوچ آپ کے ذہن میں آئے گی۔ البتہ اس کی ایک بہترین صورت ''منازعت خیال'' والی تدبیر ہے جس میں آپ بار بار آنے والے منفی خیال کو ختم تو نہیں کرسکتے لیکن اسے مثبت خیال سے تبدیل کرکے خود کو پرسکون کرسکتے ہیں۔

ذہن کی دو حالتیں ہیں۔

(1) خیالات کو مسلسل سوچتے رہنا

جیسے بھینس منہ چباتی رہتی ہے اسی طرح ذہن بھی ایک خیال کو پکڑ کر اسے سوچتا رہتا ہے، اس لیے ذہن کا جائزہ لیتے رہا کریں اور جب بھی آپ کو محسوس ہو کہ آپ کا ذہن مسلسل ایک ہی طرح کا خیال سوچ رہا ہے تو اسے بدلنے کی کوشش کریں۔

(2) بندر کی طرح اچھل کود کرنا

کبھی ایک خیال سوچنا، اسے چھوڑ کر دوسرا خیال پھر تیسرا سوچنا۔

جب آپ کو ذہن کی یہ حالتیں معلوم ہوجائیں تو پھر اس پر قابو پانا آسان ہوجاتا ہے۔ یہ بات یاد رکھیں کہ ذہن ہر وقت مصروف عمل ہوتا ہے۔ یہ کبھی نہیں رکتا، یہاں تک کہ خواب میں بھی نہیں۔ ہماری تمام تشنہ خواہشات اور ادھوری تمنائیں خواب میں پوری ہوتی دکھائی دیتی ہیں۔ معروف ماہر نفسیات سگمنڈ فرائیڈ کہتا ہے کہ ''خواب ہمارے ذہن کا Safety Wall ہے، اگر خواب نہ ہو تو ہم پاگل ہوجائیں۔''

نیند خدا کا بہت بڑا انعام ہے۔ اس دوران ذہن ایک شاندار کام سرانجام دیتا ہے، ہم دن بھر میں جتنی معلومات حاصل کرتے ہیں سونے کے بعد دماغ اس تمام ڈیٹا کو تحت الشعور تک پہنچاتا ہے اور شعور پر خیالات کے دباؤ کو بڑی حد تک کم کرتا ہے۔ جب ہم جاگتے ہیں تو ہمارا ذہن تازہ اور پرسکون ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس انسان کو نیند نہیں آتی وہ ذہنی بیمار بن جاتا ہے۔ نیند کا دوسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ یہ انسان کے غم کو ہلکا کردیتی ہے۔ کسی کا کوئی قریبی عزیز فوت ہوجائے اور وہ غم سے نڈھال ہو تو ڈاکٹر اسے نیند کا انجکشن لگاتے ہیں تاکہ وہ سوجائے اور اس کی غم کی شدت کم ہوجائے۔

اپنے ذہن پر قابو پانے کا بہترین طریقہ مراقبہ ہے۔ آپ جب بھی ذہن کا مشاہدہ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ میرے ذہن میں کیا چل رہا ہے تو خیالات کا سلسلہ کچھ لمحوں کے لیے رک جاتا ہے لیکن ذہن کا مشاہدہ کرنے کے لیے آپ کو پرسکون ہونا پڑے گا، بھاگ دوڑ میں آپ ایسا نہیں کرسکتے۔ سوچ کا مشاہدہ کرنے کے لیے پیچھے دیکھنا پڑتا ہے اور اپنے من میں جھانکنا پڑتا ہے۔ نماز کے دوران سر نیچے رکھنے کے پیچھے بھی یہی حکمت ہے کہ آپ کا دل و دماغ آپ کے قابو میں ہو اور اسے رب کے حضور پیش کردیں۔

خیال کیسے پیدا ہوتا ہے؟

خیال (Thought) احساس (Feeling) سے پیدا ہوتا ہے۔ ہم جب کسی احساس کے تحت سوچنا شروع کرتے ہیں تو ایک خیال پیدا ہوتا ہے اور تھوڑی دیر بعد اس خیال کے بچے پیدا ہونے لگتے ہیں اور یہ سلسلہ بہت طویل ہوجاتا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ اگر خیالات کی بنیاد معلوم ہوجائے تو انہیں پکڑنا آسان ہوجاتا ہے۔ اگر آپ کے احساسات درست ہیں تو آپ کے خیالات بھی خوشگوار ہوں گے اور اگر احساسات مثبت ہوں گے تو خیالات بھی مثبت ہوں گے۔ اس نکتے کو دو مثالوں سے سمجھتے ہیں۔

آپ صبح بیدار ہوئے، اللہ کا شکر ادا کیا۔ وضو کرکے عبادت کی اور فارغ ہوئے تو شریک حیات آپ کے لیے اورنج جوس کا گلاس لے آئی۔ کچھ دیر بعد آپ دونوں نے مل کر ناشتہ کیا۔ آپ دفتر کے لیے تیار ہوئے تو بیگم آپ کے لیے شاندار قسم کا پرفیوم لے کر آئی، آپ نے وہ لگایا، ٹائی باندھتے ہوئے بیگم نے آپ کی مدد کی، آپ کا کوٹ بھی درست کیا، آپ کو موبائل اور گاڑی کی چابیاں پکڑائیں اور مسکرا کر دروازے پر رخصت کیا۔ آپ گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہونے لگے تو اس وقت آپ سر سے پاؤں تک اچھے احساسات سے بھرے ہوئے تھے۔ سڑک پر کوئی تیز آواز سے ہارن بجاتا ہے، کوئی آپ سے آگے بڑھتا ہے، آپ کو کوئی پرواہ نہیں ہوتی حتیٰ کہ دفتر میں اگر آپ کے باس غصے سے بھرے ہوئے بیٹھے ہوں اور پہنچتے ساتھ ہی آپ کو کوسنا شروع کردیں تب بھی آپ کہیں گے، کوئی بات نہیں کیونکہ آپ کے اندرونی احساسات مثبت ہیں۔

دوسری مثال اس کے برعکس ہے۔ آپ نے دھڑام کی آواز سنی اور گھبرا کر اٹھ بیٹھے۔ کچھ لمحوں کے بعد ساتھ والے کمرے سے آپ کی بیگم کے چلانے کی آواز آرہی تھی۔ وہ تیسری بار بچوں کو جگانے کے لیے آئی تھی لیکن بچے ابھی تک بستر میں پڑے ہوئے تھے۔ بیگم انہیں کھری کھری سنا رہی تھی اور ساتھ میں آپ کو بھی کوس رہی تھی۔ آپ باہر نکلے تو بیگم نے خونخوار نظروں سے آپ کو دیکھا اور بولی ''جائیے، ناشتہ لے کر آئیے، گیس نہیں ہے۔'' جیسے تیسے آپ قریبی مارکیٹ گئے، وہاں بھرپور رش تھا، کافی انتظار کے بعد آپ کا نمبر آیا، آپ ناشتہ لے کر گھر آئے لیکن بیگم کی کھری کھری باتیں ابھی تک جاری تھیں۔ اسی ماحول میں آپ نے دو چار نوالے کھائے، کپڑے بدلے اور اس کے بعد دفتر کے لیے نکلے۔ اب راستے میں اگر آپ کے سامنے دنیا کا حسین ترین منظر بھی آجائے تو وہ آپ کو متاثر نہیں کرسکے گا۔ دفتر میں دوستوں کا مسکرا کر ملنا اور باس کی خوشگوار طبیعت بھی آپ کو خوش نہیں کرسکے گی کیونکہ آپ کے اندرونی احساسات منفیت سے بھرے ہوئے ہیں۔

یاد رکھیں، جب آپ اچھا سوچتے ہیں تو ہر چیز اچھی لگنے لگتی ہے اور جب آپ برا سوچتے ہیں تو ہر چیز بری لگنے لگتی ہے۔

ہماری سوچوں کی تعداد 70 ہزار ہے جبکہ احساسات دو طرح کے ہیں۔ منفی یا مثبت البتہ ان کی مزید شاخیں ہیں جن کی تعداد 30 سے 60 تک ہیں۔ غور کریں کہ ستر ہزار سوچوں کو پکڑنا آسان ہے یا پھر 60 احساسات کو۔ یقیناً آپ کا جواب ہوگا کہ احساسات کو پکڑنا زیادہ آسان ہے۔ تو آج سے ہی اپنے احساسات مثبت بنائیے۔ آپ کن احساسات سے خوش ہوتے ہیں، انہیں لکھیے، انہیں خود پر طاری کرنے کی کوشش کیجیے اور مزید ایسے احساسات بھی تلاش کیجیے جو آپ کے باطن کو خوش کردیں۔ خود کو منفی احساسات سے دور رکھیے تو آپ کی سوچیں بھی اسی بنیاد پر مثبت ہوجائیں گی اور آپ منفی سوچ کی بھول بھلیوں میں گرفتار ہوکر ذہنی مریض بننے سے بچ جائیں گے۔

☆☆☆

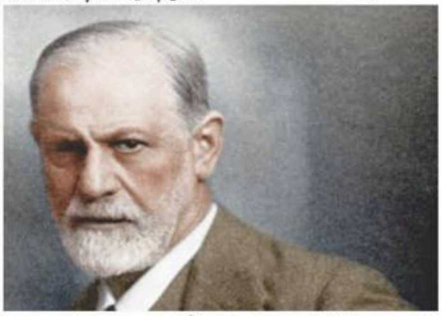

زندگی خوشگوار بنانے کیلئے ہمارے پاس روزانہ ستر ہزار مواقع ہوتے ہیں شرط یہ ہے کہ اپنے خیالات پر نگرانی رکھی جائے

جب ہم اچھا سوچتے ہیں تو ہر چیز اچھی اور جب برا سوچتے ہیں تو ہر چیز بری لگنے لگتی ہے

ہمارے پاس ذہن کی صورت میں بھرپور طاقت موجود ہے اسے تربیت دے کر بند راستے کھولے جاسکتے ہیں

انسان روزانہ 68 سے 70 ہزار تک خیالات سوچتا ہے جن کی بنیاد پر ہماری زندگی بنتی اور بگڑتی ہے

ہم بار بار آنیوالے منفی خیال کو ختم تو نہیں کرسکتے لیکن اسے مثبت خیال سے تبدیل کرکے خود کو پرسکون کرسکتے ہیں

ہم دن بھر میں جتنی معلومات حاصل کرتے ہیں سونے کے بعد دماغ یہ ڈیٹا تحت الشعور تک پہنچاتا اور شعور پر خیالات کا دباؤ بڑی حد تک کم کردیتا ہے

خودی نہ بیچ

■ نوشابہ اختر

قسط:1

اتوار بازار جانا اور وہ بھی بہت صبح میرا ہمیشہ سے دل پسند شغل رہا ہے اور یہ وقت تقریباً وہی ہوتا ہے جب ابھی اتوار کے پھل سبزی کے ریٹ دینے والے بھی شاذ و نادر ہی آئے ہوتے ہیں۔ گاہک بھی بہت کم ہوتے ہیں تو آرام سے اپنی پسند کی سبزی اور پھل چن کے لینے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی اور مزے کی بات یہ ہے کہ جب بھی میرے ننھے منے مہمانانِ گرامی یعنی بچوں کے بچے آئے ہوئے ہوں تو وہ ضرور اتوار بازار جانا پسند کرتے ہیں اور یہ چیز ان کے لئے بڑی تفریح کا باعث ہوتی ہے کہ سبزی' پھل اور اس کے ساتھ ساتھ گدھا گاڑیاں بھی اتوار بازار کی رونق ہوتی ہیں پھر ان کے چھوٹے چھوٹے سوال مجھے بہت مزہ دیتے ہیں۔

اس روز بھی میں اپنے دھیان پھل دیکھنے میں مصروف تھی کہ ننھے منے ہاتھوں کے لمس نے مجھے چونکا دیا۔ میں نے مڑ کے دیکھا تو بمشکل آٹھ نو سال کا بلکہ اس سے بھی کم عمر کا ایک لڑکا گلے میں چھوٹی سی ٹرے لٹکائے مجھے اپنی طرف متوجہ کر رہا تھا لنڈے بازار کی چھوٹی سی شرٹ اور پاجامہ نما پتلون میں اس کے جسم میں دوڑنے والی سردی چھپ نہیں رہی تھی اور وہ اُمید بھری نگاہوں سے میری جانب دیکھے جا رہا تھا۔ اور میں اس کی طرف دیکھتے دیکھتے کئی سال پیچھے ماضی کی ایک فلم دیکھنے میں گم ہو چکی تھی۔ اس نے مجھے یوں گم صم دیکھ کر میرا ہاتھ ہلایا اور اس کی برف کی مانند یخ ہاتھ نے ماضی کے دریچوں کو بند کرتے ہوئے مجھے حال کی تلخیوں میں لوٹ آنے پر مجبور کر دیا۔

اس کی ٹرے میں پڑی چیزوں میں میری ضرورت کی کوئی بھی چیز نہیں تھی۔ لیکن اس کی نس نس سے پھوٹتی مجبوریوں کی داستان مجھے ایک نہیں ساری ہی چیزیں لینے پر مجبور کر رہی تھی۔ سردی کی شدت سے اس کے جسم کی بوٹی بوٹی مجھے پکار پکار کر کہہ رہی تھی۔ اگر تم ایک دادی یا نانی ہو تو مجھے بھی اپنی شفقتوں کی موٹی سی چادر میں چھپا لو۔ اگر تم صاحب حیثیت ہو تو اپنے بچوں کی طرح میری بھی کفالت کرو۔ صدقات سے' زکوٰۃ سے یا پھر خیرات سے۔ لیکن مجھے زمانے میں بھٹکنے کے لئے نہ چھوڑو۔

میں اس کی نظروں کی تاب نہ لا کر لرز گئی ہمارے ملک میں جہاں ہمارے لیڈران بچوں کے متعلق بڑے بڑے بیان دیتے ہیں اپنے گرم گرم مہمان خانوں میں گرما گرم کافی' چائے یا پھر سوپ کی چسکیاں لیتے ہوئے ان بچوں کے بہترین مستقبل کے لئے تقریریں کرتے ہیں انہوں نے کبھی اس ٹھنڈے یخ ہاتھ کا لمس بھی محسوس کیا ہے۔ الیکٹرک کمبلوں اور امپورٹڈ رضائیوں میں دبک کر سوتے ہوئے ایک پھٹے پرانے کمبل میں سونے والے لاکھوں بچوں کے متعلق کوئی ٹھوس قدم اٹھایا ہے۔

نہیں' وہ تو سونے کے وہ بھاری بھر کم چمچ منہ میں لے کر پیدا ہوئے جوان کے سیاستدان آباؤ اجداد نے قوم کا خون چوس چوس کر جمع کئے اور ان کے منہ میں ڈالے تھے۔ انہیں کیا خبر کہ کندھے پر چھوٹا سا تھیلا ڈالے علی الصبح کتنے بچے کوڑے کے ڈھیروں سے کاغذ' بوتلیں' ٹین اور ڈبے چنتے ہوئے اپنے ہاتھ کو گند میں لہولہان کرتے ہیں اور پھر بڑی بڑی توندوں والے ان سیٹھوں کے ترازوؤں میں رکھ کر امید و بیم کی سولی پر چڑھ جاتے ہیں کہ دیکھیں کیا قیمت لگتی ہے اور پھر چند روپے لے جا کر جب نشے میں ڈوبے باپ کی موجودگی میں خستہ حال ماں کے ہاتھ پر وہ رقم رکھتے ہیں تو باپ کا بہت زوردار تھپڑ بھی کھانے کو ملتا ہے۔ اس گونج دار آواز کے ساتھ لاٹ صاحب دے پتر! تیرے ہتھاں وچ جان نئی سی کہ وڈیاں چیجاں کڈ لیندا۔

اور تھپڑ رسید کرنے والا وہ باپ اپنے جاندار ہاتھوں سے وہ روپے کپکپاتی بیوی کے ہاتھوں سے چھین کر باہر نکل جاتا ہے تاکہ اپنا نشہ پورا کرنے کا سامان کر سکے۔

یہ قلم جانے کیوں راستہ کھوٹا کرنے لگتا ہے۔ جا کہیں اور رہی ہوتی ہوں اور یہ کہیں اور ہی لے کے چل پڑتا ہے۔ بات اس بچے کی تھی جو گلے میں ٹرے لٹکائے آدھی آستین کی خستہ حال شرٹ پہنے دسمبر کی یخ بستہ ہواؤں کی زد میں ایک خزاں رسیدہ پتے کی طرح لرز رہا تھا اور میں اس کی ٹرے میں رکھی چیزوں کو دیکھ کر سوچ رہی تھی کہ یہ سب اس بازار میں اس سے کون خریدے گا۔ چھوٹے بچوں کے منے منے سے کھلونے' سیفٹی پن کا پیکٹ' ہیئر پنز' لاسٹک کے پیکٹ اور ...... اور تو مجھے یاد بھی نہیں۔

پھر میں نے اس سے لاسٹک اور ہیئر پنز خریدیں جن کی قیمت بیس روپے تھی اور اسے سو کا نوٹ پکڑایا تو وہ بولا۔

''آنٹی جی! میرے پاس تو کھلا نہیں ہے ابھی تو آپ نے ہی سب سے پہلا سودا لیا ہے نا۔''

میں نے پیار سے اس کا گال تھپتھپایا۔ ''یہ تم رکھ لو اور گھر میں کچھ سودا لے جانا۔''

''لیکن یہ تو میری قیمت نہیں ہے آنٹی اور میں بھیک نہیں لیتا'' اور یہی وہ لمحہ تھا جب میں کئی سال پیچھے اس جیسے ایک اور بچے کے پاس جا کھڑی ہوئی۔

''میں بھیک نہیں لوں گا بیگم صاحب! اپنی مزدوری لوں گا۔'' اس کی آواز کی خود اعتمادی پر میں چونک اٹھی۔

''مگر آپ کو میں بھیک تو نہیں دے رہی آپ کی مدد کر رہی ہوں۔'' میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تو وہ مسکرا دیا۔

''بات تو ایک ہی ہے نا بیگم صاحب! اگر میں نے بھیک ہی مانگنا ہوتی تو اپنے باپ کی طرح بھیک مانگنے کا فن سیکھ لیتا' اداکار بن جاتا۔ آنکھیں ٹیڑھی کرنے کی اداکاری' گونگا بننے کی اداکاری' معذور بننے کی اداکاری لیکن میں بھیک منگا نہیں بننا چاہتا میں محنت مزدوری کر کے عزت کی روٹی کماؤں گا۔''

یہ اکیسویں صدی کا اوائل تھا۔ مشرف کے مارشل لاء کا زمانہ اور وہ گیارہ بارہ سال کا لڑکا اپنی عزت نفس کے تار تار آنچل کو سمیٹ کر آبرومندانہ زندگی گزارنے کا متمنی تھا۔

میں اس کی باتوں سے بہت زیادہ IMPRESS ہو چکی تھی ''کہیں پڑھتے ہو'' میں نے سوال کیا تو وہ مسکرا دیا۔

''جی بیگم صاحب! میں ساتویں کلاس کا طالب علم ہوں پانچویں کے امتحان میں وظیفہ لیا ہے اور ہماری ٹیچر بتاتی ہیں کہ روز حشر بھیک مانگنے والوں کے چہروں پر گوشت نہیں ہوگا اور وہ بہت بھیانک ہوں گے۔''

میں نے اسے بہت پیار کیا اور اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے پھر ملنے کی امید دلائی تو وہ مسکرا دیا۔ ''انشاء اللہ ضرور ملیں گے۔'' اس زمانے میں موبائل فون اتنا عام نہیں تھا کہ ہر ایک کے کان سے لگا ہوتا اور گھر والوں کو علم تھا کہ میں اتنی دیر میں سامان لے کر لوٹ آتی ہوں اس لئے تھوڑی فکرمند تھی کہ دیر ہو گئی ہے اور وہ سب ناشتہ پر میرے منتظر ہوں گے۔

وہ اپنے سودے بیچنے کے لئے اور میں سودا لینے کیلئے اپنی اپنی راہ پر چل پڑے۔

کئی اتوار گزر گئے وہ مجھے نظر نہیں آیا اور وقت کے تقاضوں میں ڈوبی میں شاید اسے بھلا چکی تھی کہ ایک سکول سے میری دوست نے مجھے دعوتی کارڈ بھیجا کہ سکول کی سالانہ تقسیم اسناد کا جلسہ ہے اور تم نے اس کی صدارت کے فرائض ادا کرنے ہیں۔

یہ پرائیویٹ سکول کافی وسیع علاقے میں پھیلا ہوا تھا۔ اور بہت WELL MAINTAINED بھی تھا میرا اس سکول جانے کا پہلی بار کا اتفاق تھا۔

بہرحال جلسہ شروع ہو گیا۔ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ اناؤنسر نے آواز لگائی۔

''اب کلاس ہشتم کے فاتح عظیم تلاوت قرآن پاک کے لئے تشریف لاتے ہیں۔

سکول یونیفارم میں انتہائی سمارٹ ایک لڑکا سٹیج پر آیا اس نے نہایت ادب سے ٹیچر کو شکریہ کہا اور السلام علیکم کہہ کر تلاوت شروع کر دی۔

فاتح عظیم نام' آواز کا زیروبم' بے حد شاندار تجوید کے ساتھ تلاوت اور سورہ رحمٰن کی آیات ایک مسحور کن فضا تھی کہ جیسے سب سانس لینا بھول چکے تھے۔ ''فبای الاء ربکما تکذبٰن'' کی تکرار فضا کو اور بھی خوبصورت بنا رہی تھی۔

تلاوت کے بعد اس نے ان آیات کا ترجمہ بیان کیا اور تھوڑا سا ایک طرف ہو کر ادب سے سر جھکا کے کھڑا ہو گیا۔

اناؤنسر نے دوبارہ اناؤنسمنٹ کی۔

میں فاتح عظیم سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ مسدس حالی کے چند اشعار جو دراصل نعت ہی ہیں سنا دیں۔

فاتح عظیم نے مائیک سنبھالا۔ ٹیچر کو جھک کر شکریہ کہا اور

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والے

شروع کی تو ایک سماں باندھ دیا۔ اس لڑکے کی آواز میں کوئی سوز تھا۔ ہر آنکھ اشکبار ہو رہی تھی۔ یوں جیسے پرندے بھی چہکنا بھول چکے تھے۔ سکول کی فضا ہی نہیں یوں لگ رہا تھا ساری دنیا میں یہ آواز گونج رہی ہے۔

اُتر کر حرا سے سوئے قوم آئے
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لائے
رہا ڈر نہ بیڑے کو موج بلا کا
ادھر سے ادھر پھر گیا رُخ ہوا کا

آخری شعر کی تین بار تکرار کے بعد پھر پہلا مصرع دہرا کر فاتح عظیم نے اپنا سر جھکایا۔ آنسو پونچھے اور مائیک ٹیچر کو دے کر سٹیج سے نیچے چلا گیا۔

اس لڑکے اور سال پہلے ملنے والے اتوار بازار والے لڑکے میں کتنی زیادہ مشابہت تھی۔ میں اس ڈور کو سلجھانے میں لگ گئی۔

''میں محنت مزدوری کر کے عزت کی زندگی گزارنا چاہتا ہوں'' اس کی آواز کی بازگشت میرے چاروں طرف گونج رہی تھی۔ ''بھیک منگوں کے چہروں پر گوشت نہیں ہوگا۔'' دوسری آواز گونجی۔

''اگر بھیک ہی مانگنا تھی تو میں اپنے باپ سے اداکاری سیکھ لیتا۔ بھکاری بننے کی اداکاری۔''

''یہ وہی لڑکا ہے۔'' میرا دل کہہ رہا تھا۔ ''وہ بھی تو پچھلے سال ساتویں کلاس میں تھا۔''

''نہیں مگر اس سکول کی فیس حالات کے تقاضے مختلف تھے۔ میں اسی سوچ میں غلطاں تھی کہ تقسیم اسناد اور انعامات کا وقت آ گیا۔

اور یہ واقعی فاتح عظیم تھا کہ اس نے ہر مضمون میں اپنی انفرادیت کو برقرار رکھتے ہوئے انعام حاصل کیا اور تالیوں کی گونج میں اس نے آخری انعام Best student of the year کا لیا تو تالیاں رُکنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔ اس کے بعد سکول کی پرنسپل نے خود آگے بڑھ کر ایک اناؤنسمنٹ کی۔

معزز مہمانانِ گرامی اور پیارے بچو! میں اس بہادر لڑکے فاتح عظیم کو کلاس نہم کی پورے سال کی فری تعلیم کا انعام دے رہی ہوں کیونکہ یہ بچہ کسی امیر کبیر گھرانے کا نہیں ہماری ایک سکول ورکر فاطمہ الزہرا کا چشم و چراغ ہے اور اپنی محنت سے حاصل کردہ رقم سے سکول کے واجبات ادا کرتا ہے مجھے یقین ہے کہ یہ نام کا ہی نہیں اس سکول کا بھی فاتح عظیم کہلائے گا۔''

تالیوں کی گونج میں فاتح عظیم اپنی والدہ کا ہاتھ تھامے سٹیج پر آیا۔ اس نے سر جھکا کر سب کو السلام علیکم کہا اور پرنسپل کی طرف رُخ کر کے اجازت طلب الفاظ میں گویا ہوا۔

''اگر آپ اجازت دیں میڈم تو میں بچوں سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔''

''ضرور بیٹا! آپ ضرور کہیں۔''

وہ مسکرایا۔ ''میرے والد بھیک مانگنے کے فن کار تھے اور چاہتے تھے کہ میں بھی اس فنکاری کو سیکھ کر بہترین بھکاری بن جاؤں لیکن یہ میری والدہ محترمہ میرے لئے ایک آہنی دیوار بن گئیں۔

''راجا! میں تمہیں ایک بات بتا دوں۔ میرا بیٹا بھیک نہیں مانگے گا۔ میں اسے دنیا میں سر اُٹھا کر زندہ رہنا سکھاؤں گی۔''

یہ وہ جملے تھے جن کو سن کر میرا باپ آگ بگولا ہو گیا اور اس نے میری ماں کو مار مار کر ادھ موا کر دیا۔ میں ننھی سی جان ایک کونے میں سکڑا سمٹا بیٹھا رو رہا تھا کہ آج میری ماں مر جائے گی۔'' اس کی گھٹی گھٹی سی سسکی نے فضا میں ارتعاش پیدا کیا لیکن پھر وہ سنبھل گیا۔

''دوستو! میری ماں نے اکثر اتنی اتنی مار کھائی کہ شاید تب اس کا سارا وجود زخم ہی زخم تھا۔ لیکن اس روز تو وہ بالکل ہی لرز گئی جب میرے باپ نے میری ماں سے کہا۔ ''تُو ایسے نہیں مانے گی میں اب اس کی ٹانگ توڑ کر سڑک پر بٹھاؤں گا پھر یہ میرا کماؤ پوت بن جائے گا۔

''راجے تُو ایسا کبھی نہیں کرے گا۔ تُو ذرا صبر تو کر پھر دیکھ تیرا پتر واقعی کماؤ پوت بن جائے گا۔ عزت کی روٹی کما کر لائے گا۔ تجھے تخت پہ بٹھائے گا۔''

لیکن یہ سب سن کر میرے باپ نے غصے سے تھوک دیا۔ ''ہونہہ عزت کی روٹی۔ اس روٹی میں کیا کیڑے پڑے ہیں سردی گرمی سہہ کر ہی تو کماتے ہیں۔''

اور میں اس رات بہت رویا۔ میں جب آنکھیں بند کرتا مجھے لگتا میرا باپ کلہاڑی سے میری ٹانگ توڑ رہا ہے لیکن اللہ کے بعد میری ماں کا کٹا پھٹا آنچل میرے لئے سیسہ پلائی دیوار بن گیا۔ وہ لوگوں کے گھروں میں کام کے لئے جاتی اور مجھے ساتھ لے کے جاتی وہ جتنے پیسے کما کے لاتی میرے باپ کے ہاتھ پر رکھ دیتی اور وہ غراتا رہتا۔ ''یہ کم ہیں اور لاؤ جہاں سے مرضی لاؤ ورنہ اپنے اس عظیم فاتح کو میرے سپرد کر دو۔''

''خبردار اگر تم نے اسے ہاتھ بھی لگایا تو میں سیدھا تمہیں پولیس کے حوالے کروں گی'' میری ماں شیرنی بن جاتی تھی اور میں سوکھی روٹی کھا کر بھی طاقتور ہوتا جا رہا تھا۔

پھر اماں نے مجھے ایک ٹرے سجا کر دینی شروع کر دی اور میرے اندر یہ احساس اُجاگر کر دیا کہ کما کر کھانا ہی عزت کی زندگی ہے۔

دوستو! اگر میں ساری داستان سناؤں تو شاید عمر گزر جائے بس اتنا بتا دوں کہ اللہ نے انسان میں اچھائی کی طرف جانے والی مشکلات پر قابو پانے کی بہت زیادہ صلاحیت رکھی ہے بس دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے اللہ پر توکل اور صبر و ثابت قدمی اور میری ماں نے یہ دو چیزیں اپنے روئیں روئیں میں اُتار لی تھیں۔ جو مجھے کہانیوں کے ذریعے منتقل کی جا رہی تھیں۔

یہ کوئی کالج سکول کی پڑھی لکھی خاتون نہیں ہیں ایک گاؤں میں رہنے والی' ایک مسجد کے مولوی صاحب سے قرآن سیکھنے والی اور ان کی باتوں کو سمجھنے والی خاتون نے میرے اندر قطرہ قطرہ عزت نفس کی شیرینی بھر دی۔

ایسی ہی ایک ماں کی داستان سنا کر اجازت چاہوں گا۔ جس نے اپنے بیٹے سے رقم لیتے وقت یہ نہ پوچھا کہ تُو نے کہاں نوکری شروع کی ہے۔ وہ لڑکا جب بہت بڑا جیب تراش بن گیا اور ماں کو ہزاروں لا کے دیتا رہا تو ماں خوش ہوتی رہی پھر وہ پکڑا گیا جیل کی سلاخوں کے پیچھے بند اس لڑکے کی ماں جب روتی دھوتی اسے ملنے کے لئے جیل میں گئی اور ہائے میرا پوت کہہ کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرنا چاہا تو لڑکے نے اس ماں کے ہاتھ پہ کاٹ لیا جس پر سب دیکھنے والوں نے اس پر تھوتھو کی۔ تو اس لڑکے نے کہا مجھ پر نہیں میری ماں پر تھوکو جس نے پہلے دن پیسے میرے ہاتھ سے لیتے ہوئے یہ جاننے کی کوشش ہی نہ کی کہ اس کا پت کہاں کا لاٹ صاحب لگ گیا ہے جو پہلے دن ہی اتنی تنخواہ لے آیا ہے۔ اس نے ایک بار بھی مجھ سے نہ پوچھا اور میں آگے بڑھتا گیا ماں کی پوچھ گچھ اس کا سمجھانا مجھے راہ راست پر لا سکتا تھا۔ آج میں جو بھی ہوں اس ماں کی وجہ سے ہوں۔''

(جاری ہے)

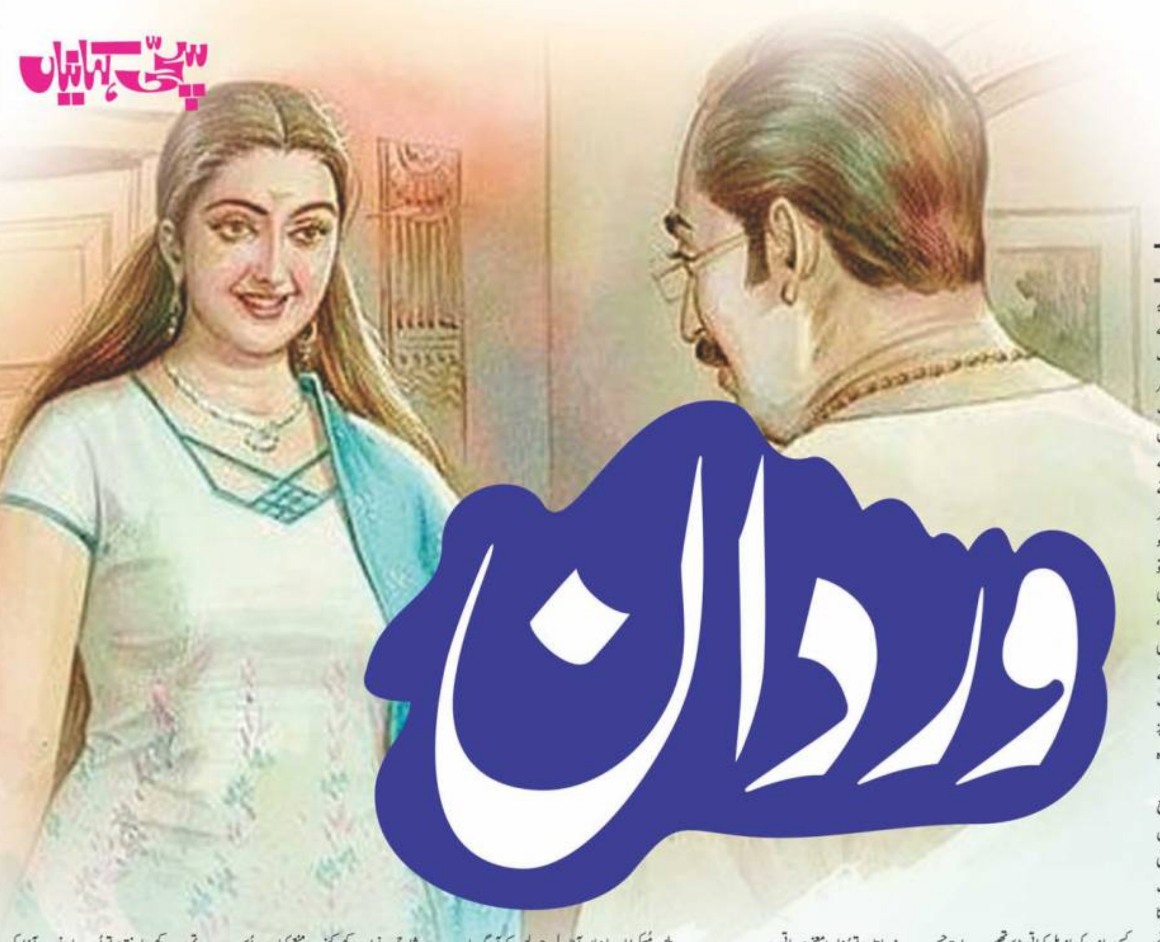

وردان

آسناتھ کنول

قسط: 4

وہ افسوس سے سوچنے لگی کوئی بچہ ہی ہو جاتا۔ تو یہ آفت نہ آتی اس پر۔ جلدی کر چل آجا۔ کتنے کام پڑے ہیں۔ پتہ نہیں شاہ جی کو کس نے شکایت لگا دی۔ اب ان کا حکم نہ ماننا بھی گناہ ہے۔ چل بڑی چادر لے کر سر منہ ڈھانپ لے۔ لوگ نہ دیکھیں۔ اُس نے چپ چاپ ایک بڑی سی سیاہ چادر سے خود کو ڈھانپ لیا۔ بس آنکھیں ننگی تھیں جو حال دل کہتیں تھیں۔ شادی کے بعد پہلی مرتبہ وہ گھر سے باہر نکلی تھی۔ پاس سے گزرتے لوگ حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ کئی عورتوں نے رُک کر پوچھا بھی تھا۔ شاہ جی نے بُلایا ہے وہ فخر سے سب کو بتاتی جاتی تھی۔ شاہ جی کا بلانا بھی کوئی معمولی واقعہ تو نہیں تھا۔ سارا گاؤں اُن کا احترام کرتا تھا۔ اُنھیں کسی ولی اللہ کا درجہ حاصل تھا۔ اُن کا گھر موسمی اناج، سبزیوں، دودھ اور پھلوں سے بھرا رہتا۔ اُن کی بیوی سیدہ زلیخا شاہ بھی کچھ پڑھی لکھی عورت تھی۔ گاؤں کے بچوں کو قرآن پاک پڑھاتی، درس دیتی۔ عید شب برأت پر ان کی اہمیت دوچند ہو جاتی۔ دوا دارو، تعویز دھاگہ۔ پانی پر دم سب کچھ چلتا کہ گاؤں کے کم عقیدہ لوگوں کا بھروسہ اللہ کی نسبت انسان پر زیادہ تھا۔

جن بھوتوں سے ڈرنے والے لوگ سارا دن دافع بلیات کے دوادارو میں لگے رہتے۔ صاحباں کے جن کے بارے سُن کر تو سب سہم گئے تھے۔ گاؤں پر کوئی آفت نہ آجائے۔ جن کو کہیں غصہ نہ آجائے۔ وہ سب ڈرے رہتے۔ اب صاحباں کو شاہ جی کے پاس جاتا دیکھ کر تو طرح طرح کی قیاس آرائیاں کرنے لگے۔ سارے گاؤں میں مشہور ہو گیا تھا کہ شاہ جی اُس کا جن نکالنے لگے ہیں۔ بہت سے لوگ سُن گُن لینے اندر باہر آنے جانے لگے۔۔ مسجد کے دروازے پر جوتا اُتار کر ایک چھوٹی سی گلی سے وہ شاہ جی کے حجرے پر پہنچ گئیں۔ شاہ جی اندر آجائیں۔ میں حنیفاں بی بی زوجہ محمد بوٹا۔ ہاں ہاں آجاؤ۔ حنیفاں نے دیکھا شاہ جی ان کے احترام میں اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ حیرت انگیز واقعہ تھا۔ وہ عقیدت سے دوہری ہو گئی۔

شاہ جی نے صاحباں کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھا۔ آؤ میری بیٹی یہاں بیٹھو۔ حنیفاں کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ شاہ جی صاحباں کی اتنی عزت کیوں کر رہے تھے۔ اُنہوں نے سامنے پڑے سٹول پر جس پر ایک منقش گدی پڑی ہوئی تھی اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ حنیفاں بی بی تم گھر کے اندر جاؤ۔ دیکھو زلیخا بیگم کو کوئی ضرورت تو نہیں۔ میں تمھیں بعد میں بلاتا ہوں۔ مجھے ذرا جن سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ جی شاہ جی۔ وہ مشکل سے واپس پلٹی۔ مڑ کر صاحباں کو دیکھا۔ وہ سر جھکائے کسی مراقبے میں تھی۔ حنیفاں اندر چلی گئی مگر اُس کا دل اُدھر ہی لگا تھا۔ کھڑکی کے پار کیا بات ہو رہی تھی۔ وہ جاننے کو بے چین تھی۔

شاہ جی سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئے۔ وہ بے تابانہ اُٹھی اور قریب رحل پر پڑے قرآن پاک کے نسخے کو ہاتھ میں لیا۔ سینے سے لگایا اور چوم کر رکھ دیا۔ شاہ جی نے دیکھا اور مُسکرا دیئے۔ عجیب سا نور تھا جو اُس کے چہرے پر پھیلا تھا اور یہ چھوٹا سا حجرہ اس نور سے منور تھا۔ صاحباں بی بی آپ اپنے بارے میں مجھے سب کچھ بتا دیں۔ مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ مجھے اپنے بزرگ، باپ یا بڑے بھائی جیسا سمجھ لیں۔ پھر میں بھی آپ کو اپنی داستانِ غم سُناؤں گا۔ صاحباں نے نظریں اُٹھا کر شاہ جی کو دیکھا۔ وہ نظریں جھکائے بیٹھے تھے۔ اُسے یہ سب کچھ افسانوی سا لگا۔ دُکھ کی اتھاہ سے یک دم کسی مخملیں تخت پر بارگاہِ ایزدی میں اک نرمی، محبت، خاموشی اور سانسوں کی آواز کے سوا کچھ نہ تھا۔ یوں جیسے اُونچا بولنا بھی سزا کے مستوجب ہو۔ اُس نے آنکھیں بند کیں۔ پپوٹے خود بخود بھاری ہو کر جڑ گئے۔ لہروں کی آوازیں آنے لگیں۔ دریا کا شور۔ موج کا عروج۔ پتھروں سے ٹکراتا شوکتا پانی۔ ہواؤں کی تیزی و بے قراری۔ سب کچھ سماعت سے ٹکرانے لگا۔ وہ دریا کے پسندیدہ کنارے پر کھڑی تھی۔ پیچھے وہی برگد تھا جس کی صدیوں پرانی لمبی جٹائیں دریا کنارے کسی سانپ کی مانند بل کھاتی پڑیں تھیں۔ وہ راستہ جس پر پیر رکھنا منع تھا۔ برگد کے گھنی شاخوں اور پتوں کے نیچے آٹھ بائی بارہ کا وہ قطر جو شیشے کی طرح چمکتا تھا۔ سانسیں مشکبور ہواؤں سے معطر تھیں۔ وہ کتنی ہی دیر اس انوکھی نرالی الوہی کیفیت میں رہی۔ چہرے پر نہ سمجھ میں آنے والی مُسکان تھی۔ جیسے بے قراری کو قرار مل گیا ہے۔ جیسے سارے زخم مندمل ہو گئے ہوں۔ سارے درد نم ہواؤں نے چوس لیے تھے۔ وہ ہلکی پھلکی کسی مجسمے کی طرح منقش گدی پر بیٹھی تھی۔ صدیوں کے پھیرے دل پر گذرے۔ جیسے ساری تھکن دُور ہو گئی۔ اُس نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا۔ شاہ جی دوزانوں بیٹھے قرآن پاک کا مطالعہ کر رہے تھے۔ بے آواز اللہ کی محبت میں ڈوب کر۔ ماشاءاللہ۔ اللہ آپ کی ہر مراد پوری کرے۔ شاہ جی نے آنکھیں عقیدت سے زمین پر گاڑ دیں۔ قرآن کو بند کر کے رحل پر رکھا۔ اور سیدھے ہو کر آرام کُرسی پر بیٹھ گئے۔ من کو جیسے ابدی شانتی مل گئی تھی۔ عجب سی لازوال خوشی۔ دل کے تار بج اُٹھے تھے۔

شکریہ شاہ جی۔ کس بات کا میری بچی۔ مجھے مجھ سے ملانے کے لیے۔ میں تو خاکسار سا بندہ ہوں۔ نہایت عاجز۔ وہ تسبیح لے کر بیٹھ گئے۔ تم نے دُعا دی ہے۔ میرے دل کا آنگن روشن ہو گیا ہے۔ اندر باہر سے صیقل ہوا ہوں۔ تمہاری تاب دار آنکھوں کی روشنی نے میری دُنیا جگمگا دی ہے۔ میں جانتی ہوں یہ میری آزمائش کے دن ہیں۔ آزمائی جاؤں گی تو پوری اُتروں گی ناں۔ شاہ جی ان جملوں پر جھوم گئے۔ ہم سب آزمائش میں ہیں میری بچی۔ یہ دُنیا ہی ایک آزمائش ہے۔ جو اس سے بچ نکلا وہ پار ہو گیا۔ بغیر بتائے ہی تم نے مراد پوری ہونے کی دُعا دی۔ حالانکہ تم کچھ جانتی بھی نہیں ہو۔ کچھ جاننے کی ضرورت نہیں ہے میرے بزرگ۔ سب کچھ چہرے پہ لکھا ہوتا ہے۔ جبیں اس کی عینی شاہد ہوتی ہے اور آنکھیں بیان کرتی ہیں۔ بدن بولی مہر تصدیق ثبت کرتی ہے۔ ہاتھ اُٹھ کر گواہی دیتے ہیں اور روح بھٹکنے نہیں دیتی۔ لفظ حوض کوثر سے دُھل کر نکھر کر لبوں کے بند توڑتے ہیں۔ دل اُس کی محبت سے لبریز ہو۔ اُس کے عشق میں سجدہ ریز ہو تو کسی کی مجال ہے روک سکے۔ بندہ تو فرشتوں سے بڑھ جاتا ہے۔ جب مولا کا کرم کسی کی زندگی سے ظاہر ہو اس سوہنے کی نظر کسی پر پڑ جائے تو اس گندی دُنیا میں وہ ہیرے کی مانند چمک اُٹھتا ہے۔ یہ توفیق ہر ایک کو نہیں ملتی کہ قدم لڑکھڑانے نہ پائیں۔ بندہ کھلے سے بند جاتا ہے تو دُنیا بے معنی ہو جاتی ہے۔

زلیخا بیگم نے کھڑکی کی درز سے جھانک کر دیکھا۔ بڑے شاہ جی کی منقش گدی پر وہ بیٹھی تھی۔ جس کی کوئی حیثیت ہی نہ تھی اور شاہ جی سامنے دوزانوں بیٹھے سر جھکائے عقیدت سے اُس کی باتیں سُن رہے تھے۔ وہ مبہوت رہ گئی۔ ہر چیز پر ایک سکتہ طاری تھا۔ یوں جیسے ساری دُنیا اُس کے احترام میں خاموش تھی۔ اور شاہ جی پورے دھیان سے سُن رہے تھے۔ کتنا پاکیزہ ماحول تھا۔ حنیفاں بتا رہی تھی کہ اس پر جن آتا ہے۔ اس وقت اس پر کوئی جن تو نہیں آیا ہوا۔ جس نے شاہ جی پر بھی قبضہ کر رکھا ہو۔ اللہ مجھے معاف کر۔ یہ میں کیا غلط سلط سوچنے لگی ہوں۔ اگر یہ سب نہیں تو پھر حنیفاں بی بی کو یہ پتہ ہی نہیں کہ اس کی بہو پڑھی لکھی ہے۔ تمیز دار ہے۔ وہ تو جن کا کہہ کر ملنگوں لاتوں سے اس کا جن نکالتے رہتے ہیں۔ بے وقوف جاہل لوگ۔ شاہ جی آتے ہیں تو ان سے پوچھوں گی۔

آپا جی کیا ہوا؟ حنیفاں بے چینی سے پہلو بدل رہی تھی۔ کافی دیر ہو گئی تھی۔ باہر رات اُتر آئی تھی۔ اُسے کھانا بھی بنانا تھا۔ کیوں پریشان ہو۔ زلیخا نے اُس کی پریشانی بھانپ لی۔ وہ باپ بیٹا گھر آگئے ہوں گے۔ کھانا بنانا ہے۔ اور دلدار تو جان نکال دے گا۔ کچھ نہیں ہوتا۔ اِدھر آ۔ یہ سالن لے لے۔ روٹیاں ڈال لینا۔ کام آسان ہو جائے گا۔

شاہ جی باہر آئے۔ حنیفاں نے دیکھا چہرے پر کیسا نور برس رہا تھا۔ اُس کی آنکھیں جھک گئیں۔ پیچھے ہی صاحباں تھی۔ اُس کے چہرے کے تیج نے بھی نور بکھیر رکھا تھا۔ حنیفاں ایک کام کرنا ہے۔ صاحباں کو مارنا نہیں دلدار کو بتا دو۔ ورنہ وہ جن آپ لوگوں کو جلا کر خاک کر دے گا۔ حنیفاں تھر تھر کانپنے لگی۔ اور دوسری بات، اپنے بیٹے کی کسی دوسری جگہ شادی کر دو۔ صاحباں بیٹی کو اس کے ٹھکانے واپس بھیج دو۔ ہائے۔ شاہ جی یہ بات ہوئی ہے جن کے ساتھ۔ یہی بات ہوئی ہے۔ صاحباں کی اولاد نہیں ہوگی۔ دلدار سے کہنا دوسری بیوی کو کبھی مارے نہ، ورنہ اولاد نہیں ہوگی۔ شاہ جی نے پوری طرح ڈرا دیا۔ وہ ایک نفسیاتی قسم کا علاج کر رہے تھے۔ محمد بوٹا اور محمد دلدار کو میرے پاس بھیجنا، سمجھا دوں گا۔ اب تم لوگ جاؤ۔ اچھا شاہ جی۔ وہ بہت سارے سوالوں کا بوجھ سر پر لادے چل پڑی۔

اتنی دیر! دلدار صحن میں بچھی چارپائی سے یوں اُچھلا جیسے بچھو نے کاٹا ہو۔ شاہ جی دُعا کر رہے تھے اس لیے۔ ماں نے وضاحت دی۔ جن نکلا کہ نہیں۔ وہ طنزیہ مُسکرایا۔ صاحباں آٹا لیے چولہے کے آگے جا بیٹھی۔ یہ جن زادی روٹیاں کھلائے گی۔ نہ میرے پتر شاہ جی نے منع کیا ہے۔ ورنہ جن ہم سب کو برباد کر دے گا۔ تم اسے ہاتھ نہیں لگاؤ گے اور دوسری بات۔ شاہ جی نے کہا ہے دلدار کی دوسری شادی کر دو۔ کیا؟ محمد بوٹا بھی بھینسوں کو چارہ ڈال کر اُدھر ہی آ گیا۔ دوسری شادی۔ ہاں جی حنیفاں بولی۔ اس پھنڈر سے اولاد نہیں ہونے والی۔ شاہ جی کی جن سے بات ہوئی ہے۔ اُس نے کہا اس کو واپس بھیج دو۔ صاحباں سر جُھکائے روٹیاں بناتی رہی۔ وہ جس ماحول سے ابھی ابھی نکل کر آئی تھی اُس ماحول کی کیفیت کی گرفت سے نکلنا مشکل تھا۔ نامعلوم سی مسکراہٹ دل میں پھوٹتی ماتھے پر اک لہر بن کر پھیل جاتی تو اس نے اپنے آشنا جن سے کوئی فرمائش نہیں کی۔ یہ تو چاہتی ہوگی جان چھوٹ جائے۔ مجھے تو لگتا ہے شاہ جی نے اس کو بچانے کے لیے کہہ دیا ہے۔

اپنی زبان کو لگام دے اوئے۔ محمد بوٹا زور سے دھاڑا۔ شاہ جی کے لے ایسے کلمات۔ تو حد سے پار جا رہا ہے۔ ان جیسا بیبا اور نیک آدمی تو پوری دُنیا میں نہیں۔ نہ پتر نہ۔ اتنا آگے نہ بڑھ کہ واپسی کا راستہ ہی نہ ہو۔ شاہ جی نے جو کہا ٹھیک ہے مان لے۔ حنیفاں ڈھونڈ کوئی لڑکی اس کے لیے۔ کوئی گل نہیں ایک بیل بیچ دوں گا۔ محمد بوٹا نے فیصلہ سُنا دیا۔ دلدار جانتا تھا اس سے آگے وہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ جب اُس کا باپ کچھ کہہ دیتا تھا تو پھر ٹلتا نہیں تھا۔ یہ بات اُسے اچھے سے پتہ تھی۔ تم دونوں کو شاہ جی نے بُلایا ہے۔ کل مل لینا۔ حنیفاں نے اطلاع دی۔ ٹھیک ہے۔ چل پتر روٹی لے آ۔ باپے نے صاحباں سے کہا۔

وہ چنگیر میں کھانا رکھے پاس آئی۔ دلدار نے دیکھا وہ تو بھلی چنگی تھی۔ کوئی چوٹ، کوئی درد کچھ بھی نہیں تھا۔ بالوں کی لٹیں چادر سے باہر جھانک رہی تھیں۔ بغیر میک اپ کے سنہرا رنگ چمک رہا تھا۔ پیازی ہونٹ سختی سے جُڑے ہوئے تھے۔ اور آنکھیں کسی ان دیکھے جزیرے کی سیاحت میں مگن تھیں۔ اتنی سوہنی ہے جن تو عاشق ہوگا ناں۔ وہ حسد سے بھر گیا۔ میری بیوی جن کے قبضے میں ہے۔ ایسی کی تیسی جن کی۔ وہ بھڑک کر اُٹھا۔ ہاں بھئی بتا کون سا جن ہے جو تجھے واپس بُلا رہا ہے۔ تُو نے شاہ جی کے کان بھرے ہیں وہ نظریں جھکائے کھڑی تھی۔ پانی کا گلاس ہاتھ سے چھلکا۔ حنیفاں نے بھاگ کر دلدار کا اُٹھا ہوا ہاتھ پکڑ لیا۔ نہ پتر مارنا نہیں۔ کیوں بے موت مرنا چاہتا ہے۔ شاہ جی نے اسے کچھ کہنے سے منع کیا ہے۔ اُس نے ماں کا ہاتھ جھٹک دیا اور دوسری طرف جا بیٹھا۔ کس مصیبت سے پالا پڑ گیا ہے۔ صاحباں نے کھانا اُس کے آگے رکھا اور چپ چاپ دودھ اُبالنے چلی گئی۔ اس کا یوں چُپ رہنا دلدار کو بھڑکا دیتا تھا۔ وہ آگے سے بولتی ہوتی تو شائد مسائل کم ہوتے۔ پر اُس کا یوں چُپ رہنا اُسے کھلتا تھا۔ وہ اُس کی چُپ کا بدلہ لینے لگتا۔

چلو اچھا ہے روز روز کا تماشہ ختم ہو جائے۔ اُس نے کہہ تو دیا مگر صاحباں جیسی سوہنی پڑھی لکھی کامی لڑکی کو یوں چھوڑ دینا بھی اُسے گوارہ نہیں تھا۔ بھلے اُس سے محبت نہ کی ہو۔ مگر کچھ تو تھا کہ وہ خود کو اُس کے سامنے ہارا ہوا محسوس کرتا۔ میں اُس کے لائق ہی نہیں ہوں۔ اُس کی مردانگی کھول اُٹھتی۔ بدن کا تناؤ چین نہ لینے دیتا۔ دوسری شادی ہو بھی جائے تو اسے نہیں چھوڑوں گا۔ اُس نے غصے سے صاحباں کو دیکھا۔ کمبخت کا معصوم سا سانولا سنہرا چہرہ دل میں کھب جاتا ہے۔ پوری جادوگرنی تھی۔

وقت ہنستا ہوا گزرنے لگا۔ اُس کے اپنے طے شدہ اُصول ہیں اور وہ ان سے سے انحراف نہیں کرتا۔ وقت دیکھ رہا تھا۔ اور پھر فیصلہ بھی تو وقت ہی نے کرنا تھا۔ اور پھر اُس نے فیصلہ کر لیا۔ شاہ جی نے کہا تھا۔ طلاق نہیں دینی۔ بس چپکے سے چھوڑ آؤ۔ اور وہ انگاروں پر لوٹنے لگا۔ تعلق بھی رکھوں اور چُھو بھی نہ پاؤں۔ یہ کیسا قانون ہے؟ وہ شاہ جی سے بھڑ گیا۔ شاہ جی کیسے ممکن ہے؟ بیٹے اُس کے پوتر من پر کوئی داغ نہ لگانا۔ طلاق اک داغ ہے۔ عورت کو میلا کر دیتا ہے۔ اور مرد کو رسوا کرتا ہے۔ یہ خوش کن عمل نہیں مجبوری الگ بات ہے۔ وہ اندر ہی اندر کھولتا رہا۔ شاہ جی یہ نہیں ہو گا مجھ سے۔ طلاق دے کر چھوڑوں گا۔ ورنہ نہیں۔ اُس نے دوٹوک فیصلہ سُنا دیا۔

چلو اس میں تمہاری خوشی۔ خوشی نہیں ہے وہ بھڑک اُٹھا۔ بیٹے وہ تمہارے کام کی نہیں ہے۔ شاہ جی نے کہا ہے۔ تو پھر کس کے کام کی ہے۔ جن کے کام کی ہے۔ دریا پہ جائے اور مچھلیاں اس کے پیروں کو چومیں۔ دربار لگائے۔ لوگوں کو تعویز گنڈے دے۔ دُعا کرائیں اس سے۔ ملنگنی بن کے بیٹھے۔ وہ صدیوں پرانے مجذوب کی طرح۔ وہ دریا کا جن اسے اپنی جانب کھینچ رہا ہے۔ عاشق ہے اس کا۔ وہ کف اُڑانے لگا۔ اور شاہ جی ہکا بکا اُس کو دیکھتے گئے۔ اُس نے قصے میں ہی سہی مگر اُس کی آنے والی زندگی کا نقشہ کھینچ دیا تھا۔ یہی تو ہونا تھا۔

تم سب کچھ جانتے ہو تو اُسے جانے دو۔ آزاد کر دو۔ وہ پانی کی مچھلی ہے۔ پانی میں خوش رہتی ہے۔ یہاں تمہارے لیے عذاب بنی رہے گی۔

دلدار کو جھٹکا سا لگا۔ شاہ جی سب کچھ جانتے ہیں۔ اُس نے شک آلود نظروں سے شاہ جی کو دیکھا۔ ٹھیک ہے۔ چلیے جناب آپ کے سامنے اُسے طلاق دیتا ہوں۔ اُس نے یکدم ہی فیصلہ سُنا دیا۔ سبھی حیران بھی تھے اور دُکھی بھی۔ مگر فیصلہ ضروری تھا۔ یہی طے تھا۔

رشتہ بھی مل گیا تھا اور صاحباں کے سامنے طلاق بھی ہو گئی تھی۔ ہمسائی فاطمہ کی بھانجی مہ جبیں ایک گوری چٹی سوہنی لڑکی تھی۔ دلدار اُسے دیکھ کر خوش ہو گیا۔ صاحباں کے جانے کا دُکھ کافی حد تک کم ہو گیا تھا۔ حنیفاں اور محمد بوٹا اُسے چھوڑنے آئے تھے۔ اتنی مدت بعد ترسی ہوئی آنکھوں کو سکون نصیب ہوا تھا۔ سب کچھ قدرت طے کرتی ہے۔ زندگی کے اگلے پنے پر کیا لکھا ہے۔ یہ ہم کیسے جان سکتے ہیں۔ مگر جو وقوع میں آتا ہے وہ تو ظاہر کرتا ہے کہ کچھ انوکھا اور عجیب ہے۔ کہیں نہ کہیں کچھ ایسا ہوتا ہے جو ہماری عقل اور سمجھ سے باہر ہے۔ جسے انسانی آنکھ سے دیکھا نہیں جاسکتا۔ زندگی کے پھیر میں اتنے دائرے ہیں کہ انسان انہی سے باہر نہیں آ پاتا۔ زندگی دائرہ در دائرہ چلتی ہے۔ صاحباں بھی ایک چھوٹے دائرے سے بڑے دائرے میں آ گئی تھی۔ اور اِس دائرے سے نکلنا اُس کے بس میں نہیں تھا۔ یہ واقعی کسی غیر مرئی مخلوق کی واردات تھی۔ یا قدرت اُسے عجائبات زمانہ سے نواز رہی تھی۔ دریا سے عشق تو سمجھ میں آتا تھا۔ دریا کا رویہ بدل جانا اُس کی سمجھ سے بالاتر تھا۔ جیسے دریا کا آنا جانا۔ اس کا چلن، اس کی لہروں کا کنٹرول اُس کے ہاتھ میں ہو۔ نہیں ایسا کچھ نہیں۔ وہ سوچوں کے دائرے سے باہر نہ آ پائی۔ کتنے ہی دن گزر گئے۔ ماں باپ پوچھتے رہتے۔ کیا ہوا تھا آخر؟ کیونکر وہ بس نہیں سکی۔ تجھے طلاق کیوں ہوئی؟ تو ایک اچھی بیٹی تھی۔ سمجھدار، وفادار، عزت کرنے اور رکھنے والی۔ تو پھر! سارے لمحے مجسم سوال بنے اُس کے سامنے کھڑے رہتے۔ وہ ٹکر ٹکر انہیں دیکھتی رہتی۔ یوں لگتا جیسے زبان تالو سے چپک گئی ہو۔ لفظ کہیں دُور بھاگ گئے ہوں۔ ہونٹ سِل گئے ہوں۔ وہ یہی محسوس کرتی۔ فقط آنسو وفاداری سے اُس کا ساتھ دیتے۔

(جاری ہے)

برق رفتاری

مقدس رانا

وہ افسوس سے سوچنے لگی کوئی بچہ ہی ہو جاتا۔ تو یہ آفت نہ آتی اس پر۔ جلدی کر چل آجا۔ کتنے کام پڑے ہیں۔ پتہ نہیں شاہ جی کو کس نے شکایت لگا دی۔ اب ان کا حکم نہ ماننا بھی گناہ ہے۔ چل بڑی چادر لے کر سر منہ ڈھانپ لے۔ لوگ نہ دیکھیں۔ اُس نے چپ چاپ ایک بڑی سی سیاہ چادر سے خود کو ڈھانپ لیا۔ بس آنکھیں ننگی تھیں جو حالِ دل کہتیں تھیں۔۔ شادی کے بعد پہلی مرتبہ وہ گھر سے باہر نکلی تھی۔ پاس سے گزرتے لوگ حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ کئی عورتوں نے رُک کر پوچھا بھی تھا۔ شاہ جی نے بُلایا ہے وہ فخر سے سب کو بتاتی جاتی تھی۔ شاہ جی کا بلانا بھی کوئی معمولی واقعہ تو نہیں تھا۔ سارا گاؤں اُن کا احترام کرتا تھا۔ اُنھیں کسی ولی اللہ کا درجہ حاصل تھا۔ اُن کا گھر موسمی اناج، سبزیوں، دودھ اور پھلوں سے بھرا رہتا۔ اُن کی بیوی سیدہ زلیخا شاہ بھی کچھ پڑھی لکھی عورت تھی۔ گاؤں کے بچوں کو قرآن پاک پڑھاتی، درس دیتی۔ عید شب برات پر ان کی اہمیت دوچند ہو جاتی۔ دوا دارو، تعویز دھاگہ۔ پانی پر دم سب کچھ چلتا کہ گاؤں کے کم عقیدہ لوگوں کا بھروسہ اللہ کی نسبت انسان پر زیادہ تھا۔

جن بھوتوں سے ڈرنے والے لوگ سارا دن دافع بلیات کے دوا دارو میں لگے رہتے۔ صاحباں کے جن کے بارے سُن کر تو سب سہم گئے تھے۔ گاؤں پر کوئی آفت نہ آ جائے۔ جن کو کہیں غصہ نہ آ جائے۔ وہ سب ڈرے رہتے۔ اب صاحباں کو شاہ جی کے پاس جاتا دیکھ کر تو طرح طرح کی قیاس آرائیاں کرنے لگے۔ سارے گاؤں میں مشہور ہو گیا تھا کہ شاہ جی اُس کا جن نکالنے لگے ہیں۔ بہت سے لوگ سُن گُن لینے اندر باہر آنے جانے لگے۔۔ مسجد کے دروازے پر جوتا اُتار کر ایک چھوٹی سی گلی سے وہ شاہ جی کے حجرے پر پہنچ گئیں۔ شاہ جی اندر آ جائیں۔ میں حنیفاں بی بی زوجہ محمد بوٹا۔ ہاں ہاں آ جاؤ۔ حنیفاں نے دیکھا شاہ جی ان کے احترام میں اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ حیرت انگیز واقعہ تھا۔ وہ عقیدت سے دوہری ہو گئی۔

شاہ جی نے صاحباں کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھا۔ آؤ میری بیٹی یہاں بیٹھو۔ حنیفاں کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ شاہ جی صاحباں کی اتنی عزت کیوں کر رہے تھے۔ اُنہوں نے سامنے پڑے سٹول پر جس پر ایک منقش گدی پڑی ہوئی تھی اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ حنیفاں بی بی تم گھر کے اندر جاؤ۔ دیکھو زلیخا بیگم کو کوئی ضرورت تو نہیں۔ میں تمھیں بعد میں بلاتا ہوں۔ مجھے ذرا جن سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ جی شاہ جی۔ وہ مشکل سے واپس پلٹی۔ مڑ کر صاحباں کو دیکھا۔ وہ سر جھکائے کسی مراقبے میں تھی۔ حنیفاں اندر چلی گئی مگر اُس کا دل اُدھر ہی لگا تھا۔ کھڑکی کے پار کیا بات ہو رہی تھی۔ وہ جاننے کو بے چین تھی۔

شاہ جی سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئے۔ وہ بے تابانہ اُٹھی اور قریب رحل پر پڑے قرآن پاک کے نسخے کو ہاتھ میں لیا۔ سینے سے لگایا اور چوم کر رکھ دیا۔ شاہ جی نے دیکھا اور مُسکرا دیئے۔ عجیب سا نور تھا جو اُس کے چہرے پر پھیلا تھا اور یہ چھوٹا سا حجرہ اس نور سے منور تھا۔ صاحباں بی بی آپ اپنے بارے میں مجھے سب کچھ بتا دیں۔ مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ مجھے اپنے بزرگ، باپ یا بڑے بھائی جیسا سمجھ لیں۔ پھر میں بھی آپ کو اپنی داستانِ غم سُناؤں گا۔ صاحباں نے نظریں اُٹھا کر شاہ جی کو دیکھا۔ وہ نظریں جھکائے بیٹھے تھے۔ اُسے یہ سب کچھ افسانوی سا لگا۔ دُکھ کی اتھاہ سے یک دم کسی مخملیں تخت پر بارگاہ ایزدی میں اک نرمی، محبت، خاموشی اور سانسوں کی آواز کے سوا کچھ نہ تھا۔ یوں جیسے اُونچا بولنا بھی سزا کے مستوجب ہو۔ اُس نے آنکھیں بند کیں۔ پپوٹے خود بخود بھاری ہو کر جڑ گئے۔ لہروں کی آوازیں آنے لگیں۔ دریا کا شور۔ موج کا عوج۔ پتھروں سے ٹکراتا شوکتا پانی۔ ہواؤں کی تیزی و بے قراری۔ سب کچھ سماعت سے ٹکرانے لگا۔ وہ دریا کے پسندیدہ کنارے پر کھڑی تھی۔ پیچھے وہی برگد تھا جس کی صدیوں پرانی لمبی جٹائیں دریا کنارے کسی سانپ کی مانند بل کھاتی پڑیں تھیں۔ وہ راستہ جس پر پیر رکھنا منع تھا۔ برگد کے گھنی شاخوں اور پتوں کے نیچے آٹھ بائی بارہ کا وہ قطر جو شیشے کی طرح چمکتا تھا۔ سانسیں مشکبور ہواؤں سے معطر تھیں۔ وہ کتنی ہی دیر اس انوکھی نرالی الوہی کیفیت میں رہی۔ چہرے پر نہ سمجھ میں آنے والی مُسکان تھی۔ جیسے بے قراری کو قرار مل گیا ہے۔ جیسے سارے زخم مندمل ہو گئے ہوں۔ سارے درد نم ہواؤں نے چوس لیے تھے۔ وہ ہلکی پھلکی کسی مجسمے کی طرح منقش گدی پر بیٹھی تھی۔ صدیوں کے پھیرے دل پر گذرے۔ جیسے ساری تھکن دُور ہو گئی۔ اُس نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا۔ شاہ جی دوزانوں بیٹھے قرآن پاک کا مطالعہ کر رہے تھے۔ بے آواز اللہ کی محبت میں ڈوب کر۔ ماشاءاللہ۔ اللہ آپ کی ہر مراد پوری کرے۔ شاہ جی نے آنکھیں عقیدت سے زمین پر گاڑ دیں۔ قرآن کو بند کر کے رحل پر رکھا۔ اور سیدھے ہو کر آرام کُرسی پر بیٹھ گئے۔ من کو جیسے ابدی شانتی مل گئی تھی۔ عجیب سی لازوال خوشی۔ دل کے تار بج اُٹھے تھے۔

شکریہ شاہ جی۔ کس بات کا میری بچی۔ مجھے مجھ سے ملانے کے لیے۔ میں تو خاکسار سا بندہ ہوں۔ نہایت عاجز۔ وہ تسبیح لے کر بیٹھ گئے۔ تم نے دُعا دی ہے۔ میرے دل کا آنگن روشن ہو گیا ہے۔ اندر باہر سے صیقل ہوا ہوں۔ تمہاری تاب دار آنکھوں کی روشنی نے میری دُنیا جگمگا دی ہے۔ میں جانتی ہوں یہ میری آزمائش کے دن ہیں۔ آزمائی جاؤں گی تو پوری اُتروں گی ناں۔ شاہ جی ان جملوں پر جھوم گئے۔ ہم سب آزمائش میں ہیں میری بچی۔ یہ دُنیا ہی ایک آزمائش ہے۔ جو اس سے بچ نکلا وہ پار ہو گیا۔ بغیر بتائے ہی تم نے مراد پوری ہونے کی دُعا دی۔ حالانکہ تم کچھ جانتی بھی نہیں ہو۔ کچھ جاننے کی ضرورت نہیں ہے میرے بزرگ۔ سب کچھ چہرے پہ لکھا ہوتا ہے۔ جبیں اس کی عینی شاہد ہوتی ہے اور آنکھیں بیان کرتی ہیں۔ بدن بولی مہر تصدیق ثبت کرتی ہے۔ ہاتھ اُٹھ کر گواہی دیتے ہیں اور روح بھٹکنے نہیں دیتی۔ لفظ حوض کوثر سے دُھل کر نکھر کر لبوں کے بند توڑتے ہیں۔ دل اُس کی محبت سے لبریز ہو۔ اُس کے عشق میں سجدہ ریز ہو تو کسی کی مجال ہے روک سکے۔ بندہ تو فرشتوں سے بڑھ جاتا ہے۔ جب مولا کا کرم کسی کی زندگی سے ظاہر ہو اس سوہنے کی نظر کسی پر پڑ جائے تو اس گندی دُنیا میں وہ ہیرے کی مانند چمک اُٹھتا ہے۔ یہ توفیق ہر ایک کو نہیں ملتی کہ قدم لڑکھڑانے نہ پائیں۔ بندہ کُلے سے بندھ جاتا ہے تو دُنیا بے معنی ہو جاتی ہے۔

زلیخا بیگم نے کھڑکی کی درز سے جھانک کر دیکھا۔ بڑے شاہ جی کی منقش گدی پر وہ بیٹھی تھی۔ جس کی کوئی حیثیت ہی نہ تھی اور شاہ جی سامنے دوزانوں بیٹھے سر جھکائے عقیدت سے اُس کی باتیں سُن رہے تھے۔ وہ مبہوت رہ گئی۔ ہر چیز پر ایک سکتہ طاری تھا۔ یوں جیسے ساری دُنیا اُس کے احترام میں خاموش تھی۔ اور شاہ جی پورے دھیان سے سُن رہے تھے۔ کتنا پاکیزہ ماحول تھا۔ حنیفاں بتا رہی تھی کہ اس پر جن آتا ہے۔ اس وقت اِس پر کوئی جن تو نہیں آیا ہوا۔ جس نے شاہ جی پر بھی قبضہ کر رکھا ہو۔ اللہ مجھے معاف کر۔ یہ میں کیا غلط سلط سوچنے لگی ہوں۔ اگر یہ سب نہیں تو پھر حنیفاں بی بی کو یہ پتہ ہی نہیں کہ اس کی بہو پڑھی لکھی ہے۔ تمیز دار ہے۔ وہ تو جن کا کہہ کر ملکوں لاتوں سے اس کا جن نکالتے رہتے ہیں۔ بے وقوف جاہل لوگ۔ شاہ جی آتے ہیں تو ان سے پوچھوں گی۔

آپا جی کیا ہوا؟ حنیفاں بے چینی سے پہلو بدل رہی تھی۔ کافی دیر ہو گئی تھی۔ باہر رات اُتر آئی تھی۔ اُسے کھانا بھی بنانا تھا۔ کیوں پریشان ہو۔ زلیخا نے اُس کی پریشانی بھانپ لی۔ وہ باپ بیٹا گھر آ گئے ہو نگے۔ کھانا بنانا ہے۔ اور دلدار تو جان نکال دے گا۔ کچھ نہیں ہوتا۔ اِدھر آ۔ یہ سالن لے لے۔ روٹیاں ڈال لینا۔ کام آسان ہو جائے گا۔

شاہ جی باہر آئے۔ حنیفاں نے دیکھا چہرے پر کیسا نور برس رہا تھا۔ اُس کی آنکھیں جھک گئیں۔ پیچھے ہی صاحباں تھی۔ اُس کے چہرے کے تیج نے بھی نور بکھیر رکھا تھا۔ حنیفاں ایک کام کرنا ہے۔ صاحباں کو مارنا نہیں دلدار کو بتا دو۔ ورنہ وہ جن آپ لوگوں کو جلا کر خاک کر دے گا۔ حنیفاں تھر تھر کانپنے لگی۔ اور دوسری بات، اپنے بیٹے کی کسی دوسری جگہ شادی کر دو۔ صاحباں بیٹی کو اس کے ٹھکانے واپس بھیج دو۔ ہائے۔ شاہ جی یہ بات ہوئی ہے جن کے ساتھ۔ یہی بات ہوئی ہے۔ صاحباں کی اولاد نہیں ہو گی۔ دلدار سے کہنا دوسری بیوی کو کبھی مارے نہ، ورنہ اولاد نہیں ہو گی۔ شاہ جی نے پوری طرح ڈرا دیا۔ وہ ایک نفسیاتی قسم کا علاج کر رہے تھے۔ محمد بوٹا اور محمد دلدار کو میرے پاس بھیجنا، سمجھا دوں گا۔ اب تم لوگ جاؤ۔ اچھا شاہ جی۔ وہ بہت سارے سوالوں کا بوجھ سر پر لادے چل پڑی۔

اتنی دیر! دلدار صحن میں بچھی چارپائی سے یوں اُچھلا جیسے بچھو نے کاٹا ہو۔ شاہ جی دُعا کر رہے تھے اس لیے۔ ماں نے وضاحت دی۔ جن نکلا کہ نہیں۔ وہ طنزیہ مُسکرایا۔ صاحباں آٹا لیے چولہے کے آگے جا بیٹھی۔ یہ جن زادی روٹیاں کھلائے گی۔ نہ میرے پُتر شاہ جی نے منع کیا ہے۔ ورنہ جن ہم سب کو برباد کر دے گا۔ تم اِسے ہاتھ نہیں لگاؤ گے اور دوسری بات۔ شاہ جی نے کہا ہے دلدار کی دوسری شادی کر دو۔ کیا؟ محمد بوٹا بھی بھینسوں کو چارہ ڈال کر اُدھر ہی آ گیا۔ دوسری شادی۔ ہاں جی حنیفاں بولی۔ اس بھنڈر سے اولاد نہیں ہونے والی۔ شاہ جی کی جن سے بات ہوئی ہے۔ اُس نے کہا اس کو واپس بھیج دو۔ صاحباں سر جھکائے روٹیاں بناتی رہی۔ وہ جس ماحول سے ابھی ابھی نکل کر آئی تھی اُس ماحول کی کیفیت کی گرفت سے نکلنا مشکل تھا۔ نامعلوم سی مسکراہٹ دل میں پھوٹتی' ماتھے پر اِک لہر بن کر پھیل جاتی تو اس نے اپنے آشنا جن سے کوئی فرمائش نہیں کی۔ یہ تو چاہتی ہو گی جان چھوٹ جائے۔ مجھے تو لگتا ہے شاہ جی نے اس کو بچانے کے لیے کہہ دیا ہے۔

اپنی زبان کو لگام دے اوئے۔ محمد بوٹا زور سے دھاڑا۔ شاہ جی کے لے ایسے کلمات۔ تو حد سے پار جا رہا ہے۔ ان جیسا بیبا اور نیک آدمی تو پوری دُنیا میں نہیں۔ نہ پُتر نہ۔ اتنا آگے نہ بڑھ کہ واپسی کا راستہ ہی نہ ہو۔ شاہ جی نے جو کہا ٹھیک ہے مان لے۔ حنیفاں ڈھونڈ کوئی لڑکی اس کے لیے۔ کوئی گل نہیں ایک بیل بیچ دوں گا۔ محمد بوٹا نے فیصلہ سُنا دیا۔ دلدار جانتا تھا اس سے آگے وہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ جب اُس کا باپ کچھ کہہ دیتا تھا تو پھر ٹلتا نہیں تھا۔ یہ بات اُسے اچھے سے پتہ تھی۔ تم دونوں کو شاہ جی نے بُلایا ہے۔ کل مل لینا۔ حنیفاں نے اطلاع دی۔ ٹھیک ہے۔ چل پُتر روٹی لے آ۔ بابے نے صاحباں سے کہا۔

وہ چنگیر میں کھانا رکھے پاس آئی۔ دلدار نے دیکھا وہ تو بھلی چنگی تھی۔ کوئی چوٹ، کوئی درد کچھ بھی نہیں تھا۔ بالوں کی لٹیں چادر سے باہر جھانک رہی تھیں۔ بغیر میک اپ کے سنہرا رنگ چمک رہا تھا۔ پیازی ہونٹ سختی سے جُڑے ہوئے تھے۔ اور آنکھیں کسی ان دیکھے جزیرے کی سیاحت میں مگن تھیں۔ اتنی سوہنی ہے جن تو عاشق ہو گا ناں۔ وہ حسد سے بھر گیا۔ میری بیوی جن کے قبضے میں ہے۔ ایسی کی تیسی جن کی۔ وہ بپھر کر اُٹھا۔ ہاں بھئی بتا کون سا جن ہے جو تجھے واپس بُلا رہا ہے۔ تُو نے شاہ جی کے کان بھرے ہیں وہ نظریں جھکائے کھڑی تھی۔ پانی کا گلاس ہاتھ سے چھلکا۔ حنیفاں نے بھاگ کر دلدار کا اُٹھا ہوا ہاتھ پکڑ لیا۔ نہ پُتر مارنا نہیں۔ کیوں بے موت مرنا چاہتا ہے۔ شاہ جی نے اسے کچھ کہنے سے منع کیا ہے۔ اُس نے ماں کا ہاتھ جھٹک دیا اور دوسری طرف جا بیٹھا۔ کس مصیبت سے پالا پڑ گیا ہے۔ صاحباں نے کھانا اُس کے آگے رکھا اور چُپ چاپ دودھ اُبالنے چلی گئی۔ اس کا یوں چُپ رہنا دلدار کو بھڑکا دیتا تھا۔ وہ آگے سے بولتی ہوتی تو شائد مسائل کم ہوتے۔ پر اُس کا یوں چُپ رہنا اُسے کھلتا تھا۔ وہ اُس کی چُپ کا بدلہ لینے لگتا۔

چلو اچھا ہے روز روز کا تماشہ ختم ہو جائے۔ اُس نے کہہ تو دیا مگر صاحباں جیسی سوہنی پڑھی لکھی کامی لڑکی کو یوں چھوڑ دینا بھی اُسے گوارہ نہیں تھا۔ بھلے اُس سے محبت نہ کی ہو۔ مگر کچھ تو تھا کہ وہ خود کو اُس کے سامنے ہارا ہوا محسوس کرتا۔ میں اُس کے لائق ہی نہیں ہوں۔ اُس کی مردانگی کھول اُٹھتی۔ بدن کا تناؤ چین نہ لینے دیتا۔ دوسری شادی ہو بھی جائے تو اِسے نہیں چھوڑوں گا۔ اُس نے غصے سے صاحباں کو دیکھا۔ کمبخت کا معصوم سا سانولا سنہرا چہرہ دل میں کھب جاتا ہے۔ پوری جادوگرنی تھی۔

وقت ہنستا ہوا گزرنے لگا۔ اُس کے اپنے طے شدہ اُصول ہیں اور وہ ان سے سے انحراف نہیں کرتا۔ وقت دیکھ رہا تھا۔ اور پھر فیصلہ بھی تو وقت ہی نے کرنا تھا۔ اور پھر اُس نے فیصلہ کر لیا۔ شاہ جی نے کہا تھا۔ طلاق نہیں دینی۔ بس چُپکے سے چھوڑ آؤ۔ اور وہ انگاروں پر لوٹنے لگا۔ تعلق بھی رکھوں اور چُھو بھی نہ پاؤں۔ یہ کیسا قانون ہے؟ وہ شاہ جی سے بھڑ گیا۔ شاہ جی کیسے ممکن ہے؟ بیٹے اُس کے پوترمن پر کوئی داغ نہ لگاتا۔ طلاق اِک داغ ہے۔ عورت کو میلا کر دیتا ہے۔ اور مرد کو رسوا کرتا ہے۔ یہ خوش کن عمل نہیں مجبوری الگ بات ہے۔ وہ اندر ہی اندر کھولتا رہا۔ شاہ جی یہ نہیں ہو گا مجھ سے۔ طلاق دے کر چھوڑوں گا۔ ورنہ نہیں۔ اُس نے دوٹوک فیصلہ سُنا دیا۔

چلو اس میں تمہاری خوشی۔ خوشی نہیں ہے وہ بھڑک اُٹھا۔ بیٹے وہ تمہارے کام کی نہیں ہے۔ شاہ جی نے کہا ہے۔ تو پھر کس کے کام کی ہے۔ جن کے کام کی ہے۔ دریا پہ جائے اور مچھلیاں اس کے پیروں کو چومیں۔ دربار لگائے۔ لوگوں کو تعویز گنڈے دے۔ دُعا کرائیں اس سے۔ ملنگنی بن کے بیٹھے۔ وہ صدیوں پرانے مجذوب کی طرح۔ وہ دریا کا جن اِسے اپنی جانب کھینچ رہا ہے۔ عاشق ہے اس کا۔ وہ کف اُڑانے لگا۔ اور شاہ جی ہکا بکا اُس کو دیکھتے گئے۔ اُس نے غصے میں ہی سہی مگر اُس کی آنے والی زندگی کا نقشہ کھینچ دیا تھا۔ یہی تو ہونا تھا۔

تم سب کچھ جانتے ہو تو اُسے جانے دو۔ آزاد کر دو۔ وہ پانی کی مچھلی ہے۔ پانی میں خوش رہتی ہے۔ یہاں تمہارے لیے عذاب بنی رہے گی۔

دلدار کو جھٹکا سا لگا۔ شاہ جی سب کچھ جانتے ہیں۔ اُس نے شک آلود نظروں سے شاہ جی کو دیکھا۔ ٹھیک ہے۔ چلیئے جناب آپ کے سامنے اُسے طلاق دیتا ہوں۔ اُس نے یکدم ہی فیصلہ سُنا دیا۔ سبھی حیران بھی تھے اور دُکھی بھی۔ مگر فیصلہ ضروری تھا۔ یہی طے تھا۔

رشتہ بھی مل گیا تھا اور صاحباں کے سامنے طلاق بھی ہو گئی تھی۔ ہمسائی فاطمہ کی بھانجی مہ جبیں ایک گوری چٹی سوہنی لڑکی تھی۔ دلدار اُسے دیکھ کر خوش ہو گیا۔ صاحباں کے جانے کا دُکھ کافی حد تک کم ہو گیا تھا۔ حنیفاں اور محمد بوٹا اُسے چھوڑنے آئے تھے۔ اتنی مدت بعد ترسی ہوئی آنکھوں کو سکون نصیب ہوا تھا۔ سب کچھ قدرت طے کرتی ہے۔ زندگی کے اگلے پنے پر کیا لکھا ہے۔ یہ ہم کیسے جان سکتے ہیں۔ مگر جو وقوع میں آتا ہے وہ تو ظاہر کرتا ہے کہ کچھ انوکھا اور عجیب ہے۔ کہیں نہ کہیں کچھ ایسا ہوتا ہے جو ہماری عقل اور سمجھ سے باہر ہے۔ جسے انسانی آنکھ سے دیکھا نہیں جا سکتا۔ زندگی کے پھیر میں اتنے دائرے ہیں کہ انسان انہی سے باہر نہیں آ پاتا۔ زندگی دائرہ در دائرہ چلتی ہے۔ صاحباں بھی ایک چھوٹے دائرے سے بڑے دائرے میں آ گئی تھی۔ اور اِس دائرے سے نکلنا اُس کے بس میں نہیں تھا۔ یہ واقعی کسی غیر مرئی مخلوق کی واردات تھی۔ یا قدرت اُسے عجائبات زمانہ سے نواز رہی تھی۔ دریا سے عشق تو سمجھ میں آتا تھا۔ دریا کا رویہ بدل جانا اُس کی سمجھ سے بالاتر تھا۔ جیسے دریا کا آنا جانا۔ اس کا چلن، اس کی لہروں کا کنٹرول اُس کے ہاتھ میں ہو۔ نہیں ایسا کچھ نہیں۔ وہ سوچوں کے دائرے سے باہر نہ آ پائی۔ کتنے ہی دن گزر گئے۔ ماں باپ پوچھتے رہتے۔ کیا ہوا تھا آخر؟ کیونکر وہ بس نہیں سکی۔ تجھے طلاق کیوں ہوئی؟ تو ایک اچھی بیٹی تھی۔ سمجھدار، وفادار، عزت کرنے اور رکھنے والی۔ تو پھر! سارے لمحے مجسم سوال بنے اُس کے سامنے کھڑے رہتے۔ وہ ٹکر ٹکر اُنہیں دیکھتی رہتی۔ یوں لگتا جیسے زبان تالو سے چپک گئی ہو۔ لفظ کہیں دُور بھاگ گئے ہوں۔ ہونٹ سِل گئے ہوں۔ وہ یہی محسوس کرتی۔ فقط آنسو وفاداری سے اُس کا ساتھ دیتے۔

جاسوسی ناول

احمد نعمان شیخ

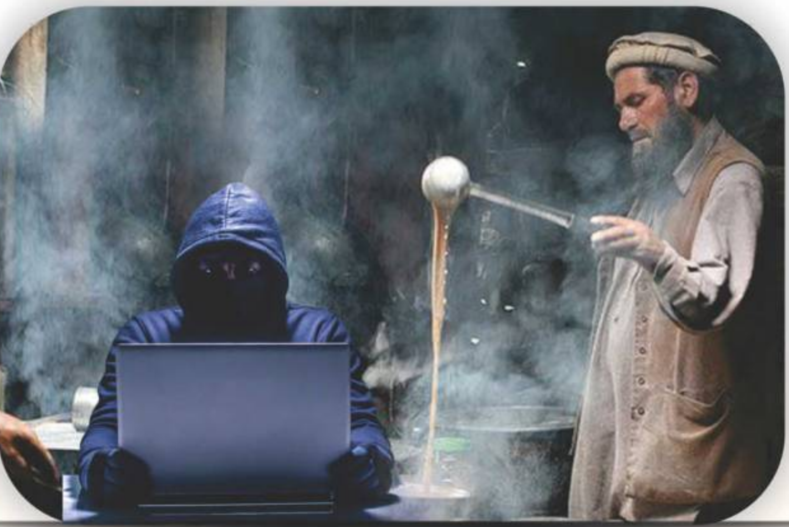

قسط نمبر 15

فیک آئی ڈی ٹو

ایک کمپیوٹر ہیکر کی داستانِ جرم، وہ ایک ناکردہ جرم کو چھپاتے چھپاتے نجانے کتنے جرم کرتا چلا گیا

پہلے حصے کا خلاصہ

عالیان اورنگ زیب تیس سالہ ایک خوبصورت نوجوان ہے۔ وہ آئی ٹی ایکسپرٹ ہے اور ایک کالج میں سائبر سکیورٹی کے مضامین پڑھاتا ہے۔ ادھیڑ عمر ہارون افضل ایک معذور شخص ہے جو اپنے بائیس سالہ بیوی زرنش کے ساتھ رہتا ہے۔ عالیان بطور کرائے دار ہارون کے گھر میں رہنے لگتا ہے۔ عالیان اور زرنش دونوں کو جاسوسی ناول پڑھنے کا شوق ہے۔ دونوں ہارون کے غیر موجودگی میں ایک ساتھ وقت گزارنے لگتے ہیں اور ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

ایک رات زرنش کے ہاتھوں ہارون حادثاتی طور پر مارا جاتا ہے۔ وہ عالیان سے مدد مانگتی ہے اور پھر دونوں مل کر ایک ایسا کھیل کھیلتے ہیں کہ پولیس کا شک ان پر نہ جا سکے۔ عالیان، زرنش کو بتاتا ہے کہ پولیس سے بچنے کا یہی طریقہ ہے کہ ہارون کی لاش دریا میں بہادی جائے اور دو تین دن کے لیے دنیا کی نظر میں ہارون کو زندہ رکھا جائے۔ وہ دونوں ہارون کی لاش دریا میں بہادیتے ہیں اور پھر عالیان، ہارون کا روپ دھار کر لاہور سے فیصل آباد جا کر ایک ہوٹل میں رہنے لگتا ہے۔ دوسری طرف ہارون کی لاش کو ٹھکانے لگاتے وقت ان کا ہمسایہ آصف انہیں دیکھ لیتا ہے اور تصاویر کھینچ کر انہیں بلیک میل کرنے لگتا ہے۔ عالیان فیصلہ کرتا ہے کہ اسے آصف کو قتل کرنا پڑے گا ورنہ وہ انہیں ہمیشہ بلیک میل کرتا رہے گا۔ آصف کے بیوی بچے دوسرے شہر گئے ہوتے ہیں اور وہ اپنے گھر میں اکیلا ہوتا ہے۔ عالیان رات کو آصف کے گھر میں داخل ہوتا ہے اور چاقو مار کر اسے قتل کر دیتا ہے۔ اس وقت آصف، یوسف نامی آدمی کے ساتھ ویڈیو کال پر مصروف ہوتا ہے۔ یوسف جب عالیان کو آصف کو قتل کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو ویڈیو ریکارڈ کر لیتا ہے اور خود بلیک میل کرنے لگتا ہے۔

عالیان سمجھ جاتا ہے کہ یوسف کو بھی قتل کرنا پڑے گا اور منصوبہ بندی شروع کر دیتا ہے۔ وہ یوسف کا کمپیوٹر ہیک کر کے اس کی تفصیلات نکالتا ہے اور بالآخر زرنش کی مدد سے یوسف کو بھی قتل کر دیتا ہے۔ اس کی لاش بھی دریا میں بہادیتا ہے۔ دو دن کے بعد عالیان فیصل آباد سے واپس آجاتا ہے اور وہ دونوں ہارون کی گمشدگی کی رپورٹ درج کروادیتے ہیں۔

پولیس کے لیے ہارون افضل اور یوسف علی گم شدہ ہیں کیوں کہ ان کی لاشیں ابھی تک برآمد نہیں ہوسکیں اور آصف قتل ہو چکا ہے۔

ہارون افضل اور یوسف کی گم شدگی اور آصف کے قتل کا معاملہ، یہ تینوں کیس اے ایس پی احمد ذیشان ملک کے پاس جاتے ہیں اور وہ اپنی ٹیم کے ساتھ مل کر تینوں کیسوں پر تفتیش شروع کر دیتا ہے۔ اے ایس پی ذیشان ایک تیز طرار اور فرض شناس پولیس آفیسر ہے۔ جلد ہی وہ ہارون اور یوسف کی لاش دریا سے برآمد کر لیتا ہے اور اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ ہارون، یوسف اور آصف تینوں کو قتل کرنے والا ایک ہی شخص ہے۔ عالیان اورنگ زیب شک کے دائرے میں آجاتا ہے۔ زرنش کی چند غلطیوں کی وجہ سے ذیشان معاملے کی تہہ تک پہنچ جاتا ہے اور عالیان اورنگ زیب اور زرنش ہارون کو گرفتار کر لیا جاتا ہے۔

''یعنی کیفے میں ''دو نمبر چائے'' ملتی ہے؟'' عالیان نے اسی کے انداز میں اس کے کان کے قریب سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں نا! چاچو زیادہ اچھی چائے نہیں بناتے، میں اچھی والی بناتی ہوں۔'' اس نے کسی چھوٹے بچے کے انداز میں کہا۔ عالیان، عروش کا یہ انداز دیکھ کر مسکرا دیا۔

اونچی نیچی سڑکوں پر چل کر پانچ منٹ کے بعد وہ دونوں ایک بڑے سے گھر کے آگے کھڑے تھے۔ آج سڑکوں پر برف گزشتہ دن کی نسبت کم تھی۔ سورج کی کرنیں برف کو پگھلا رہی تھیں، سردی کی شدت میں بھی خاصی کمی تھی۔ عروش نے اپنے سرخ دستی بیگ سے ایک چابی نکالی اور دروازہ کھول دیا۔ دونوں اندر داخل ہو گئے۔

''چچی چچی! دیکھیں کوئی مہمان آیا ہے!'' اندر داخل ہوتے ہی اس نے آواز لگائی۔ کچن سے ایک نفیس خاتون باہر نکلیں۔ ان کی عمر چونتیس پینتیس سال سے زیادہ نہیں تھی۔ عالیان اسے دیکھ کر حیران ہو گیا کیوں کہ اظہار خان کی عمر کم از کم پچپن سال تو ضرور ہو گی۔

''چچی یہ.... ارے میں تو آپ کا نام ہی بھول گئی۔'' عروش نے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

''میرا نام علی ہے۔'' عالیان نے مسکراتے ہوئے اپنا تعارف کروایا۔

''ارے ہاں! یاد آیا، ان کا نام علی فرحان ہے، لاہور سے تعلق ہے اور یہاں کسی سیکرٹ مشن پر آئے ہیں۔'' عروش چہک کر بولی۔

''سیکرٹ مشن؟ کیسا سیکرٹ مشن؟'' عالیان چونک گیا۔

''کل خود ہی تو کہا تھا کہ کچھ عرصہ شہر سے دور رہنا چاہتا تھا اسی لیے دمے کے مرض کا بہانہ بنایا اور یہاں رہنے لگے۔ اب ''ورک فرام ہوم'' کر رہے ہیں۔''

''علی صاحب! اس کی باتوں کا برا نہ منایئے گا، یہ ایسے ہی بولتی رہتی ہے۔''

''ہاں! لیکن اچھا بولتی ہیں۔ بالکل بچوں جیسا انداز۔'' علی نے چچی کی طرف دیکھ کر کہا۔

''گھر میں کوئی بچہ تو ہے نہیں، بس یہی سمجھ لیں کہ میں جان بوجھ کر بچی بن جاتی ہوں، ویسے میری عمر ستائیس سال ہے۔'' عروش نے بتایا۔

''مجھے لگا شاید اٹھارہ انیس سال کی ہوں گی۔'' عالیان مسکرا دیا۔

''اب اتنی بچی بھی نہیں ہوں میں۔ اچھا میں نے چچی کا تعارف تو کروایا ہی نہیں۔ ان کا نام ہما ہے۔'' اس کے بعد عروش، ہما کو عالیان کے بارے میں بتاتی رہی اور کچن میں چائے بنانے چلی گئی۔ ہما بھی عالیان کے ساتھ بے تکلف ہونے لگی۔

عالیان دونوں خواتین سے محتاط انداز میں بات کر رہا تھا۔ زیادہ تر عروش ہی بولتی رہی۔

چائے لاجواب تھی۔ عالیان نے دو کپ پیئے اور اجازت لی۔

''اپنے گیسٹ ہاؤس تک پہنچ جائیں گے نا؟ یا میں چھوڑ آؤں؟'' عروش نے پوچھا۔

''چلا جاؤں گا، اتنا چھوٹا بچہ بھی نہیں ہوں میں۔'' عالیان نے مسکرا کر کہا اور چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ہما نے عروش سے پوچھا۔

''عروش! یہ سب کیا ہے؟ اور یہ کون تھا؟''

''چچی! یہ بہت کام کا آدمی ہے، آپ نہیں جانتیں۔''

''مطلب؟'' ہما اس کے قریب بیٹھ گئی۔

''میرے دماغ میں ایک پلان ہے۔'' عروش نے ہما کے قریب ہوتے ہوئے کہا اور اپنا منصوبہ بتانے لگی۔ جوں جوں وہ بتاتی جا رہی تھی، ہما کی آنکھیں حیرت کے مارے کھلتی چلی جا رہی تھیں۔

''عروش! تم ایسا بھی سوچ سکتی ہو؟''

''کیوں نہیں سوچ سکتی؟ اگر اپنا حق سیدھے راستے سے نہ ملے تو راستہ تبدیل کرنا ہی پڑتا ہے۔ اور اس نئے راستے میں یہی لڑکا ہمارا ہم سفر بنے گا۔''

''اگر پکڑے گئے تو؟''

''بے فکر رہیں، نہیں پکڑے جائیں گے۔''

''عروش نے نفی میں سر ہلا کر کہا اور واٹس ایپ پر ایک میسج بھیجا:

''وہ گھر آیا تھا، چچی سے بھی ملا ہے۔''

.....⌘.....

اگلے تین دن میں عروش اسے روزانہ ملنے لگی تھی۔ دونوں واٹس ایپ پر چیٹ بھی کرنے لگے۔ عالیان کے دل میں ابھی تک عروش کو لے کر شک تھا۔ اتنی جلدی ایک اجنبی سے بے تکلف ہونا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

لیکن جو بھی تھا، اس لڑکی میں ایک عجیب کشش تھی، عالیان نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے بارے میں سوچنے لگا تھا۔ اس کی معصومیت اور بھولا پن۔ باتیں کرتے ہوئے اپنے جھمکوں کے ساتھ کھیلنا اور ہر بات پر ایک شگفتہ سی مسکراہٹ بکھیرنا اسے بہت اچھا لگتا تھا۔

وہ اس وقت عروش کے گھر میں بیٹھا چائے پی رہا تھا۔ عروش کے چچا اور چچی شہر سے باہر گئے ہوئے تھے۔

آج اس کا آدھا دن ہمیشہ کی طرح لائبریری میں ہی گزرا۔ وہ جیمز ہیڈلے چیز کا ایک ناول پڑھ رہا تھا۔ ناول مکمل نہ ہو سکا تو وہ کرنل خان سے اجازت لے کر اپنے ساتھ لے آیا۔ راستے میں اسے عروش مل گئی، وہ اپنے کیفے سے باہر نکل رہی تھی۔ اسے دیکھ کر مسکرا دی اور اپنے گھر چلنے کی دعوت دی۔

''علی! چلو گھر آجاؤ! اچھی والی چائے پلاتی ہوں۔''

عالیان اس کے ساتھ چل پڑا۔ عروش نے اسے لاؤنج میں بٹھایا اور خود چائے بنانے کچن میں چلی گئی۔ گھر میں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ پہلے تو عالیان تھوڑا گھبرایا کہ اکیلی لڑکی کے ساتھ اتنے بڑے گھر میں اکیلا، پھر یہ سوچتے ہوئے نظر انداز کر دیا کہ جب عروش کو کوئی مسئلہ نہیں تو وہ کیوں پریشان ہو۔

کچھ دیر بعد وہ چائے بنا کر لے آئی۔

''تم لیفٹ ہینڈڈ ہو؟'' عالیان نے عروش کو بائیں ہاتھ سے کپ تھامے دیکھا تو پوچھا۔

''ہاں تو؟ تمہیں پتا ہے لیفٹ ہینڈڈ زیادہ ہوشیار ہوتے ہیں۔''

''تو تم اپنے آپ کو ہوشیار سمجھتی ہو؟'' عالیان مسکرا دیا۔

''سمجھتی نہیں ہوں.... میں ہوشیار ہی ہوں۔ کیفے اور بیکری دونوں میں ہی چلاتی ہوں۔''

''ہاں! اعجاز نے بتایا تھا لیکن آج کل تو سارا دن میرے ساتھ گھومتی رہتی ہو۔''

''ہاں تو اور کیا کروں؟ آج کل تو آرام کے دن ہیں۔ اپریل کے بعد سیزن شروع ہوگا اور جون جولائی اگست میں تو پل بھر کے لیے فرصت نہیں ملے گی۔ تم اپریل تک رکو گے کیا؟''

''کچھ کہہ نہیں سکتا۔''

''تمہاری دفتر سے چھٹیاں کب ختم ہوں گی؟ اپریل تک؟''

''ہاں! کچھ ایسا ہی سمجھ لو۔''

''سمجھ لوں! یعنی حقیقت کچھ اور ہے؟'' عروش نے اپنے خاص انداز میں ایک بار پھر وہی جملہ بولا جو وہ اکثر عالیان سے کہا کرتی تھی۔

''ایک بات بتاؤ! تم نے ابھی تک اپنا گھر کیوں نہیں بسایا؟'' عالیان نے عروش سے پوچھا۔ اس کی بات سن کر عروش نے ایک لمبی سانس لی اور بولی:

''کیسے اور کس سے کروں شادی؟''

''تمہارے چچا، چچی ہیں وہ تمہارے لیے کوئی اچھا سا لڑکا ڈھونڈ سکتے ہیں، تم خود بھی تو اپنے لیے کسی کو پسند کر سکتی ہو۔''

''نہیں! چچا میری شادی کبھی بھی نہیں ہونے دیں گے۔''

''کیوں؟'' عالیان نے حیرت کا اظہار کیا۔

''اس لیے کہ میں ان کے لیے سونے کی چڑیا ہوں۔ ان میں اتنا دم خم نہیں ہے کہ کیفے اور بیکری کو سنبھال سکیں۔ یہ میں ہی ہوں جس نے پچھلے دس سالوں میں کیفے اور بیکری کو اس مقام پر کھڑا کیا۔ وہ تو بس گھوڑوں کی ریس پر پیسہ لگانا جانتے ہیں۔'' آخری جملہ اس نے نفرت بھرے انداز میں کہا۔

''اوہ! جوا کھیلتے ہیں وہ؟''

''ہاں علی! تم میرے چچا کو نہیں جانتے، وہ کوئی شریف آدمی نہیں ہیں۔ میرے ساتھ بہت ظلم کیا ہے انہوں نے۔'' عروش نے عالیان کا ہاتھ تھام کر کہا۔

''کیسا ظلم؟''

''یہ گھر، کیفے اور بیکری یہ سب کسی زمانے میں میرے پاپا کی تھیں جو ان کی وفات کے بعد میرے چچا نے ہتھیا لیں۔''

''ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ میں سمجھا نہیں۔''

''یہ گھر میرے دادا جان نے بنوایا تھا۔ ان کی صرف ایک بیکری تھی۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ ایک میرے پاپا جن کا نام افتخار خان تھا اور دوسرے چاچو اظہار خان۔ دادا کے انتقال کے بعد یہ گھر اور بیکری دونوں بھائیوں میں برابر تقسیم ہوئی تھی۔ چاچو کو کاروبار کا شوق نہیں تھا۔ وہ انگلینڈ جانا چاہتے تھے۔ اسی لیے پاپا نے ان کے حصے کی جائیداد کی رقم انہیں کیش دے کر انگلینڈ بھیج دیا۔ وہاں انہوں نے کسی گوری سے شادی کر لی۔ ان کا ایک بیٹا بھی پیدا ہوا پھر اس گوری نے ان سے طلاق لے لی اور بیٹا اپنی ماں کے ساتھ ہی رہنے لگا۔ یہ دیکھ کر چاچو پاکستان واپس آ گئے۔ یہاں آ کر وہ پاپا کے ساتھ بیکری میں کام کرنے لگے۔ پھر ایک دن پاپا اور مما کہیں جا رہے تھے کہ کار کا ایکسیڈنٹ ہو گیا اور وہ دونوں فوت ہو گئے۔ میں اس وقت چودہ سال کی تھی۔ چچا جان نے ہما چچی سے شادی کر لی اور میری ذمہ داری سنبھال لی۔ یہ گھر، بیکری اور کیفے میرے پاپا کے نام تھا، پتا نہیں کیسے یہ سب انہوں نے اپنے نام کروا لیا؟''

''یہ سب تو فلمی سا لگ رہا ہے۔''

''ہاں! پر حقیقت یہی ہے۔''

''ہما چچی نے اپنے سے بیس سال بڑے مرد سے شادی کیوں کی؟''

''پیسے کی خاطر، ہما چچی کے والد ایک غریب کسان تھے۔ چاچو نے ہما چچی کو دیکھا، پسند کیا اور رشتہ بھیج دیا۔ غربت کی چکی میں پستی ہوئی چچی نے بھی ہاں کر دی اور شادی ہو گئی۔ تقریباً بارہ سال ہو چکے ہیں ان کی شادی کو۔''

''ان دونوں کی اولاد نہیں ہوئی؟''

''ایک بیٹی پیدا ہوئی تھی لیکن وہ بیمار تھی۔ پیدائش کے چار دن بعد ہی وہ فوت ہو گئی۔ اس کے بعد ان کی اولاد نہیں ہوئی۔''

''اوہ! یہ جان کر دکھ ہوا۔'' عالیان نے افسردہ لہجے میں کہا۔ کچھ دیر دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ عروش کی آنکھیں نم تھیں۔ یہ وہ عروش ہی نہیں تھی جسے عالیان پچھلے ایک ہفتے سے جانتا تھا۔ کچھ دیر دونوں خاموش رہے پھر عالیان نے پوچھا:

''تم کیا چاہتی ہو؟''

''اپنا حق واپس لینا چاہتی ہوں۔''

''کیسا حق؟''

''یہ گھر اور دکانیں۔''

''تو کوئی اچھا سا وکیل ڈھونڈ کر عدالت میں کیس کر دو۔'' عالیان نے حل پیش کیا۔

''تمہیں کیا لگتا ہے، عدالت مجھے میرا حق دے سکے گی کیا؟ کیس سالوں لٹکا رہے گا۔''

''پھر کیا حل ہے؟''

''اگر تم ساتھ دو تو ... حل تو ... سامنے ہی ہے۔'' عروش نے جھجک کر کہا۔

''کیسا حل اور کیسا ساتھ؟'' عالیان کو لگا کہ بلی اب تھیلے سے باہر نکلنے والی ہے۔ ایک ہفتے سے جو عروش اس کے پیچھے پیچھے بھاگ رہی تھی شاید اپنے ہی کسی خاص مقصد کے لیے اسے استعمال کرنا چاہ رہی تھی۔

''تم سوفٹ ویئر انجینئر ہو نا؟''

''ہاں! تمہیں کوئی سوفٹ ویئر بنوایا ہے کیا؟'' عالیان نے پوچھا اور عروش کے قریب ہو گیا۔

(جاری ہے)

DEODORANT
BODY SPRAY
AQUA di PARIS
AQUA di PARIS
Deodorant Body Spray
Hot Night MEN
Apollo dance
EXCELLENT ROMA
AQUA di PARADISIO
ROYAL BELLAGIO MEN
AQUA di PARIS
ROMANZA WOMEN
TROPICANA
Charming GIRL WOMEN
TASK COMMUNICATION
THE SPIRIT OF FRESHNESS.
A Product By:
US Chemical
Contact:
0322 4402 888
Shop Online
www.chandnisj.pk
DEODORANT TUNE BODY SPRAY

تم ہو بہارِ لازوال

تم ہو جمال و رنگ و بو

وقار اشرف
washraf77@gmail.com

ہر موسم کے رنگ اس موسم کے ملبوسات سے جھلکتے ہیں۔ بہار کا موسم رخصت ہونے کو ہے اور گرمیاں دستک دے رہی ہیں جس کو مدنظر رکھتے ہوئے مختلف فیشن ہاؤسز اور برینڈز اپنی کولیکشن مارکیٹ میں لا رہے ہیں جس کا ہر جوڑا رنگوں اور ڈیزائنز میں انفرادیت لئے ہوئے ہے اور اس میں جدت کے ساتھ روایت کو بھی یکجا کیا گیا ہے۔ عیدالفطر کی تیاریاں بھی شروع ہیں اور برینڈز کی عید کولیکشن میں فیشن کے جدید رجحانات کے ساتھ روایت کو بھی مدِنظر رکھا جا رہا ہے۔ چند سال قبل تک پارٹی ڈریسز پر ہی زیادہ توجہ دی جاتی تھی لیکن اب فیشن برینڈز اور ڈیزائنرز نے گرمیوں کے پہناووں پر بھی خاص توجہ دی ہے جس کی وجہ سے لان کے کیجوئل پہناوے فارمل لُک دینے لگے ہیں جو دلکش اور شوخ رنگوں میں دستیاب ہیں۔ پہلے گرمیوں میں زیادہ ہلکے رنگ پسند کئے جاتے تھے اب شوخ رنگ بھی گرمیوں میں پسند کئے جا رہے ہیں جو گرم موسم میں ہلکا پھلکا احساس دلاتے ہیں۔ بڑی عمر کی خواتین اگر ہلکے رنگ پسند کرتی ہیں تو لڑکیاں گہرے اور شوخ رنگوں کو ترجیح دیتی ہیں جو ان کی شخصیت کو چار چاند لگا دیتے ہیں۔ گرمیوں کے ملبوسات میں لان کا ذکر سب سے پہلے آتا ہے کیونکہ لان کے ملبوسات گرم موسم میں ہلکا پھلکا احساس دلاتے ہیں۔ کچھ سال پہلے تک لان کو عموماً کیجوئل ویئر کے طور پر ہی پہنا جاتا تھا اب لان میں جس طرح کا فیبرک اور جو رنگ استعمال ہو رہے ہیں اور جس طرح کی ایمبرائیڈری اور ایمبیلشمنٹ کی جا رہی ہے تو اسے فارمل ویئر کے طور پر بھی پہنا جا رہا ہے۔ اب تو عید اور شادیوں کے فنکشنز کے لئے بھی لان کے فارمل جوڑے دستیاب ہیں اور اکثر پہنے جاتے ہیں۔ عید اور فنکشنز کے لئے بھی لان کے فارمل جوڑے پہنے جاتے ہیں کیونکہ ان ملبوسات کو ایمبیلشمنٹ، ایمبرائیڈری اور ڈیجیٹل پرنٹس خاص بنا دیتے ہیں۔ ملبوسات سے ہم آہنگ دوپٹے بھی خوب صورت تاثر دیتے ہیں اور گرم موسم میں سائبان کا کام کرتے ہیں۔ گرمیوں میں لان کے ساتھ ساتھ لگژری پریٹ اور فیسٹیو کولیکشن کی مانگ بھی کم نہیں ہوتی جو ہر موسم میں پہنی جاتی ہے، یہ کولیکشن عموماً شادی بیاہ کے لئے بھی موزوں ہوتی ہے جس میں کاٹن، نیٹ، آرگینزا اور راسلک کا استعمال کیا جاتا ہے، اس میں کپڑے کے علاوہ سٹائل، پرنٹس اور کٹس پر بھی توجہ دی جاتی ہے۔ فارمل کلاتھنگ میں شیفون کو بھی خواتین پسند کرتی ہیں جس کے ڈریسز نفاست کے علاوہ کمفرٹ کا احساس دلاتے ہیں۔

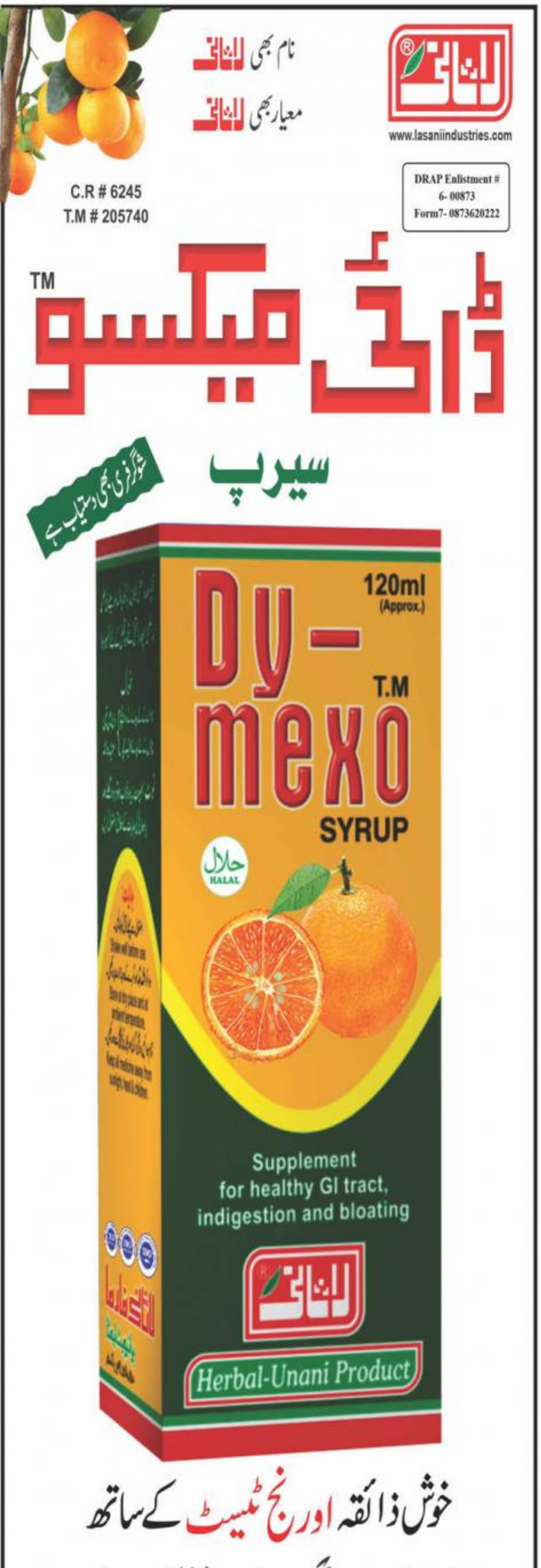
نام بھی لاثانی
معیار بھی لاثانی
www.lasaniindustries.com
C.R # 6245
T.M # 205740
DRAP Enlistment # 6- 00873 Form7- 0873620222
TM
ڈائی میکسو
سیرپ
شوگر فری بھی دستیاب ہے
120ml (Approx.)
Dy-mexo T.M
SYRUP
حلال HALAL
Supplement for healthy GI tract, indigestion and bloating
Herbal-Unani Product
خوش ذائقہ اورنج ٹیسٹ کے ساتھ
بدھضمی، گیس اور نظام ھضم
کی اصلاح کے لئے
تمام دوائیں بچوں کی پہنچ سے دور رکھیں۔
خوراک لیبل پر دی گئی ہدایات کے مطابق استعمال کریں۔ طبیعت زیادہ خراب ہو تو ڈاکٹر سے رجوع کریں۔
ISO 14001
ISO 9001
GMP
حلال HALAL

SOKAMAL.COM
فیملی میگزین

گاؤن۔۔۔کچھ اور رنگ قبا ہے تیرا

اس کا گلیمر پہننے والے کو ایک منفرد انداز بخشتا ہے

اس بار موسم گرما کے ملبوسات کی تشہیر کے لئے گاؤن کا انتخاب کیا گیا ہے

فیشن پرست خواتین ہمیشہ نئے ٹرینڈ کا انتخاب کرتی ہیں اور ہر نئے فیشن کو اپناتی ہیں

راحیلہ مغل
rrahilamughal28@gmail.com

فیشن کی دنیا میں ’’ اسلامک فیشن انڈسٹری ‘‘ کا رجحان بڑی تیزی سے فروغ پارہا ہے۔ اس انڈسٹری کا سب سے اہم جز’ گاون‘ ہے جو مسلمان خواتین بڑے شوق سے پہنتی ہیں۔گاون کی مختلف کلرز، ڈیزائنز اور ورائٹی کی موجودگی کے سبب دبئی اور دیگر خلیجی ممالک میں خاصا مقبول لباس بن چکا ہے اور اب پاکستان میں بھی خواتین اسے خوشی سے اپنا رہی ہیں ۔کیونکہ فل لینتھ شرٹ، یا گاون اس وقت ہاٹ فیشن کی حیثیت رکھتی ہے۔دنیا بھر میں فیشن کے دلدادہ اپنی آرائش و زیبائش کے لئے گاون کو لازم تصور کرتے ہیں۔اس کا گلیمر تقریبات میں پہننے والے کو ایک منفرد انداز بخشتا ہے۔شام کی تقریبات میں گاون کا انتخاب آپ کی شخصیت کو نمایاں کر دینے کیلئے کافی ہے۔فیشن محض زندگی کا تقاضا ہی نہیں شخصیت کی زیبائش بھی ہے۔انسان کی فطرت ہے کہ وہ ایسا لباس زیب تن کرنا چاہتا ہے جسے لوگ پسند کریں اور اس لباس سے اس کی شخصیت بھی اُجاگر ہو۔فیشن پرست خواتین ہمیشہ نئے ٹرینڈ کا انتخاب کرتی ہیں وہ ہر نئے فیشن کو اپناتی رہتی ہیں۔چنانچہ مختلف رنگ و انداز کے ملبوسات کے ذریعے روپ کے نکھار اور شخصیت کو انفرادیت عطا کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔یہ حقیقت ہے کہ فیشن کبھی ایک سا نہیں رہتا،اس میں بتدریج تبدیلی آتی رہتی ہے۔

گاون ایک ایسا ہی دلکش پہناوا ہے۔عورت کی حیا اور مشرقی روایات کی پاس داری کرتے گاون شخصیت کو رعنائی عطا کرنے کے ساتھ اپنی اقدار کی ترجمانی کا ذریعہ بھی ہیں اور فیشن کا حصہ بھی۔گزشتہ سال کا آغاز جہاں خواتین کے لئے لانگ شرٹ کے بجائے میڈیم شرٹ و دسگریٹ پینٹس ،شارٹ شرٹ و دغرارہ یا ٹراوزر کا فیشن لایا، وہیں اس سال ایک بار پھر لمبی فراکس اور گاون کا فیشن خواتین میں مقبول ہورہا ہے گاون کا رجحان ہر رنگ اور ہر طرح کے کپڑے میں خوبصورت اسٹائل میں دیکھنے میں آرہا ہے۔صرف یہ ہی نہیں،ڈیزائنر کی جانب سے بھی اس بار موسم گرما کے ملبوسات کی تشہیر کے لئے گاون کا انتخاب کیا گیا ہے۔جو اس بات کا غماز ہے کہ رواں برس موسم گرما خواتین کے لئے ایک بار پھر لمبی قمیضوں کیساتھ گاون کا ٹرینڈ لے کر آیا ہے۔ان پر بنے نت نئے ڈیزائن شخصیت کو انفرادیت عطا کرتے ہیں۔دیدہ زیب،خوش رنگ اور خوبصورت ڈیزائنوں کی حامل لانگ شرٹس اور گاون خواتین میں تیزی سے مقبول ہورہی ہیں۔

اس پہناوے کو صرف روزمرہ زندگی میں ہی نہیں بلکہ تہواروں اور تقریبات میں بھی زیب تن کیا جا سکتا ہے۔ملک کے طول وعرض میں خواتین اور طالبات اس ٹرینڈ کی گویا دیوانہ ہو رہی ہیں۔دکانداروں کا کہنا ہے کہ ورکنگ وویمن ہو کالج گرلز ہو،یا بڑی عمر کی خواتین سب لانگ شرٹس اور گاون کا انتخاب کرتی نظر آتی ہیں۔پھولوں کے پرنٹس پرمبنی یہ شرٹس دیکھنے میں بہت خوبصورت لگتی ہیں۔پاکستان میں ان دنوں جب موسم بدل رہاہے۔گرمی کی آمدآمد ہے۔ایسے وقت میں فلورل پرنٹس آنکھوں کو بھاتے ہیں۔گزشتہ کچھ عرصے سے خواتین کیلئے مارکیٹ میں زمین تک آتی پرنٹڈ لانگ شارٹس اور گاون متعارف کروائے جانے کا ایک سلسلہ جاری ہے۔

اس وقت بھی کئی ایسے برانڈز ہیں،جنہوں نے لان اور ہلکی کاٹن سے تیار کردہ پرنٹڈ گاونز کو مارکیٹ میں متعارف کروایا ہے۔اگر شادیوں یا تقریبات کے حوالے سے بات کی جائے تو ڈیزائنرز سلک اور شفون سے تیار کردہ لانگ شرٹ اور گاون بھی متعارف کروا چکے ہیں،اکثر لڑکیاں جو ڈیزائنر سے گاون خریدنے کی سکت نہیں رکھتی،وہ گھر پر بھی سی کر تیار کرسکتی ہیں یا سلوا سکتی ہیں۔کوشش کریں کہ گاون کو مختلف انداز دینے کیلئے کسی شوخ رنگ کی کوئی اسٹائل کو شامل کرلیں۔اس سے گاون کا ڈیزائنر والا لک آئے گا۔اس میں شک نہیں جیسے جیسے وقت آگے کی جانب سفر کررہا ہے ویسے ویسے انسان کے طرز زندگی اور پہناووں میں تبدیلیاں بھی وقت کی ضرورت بنتی جا رہی ہیں۔لائف اسٹائل میں جدت اور خواتین کے فیشن تبدیل نہ ہوں یہ تو ہوہی نہیں سکتا۔

دراصل لباس تن کو ڈھانپنا اور سردوگرم سے بچاتا ہی نہیں،یہ ہماری سماجی اقدار کا عکاس بھی ہے اور شخصیت کو جاذبیت،دلکشی اور نیا پن بھی عطا کرتا ہے۔مختلف رنگوں اور منفرد تراش خراش کے لباس انسان کو جاذب نظر بناتے ہیں اور اسے انفرادیت دیتے ہیں۔ملبوسات پر کی جانے والی ڈیزائننگ لباس کو نیا انداز اور انوکھی خوبصورتی عطا کرتی ہے۔دراصل مختلف رنگوں کو اپنا پیراہن کرکے خوش لباسی کے ذوق کی تسکین کی جاتی ہے۔روایتی مشرقی لباس کا اہم جزو لانگ شرٹس یا گاون ہمیشہ سے ہی ہر طبقے کی خواتین میں مقبول رہا ہے لیکن شادی بیاہ جیسی تقریبات پر تو اسے اور بھی پسند کیا جاتا ہے اکثر خواتین مہندی کی تقریب کے دوران پیلے اور سبز رنگ کے خوبصورت امتزاج سے تیار کردہ ملبوسات کے ساتھ خصوصی طور پر زیب تن کرنا پسند کرتی ہیں۔

گاون کا شمار ان ملبوسات میں ہوتا ہے جو عرب ممالک میں بے حد مقبول ہے اور اب پاکستان میں بھی اپنی مقبولیت کے جھنڈے گاڑ رہا ہے۔گزشتہ چند برسوں سے پاکستانی فیشن ٹرینڈز میں ہر مہینے تبدیلی رونما ہورہی ہے آج کچھ فیشن ٹرینڈز ہیں تو اگلے مہینے کچھ۔اس وقت آپ جتنے بھی ڈیزائنرز کے ڈریسز دیکھیں گیں اُن میں گاون سرفہرست ہے۔ان کے ساتھ دستیاب پاجامے بھی خاصے دلکش ملتے ہیں۔بات وہی ہے کہ یہ دور بہت سارے فیشن ٹرینڈز کا دور ہے جس کا جو دل کرتا ہے وہ اسی قسم کا فیشن ٹرینڈ اپنا لیتا ہے اور یہ ایک حوصلہ افزا رجحان ہے۔ایک دہائی قبل کے فیشن ٹرینڈز پر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ ایک ہی قسم کا فیشن ٹرینڈ چلتا تھا یعنی ہر ایک کو ایک ہی فیشن ٹرینڈ فالو کرنا پڑتا تھا لیکن اب صورتحال خاصی مختلف ہے۔آنے والے برسوں میں فیشن ٹرینڈز میں اس سے بھی زیادہ تبدیلیاں دیکھنے کو ملیں گی۔

مسلم خواتین کا پسندیدہ لباس

فیشن کی دنیا میں’’اسلامک فیشن انڈسٹری‘‘ کا رجحان بڑی تیزی سے فروغ پارہا ہے۔اس انڈسٹری کا سب سے اہم جز’ گاون‘ ہے جو مسلمان خواتین بڑے شوق سے پہن رہی ہیں۔گاون کی مختلف کلرز،ڈیزائنز اور ورائٹی کی موجودگی کے سبب دبئی اور دیگر خلیجی ممالک میں خاصا مقبول لباس بن چکا ہے اور اب پاکستان میں بھی خواتین اسے خوشی سے اپنا رہی ہیں ۔کیونکہ فل لینتھ اوپن شرٹ،یا گاون اس وقت ہاٹ فیشن کی حیثیت رکھتی ہے۔دنیا بھر میں فیشن کے دلدادہ اپنی آرائش و زیبائش کے لئے گاون کو لازم تصور کرتے ہیں۔اس کا گلیمر تقریبات میں پہننے والے کو ایک منفرد انداز بخشتا ہے۔شام کی تقریبات میں گاون کا انتخاب آپ کی شخصیت کو نمایاں کردینے کیلئے کافی ہے۔فیشن محض زندگی کا تقاضا ہی نہیں شخصیت کی زیبائش بھی ہے۔انسان کی فطرت ہے کہ وہ ایسا لباس زیب تن کرنا چاہتا ہے جسے لوگ پسند کریں اور اس لباس سے اس کی شخصیت بھی اُجاگر ہو۔فیشن پرست خواتین ہمیشہ نئے ٹرینڈ کا انتخاب کرتی ہیں وہ ہر نئے فیشن کو اپناتی رہتی ہیں۔چنانچہ مختلف رنگ و انداز کے ملبوسات کے ذریعے روپ کے نکھار اور شخصیت کو انفرادیت عطا کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔یہ حقیقت ہے کہ فیشن کبھی ایک سا نہیں رہتا،اس میں بتدریج تبدیلی آتی رہتی ہے۔

اب بڑے بڑے فیشن ڈیزائنرز مناسب فیشن کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ دوسری جانب عرب دنیا بھی بہت تیزی سے بدل رہی ہے۔سوچ کے اعتبار سے،معاشرتی اعتبار سے یہاں تک کہ اٹھنے بیٹھنے کے اعتبار سے بھی یہاں واضح فرق نظر آرہا ہے۔اب یہاں بھی وقت سے آگے نکلنے کی باتیں ہورہی ہیں۔تبدیلی کے اثرات مردوں تک ہی محدود نہیں رہے بلکہ عورتوں نے بھی خوبصورت گاونز کیساتھ جدید دنیا کے تراش خراش کو اپنا لیا ہے۔ایک زمانہ تھا جب کسی عرب شہزادی کی عوامی مصروفیت کے بارے میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا مگر آج یہاں کی خواتین نہ صرف اپنے لباس کے انتخاب میں آزاد ہیں بلکہ وہ انتہائی فیشن ایبل دنیا کے معروف ڈریس ڈیزائنرز کے جدید تراش خراش والے کپڑے پہن کر مردوں کے شانہ بہ شانہ’موو‘ کرتی نظر آتی ہیں۔ایسی خواتین کو’’مسلم دنیا کا جدید چہرہ‘‘ قرار دیا جارہا ہے۔

فیملی کیچن

سحر و افطار کے پکوان

قارئین! اس وقت تمام امت مسلمہ رمضان کی برکتوں سے مالا مال ہو رہی ہے۔ اس مبارک مہینے میں ہر کوئی اپنی استطاعت کے مطابق سحری اور افطاری کا انتظام کرتا ہے۔ رمضان کے آغاز سے ہی روزے دار سحری کے ساتھ ساتھ روزہ کھولنے کے لیے افطاری میں خصوصی اہتمام کرتے ہیں جس میں روایتی کھانے پینے کی مختلف چیزیں تیار کی جاتی ہیں۔ جس طرح پکوڑوں کے بغیر افطاری کو نامکمل سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح رول اور سموسے بھی افطاری کا بنیادی جز مانے جاتے ہیں، جسے بچے بھی پسند کرتے ہیں جبکہ بڑے بھی شوق سے کھاتے ہیں۔ بازار سے یہ اشیاء سب ہی خرید کر لاتے ہیں لیکن آپ انہیں باآسانی گھر میں بھی تیار کر سکتے ہیں۔ آپکی سحر اور افطار کا مزہ دوبالا کرنے کیلئے ہم آپ کیلئے لائے ہیں سحر و افطار کے پکوانوں کی تراکیب تو آئیں شروع کرتے ہیں۔

غلافی کباب

درکار اجزاء:۔

قیمہ آدھا کلو، شملہ مرچ ایک عدد، ٹماٹر (کیوبز) ایک عدد، بریڈ سلائس ایک عدد، ہری مرچ (باریک کٹی ہوئی) چھ عدد، تیل ایک چوتھائی کپ، پیاز آدھا کپ، ادرک ایک انچ کا ٹکڑا، گرم مسالہ ایک چائے کا چمچ، نمک ایک چائے کا چمچ، ادرک لہسن پیسٹ ایک کھانے کا چمچ، لیموں کا رس ایک کھانے کا چمچ، کاجو کا پیسٹ ایک کھانے کا چمچ، ہرا دھنیا دو کھانے کے چمچ، ملائی دو کھانے کے چمچ۔

ترکیب:۔

قیمے میں شملہ مرچ، ٹماٹر، بریڈ سلائس، ہری مرچ، پیاز، ادرک، گرم مسالہ، نمک، ادرک لہسن پیسٹ، لیموں کا رس، کاجو کا پیسٹ، کٹا ہرا دھنیا اور ملائی اچھی طرح مکس کریں اور کباب بنالیں۔ اب پین میں تیل گرم کر کے کباب فرائی کریں۔ آخر میں انہیں چٹنی کے ساتھ سحری میں کھانے کے لیے پیش کریں۔

آلو کے سموسے

اجزاء:

(ایک درجن سموسوں کے لیے) دو کپ آٹا، چار چائے کے چمچ تیل، 12 سے 14 چائے کے چمچ پانی، ایک چائے کا چمچ اجوائن، نمک حسب ذائقہ، تلنے کے لیے تیل

آلو مصالحہ: درمیانے سائز کے تین آلوؤں کو ابال لیں۔ ابلنے کے بعد حسب ذائقہ نمک، آدھا چائے کا چمچ زیرہ، چوتھائی چائے کا چمچ سرخ مرچ پسی ہوئی، ایک چائے کا چمچ کٹا ہوا دھنیا، چوتھائی چائے کا چمچ کٹی ہوئی سبز مرچیں، تلی ہوئی پیاز، آدھا چائے کا چمچ اجوائن، آدھا چائے کا چمچ پسا ہوا سوکھا دھنیا، ان سب کو ایک ساتھ ملا کر کچل لیں اور چار چائے کے چمچ تیل میں تیز آنچ پر کچھ منٹ کے لیے تل لیں۔

ترکیب:۔

سموسے کے خول کے لیے تمام اجزاء کو آپس میں مکس کر دیں اور اس کے بعد آٹے میں گوندھ کر پیڑوں کی شکل دیں، اور گیلے کپڑے سے ڈھک کر ایک گھنٹے کے لیے کمرے کے عام درجہ حرارت میں رکھ دیں۔ اس کے بعد انہیں 6 مساوی پیڑوں کی شکل میں تقسیم کر کے 6 گول روٹیاں بنائیں اور آدھے گول کی شکل میں کاٹ لیں جبکہ روٹی کے ٹکڑوں کے سیدھے کناروں پر کچھ پانی لگائیں اور اسے موڑ کر بند کر دیں۔ اب کون کی شکل کے سموسے کے اس خول کو آلو سے بھریں اور اس کے کون کے گول گھیر پر کچھ پانی لگا کر اس کے کونوں کو دبا کر سیل کر دیں۔ اب سموسے کو گرم تیل (تیز آنچ) میں ڈال دیں اور آنچ کو سموسہ ڈالنے کے بعد ہلکا کر دیں اور اس وقت اس آنچ پر پکائیں جب تک وہ گولڈن براؤن نہ ہو جائے۔ اس کے بعد آنچ کو بڑھائیں اور سموسے کو کڑھائی سے نکال لیں، اس کا تیل چھان لیں اور پھر اس کا مزہ لیں۔

اسپرنگ رول

اجزاء:

فلنگ بنانے کے لیے

تیل 4 کھانے کے چمچ، ابال کر ریشہ کی ہوئی چکن ایک کپ، گاجر باریک باریک کٹی ہوئی ایک کپ، شملہ مرچ باریک کٹی ہوئی ایک کپ، بند گوبھی باریک کٹی ہوئی ایک کپ، ہری پیاز باریک کٹی ہوئی ایک کپ، نمک ایک چائے کا چمچ یا حسب ذائقہ، کُٹی ہوئی کالی مرچ ایک چائے کا چمچ، کُٹی ہوئی لال مرچ آدھا چائے کا چمچ، سویا ساس دو کھانے کے چمچ، سرکا ایک کھانے کا چمچ، سفید زیرہ ایک چائے کا چمچ

رول کے لیے:

رول پٹی 12 عدد، میدہ ایک کھانے کا چمچ، پانی حسب ضرورت، تیل تلنے کے لیے

ترکیب:

فرائی پین میں چار کھانے کے چمچ تیل گرم کر اس میں سفید زیرہ شامل کریں اور فرائی کر لیں۔ پھر اس فرائی پین میں چکن، تمام سبزیاں اور مصالحے ڈال کر کے اچھی طرح مکس کریں جبکہ پانچ منٹ فرائی کر کے فلنگ کو ٹھنڈا ہونے کے لیے رکھ دیں۔ ایک کھانے کے چمچ میدے میں تھوڑا سا پانی ملا کر اس کا پیسٹ بنالیں۔ رول کی پٹیوں میں فلنگ کی کچھ مقدار ڈال کر اسے فولڈ کریں اور کنارے میدے کے پیسٹ سے چپکا کر رکھتے جائیں۔ ایک الگ پین میں ڈیپ فرائی کے لیے تیل گرم کر لیں، اس میں ایک ایک کر کے تیار شدہ رول ڈالیں اور درمیانی آنچ پر سنہرا ہونے تک تل لیں۔ گرم گرم رول پودینے، املی کی چٹنی یا کیچپ کے ساتھ پیش کی جا سکتی ہے۔ فرائنگ سے قبل تیار شدہ رول کو ایک مہینے تک فریز کیا جا سکتا ہے جبکہ حسب ضرورت فرائی کر کے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

رمضان دسترخوان

خوشبو بھرے پکوان سحر و افطار کا مزہ دوبالا کر دیتے ہیں

راحیلہ مغل

rrahilamughal28@gmail.com

رمضان المبارک کی آمد کے ساتھ ہی گھروں اور باورچی خانوں کی رونق میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے۔ فضا میں پھیلی کھانوں کی مسحور کن خوشبو اور پکوانوں سے سجے دسترخوان سحر و افطار کا لطف و مزہ دوبالا کر دیتے ہیں۔ دنیا میں پائے جانے والے مسلمان ملکوں میں بھی مذہبی تہواروں کے دوران جوش و خروش پایا جاتا ہے خصوصاً رمضان میں تمام مسلمان یا غیر مسلمان ملکوں میں اشیاء خورونوش کی قیمتوں میں ریکارڈ کمی نظر آتی ہے۔ اپنے اپنے ذوق و شوق اور مزاج کے مطابق کچھ لوگ اس اہتمام میں سادگی پسند کرتے ہیں جب کہ بعض بڑھ چڑھ کر مختلف کھانوں اور پکوانوں کی تیاری میں مشغول رہتے ہیں۔ سحر و افطار میں جس طرح متوازن اور صحت بخش غذا ضروری ہے بالکل ویسے ہی کھانے میں اعتدال قائم رکھنا بھی یکساں اہمیت کا حامل ہے۔ اب تو مغرب میں بھی روزے کی افادیت دیکھتے ہوئے اس کی طرز پر ڈائٹ پلان مرتب کیے جانے لگے ہیں۔ اکثر افراد گھر میں سحری کی بجائے ہوٹل کے لذیذ پکوانوں کا رخ کرتے ہیں۔

دراصل رمضان المبارک، جس کی ہر ہر گھڑی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ بندے اپنے رب کو راضی کرنے کیلئے فرائض و نوافل کا خاص اہتمام کرتے ہیں تو مساجد کی رونقیں بڑھ جاتی ہیں۔ اسی ماہ گھروں، گلیوں، بازاروں میں روایتی گہما گہمی بھی اسے دوسرے مہینوں سے ممتاز بناتی ہے، گھروں میں سحر و افطار کے لیے خاص پکوان تیار ہوتے ہیں تو بازار بھی کھانے پینے کی خصوصی چیزوں سے سج جاتے ہیں۔ مختلف قسم کی کھجوریں اور کھجلہ پھینی ان میں سب سے زیادہ منفرد ہیں، رمضان میں ان اشیا کا استعمال تو اسی طرح جاری ہے لیکن اب اس کے ڈھنگ بدلتے جا رہے ہیں، پہلے جو کھجور ٹھیلوں اور چھابڑوں پر فروخت ہوتی تھی، اب پیکٹ میں عام ہوگئی ہے جن کا پہلے پہل تو صرف پوش علاقوں میں ہی رجحان تھا لیکن اب یہ ہر دکان اور سٹور پر دستیاب ہیں، اسی طرح پھینی بھی ہے۔ جیسے ہی رمضان شروع ہوتا ہے، حلوائیوں کی دکانیں سج جاتی ہیں، کڑاہیوں میں گول گول لچھے دار خوب صورت پھینیاں تلی جانے لگتی ہیں تو لوگ بھی ان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

دراصل رحمتوں اور برکتوں کے مہینہ رمضان المبارک میں سحر و افطار کے لیے روزہ دار انواع و اقسام کے پکوان کا خوب اہتمام کرتے ہیں، انہی میں سے ایک کھجلہ اور پھینی بھی ہے جس کے بغیر سحری کو ادھورا تصور کیا جاتا ہے۔ پھینی ماہ رمضان کی سحری میں کھایا جانے والا وہ پکوان ہے جس کی تیاری اس بابرکت مہینہ سے قبل شروع ہو جاتی ہے اور آخری روزہ سے چند دن قبل تک اس کا استعمال جاری رہتا ہے۔ پھینی کی تیاری عام طور پر کارخانوں میں ہوتی ہے جہاں ایک ہی وقت میں کئی افراد اس کی تیاری میں مصروف عمل دکھائی دیتے ہیں۔ پھینی میدے سے تیار کی جاتی ہے جس کے لیے پہلے میدے کو آٹے کی طرح خوب گوندھا جاتا ہے جس کے بعد اس میں گھی کا استعمال کر کے اس کے پیڑھے بنائے جاتے ہیں اور پھر اسے ہاتھوں سے بیل کر گھی میں تلا جاتا ہے۔ پھینی کے ساتھ کھجلہ بھی رمضان کی خاص سوغات ہے اور یہ بھی میدے سے ہی تیار کیا جاتا ہے۔ میدے کے پیڑے گرما گرم تیل میں پھول کر کھجلے کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ کھجلہ اور پھینی دیر سے ہضم ہوتی ہے اور معدے میں دیر تک ٹھہری رہتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ سحری میں ان کا استعمال کرنا روزہ کی حالت میں توانا رہنے کے لیے مفید ہے۔ ماہ رمضان میں جہاں بہت سے کاروبار میں اضافہ ہوتا ہے وہیں کھجلہ پھینی کی خرید و فروخت بھی رمضان المبارک میں کئی افراد کے لیے روزگار کا سبب بنتی ہے۔

سائنسی تحقیق بھی نے ثابت کر دیا کہ روزہ رکھنے سے جسم کمزور نہیں ہوتا بلکہ ہمارے بدن میں ایسا میکنیزم پایا جاتا ہے جو روزے کی حالت میں حرکت میں آتا ہے اور بدن کی اضافی چربی کو موثر انداز میں ختم کر دیتا ہے اس مہینے میں ٹریننگ کی جاتی ہے کہ نماز کی پابندی کو اپنایا جائے، زکواۃ، صدقہ و خیرات دی جائیں، اسلامی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔ سحری میں ہمیں ایسی خوراک لینی چاہیے جس میں کافی مقدار میں پروٹین، مفید کولیسٹرول اور کاربوہائیڈریٹس موجود ہوں اس بار رمضان المبارک موسم بہار میں آیا ہے۔ ایسے میں اگر ہم سحری کے اوقات میں دہی لیں اور چھوٹی الائچی کا قہوہ پی لیں، تو سارا دن پیاس کا احساس نہیں ہوگا۔ افطار کے وقت کھجور، بادام اور کیلے کا استعمال دوسرے پھلوں کی نسبت زیادہ کریں، یہ فوری اور دیرپا توانائی پہنچانے میں معاون ہیں۔ اس ماہ مبارک کی مناسبت سے مخیر افراد کی جانب سے روزہ کھلوانے کا بھی خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ روزے کی بھوک برداشت کر کے خود کو قابل برداشت بنانے کا موقع بھی اسی ماہ بابرکت میں ملتا ہے۔

افطاری میں کھجور، بادام اور کیلے کا استعمال دوسرے پھلوں کی نسبت زیادہ کریں، یہ فوری اور دیرپا توانائی پہنچانے میں معاون ہیں

اگر ہم سحری میں دہی کھائیں اور چھوٹی الائچی کا قہوہ پیئیں، تو سارا دن پیاس کا احساس نہیں ہوگا

کھجلہ اور پھینی دیر سے ہضم ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ سحری میں ان کا استعمال کرنا روزہ کی حالت میں توانا رہنے کے لیے مفید ہے

ماہ رمضان اور مہنگائی

رمضان کی سوغاتیں بہت اچھی لگتی ہیں بلکہ کھانے میں بھی مزہ آتا ہے لیکن ہمارے ملک کا المیہ یہ بھی ہے کہ یہاں پر رمضان المبارک اور دیگر تہواروں کے مواقع پر کسی قسم کی کوئی خاص رعایت نہیں دی جاتی بلکہ جو برائے نام قسم کے رمضان یا عید بازار ہوتے ہیں وہاں غیر معیاری اشیاء کی بھرمار ہوتی ہے، اسی طرح ناقص گھی اور تیل میں پکائی گئی چیزیں، صرف اپنے نفع کی خاطر لوگوں کی صحت سے بھی کھیلا جاتا ہے، ایک اہم چیز یہ بھی ہے کہ اتنی مہنگائی ہو گئی ہے کہ اچھے خاصے مڈل کلاس طبقے والے بھی کوئی چیز لیتے ہوئے دس بار ضرور سوچتے ہیں پھر بھی اہل خانہ کی خوشیاں ماند رہ جاتی ہیں ایک طرف اتنا پیسہ ہے کہ اناج کا اناج ضائع ہو رہا ہے اور دوسری طرف معصوم بچے اور خواتین کچرے کے ڈھیروں سے روٹی کا ایک ایک ٹکڑا چن رہے ہیں، یہ اللہ کی نہیں بلکہ انسانوں کی انسانوں کے لئے رزق کی تقسیم ہے۔

ورسٹائل ٹرے

آمنہ ماہم

ہر گھر میں سب سے مشہور اور اہم برتن ایک ٹرے سمجھا جاتا ہے۔ یہ اکثر کینٹینوں اور کیفے میں بھی پایا جاتا ہے۔ ٹرے ایک ہمہ گیر ڈیوائس ہے جس کی ہموار سطح اور خاص اطراف (اٹھے ہوئے کنارے) ہوتے ہیں، جو مختلف قسم کے پکوانوں کی نقل و حمل کو بہت آسان بناتے ہیں اور انہیں گرنے سے بچاتے ہیں۔ چاندی کا بیضوی یا مستطیل پینٹ شدہ لکڑی کی ٹرے خوبصورت لگتی ہے۔ وہ اکثر مختلف مٹھائیوں، پھلوں اور بیری کے ٹکڑوں، کیک اور کیک کی شاندار پیشکش کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ اس ڈیوائس کی بدولت، کھانا میز سے ہٹاتے وقت، آپ ایک وقت میں بہت سے برتن سنک تک لا سکتے ہیں۔ بستر پر ہی ناشتہ کر سکتے ہیں۔ کافی اور چائے کی تقریب اس پروڈکٹ کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ آپ اس پر مختلف مٹھائیاں، اسنیکس کو بھی ترتیب دے سکتے ہیں۔ دالان میں چھوٹی اشیاء کو ذخیرہ کرنے کے لیے بھی یہ بہت مفید ہے جیسے قلم، چابیاں، اور بہت کچھ کے ساتھ نوٹ بک۔ مندرجہ بالا خصوصیات کے علاوہ، بہت سی گھریلو خواتین ایک ٹرے کو خوبصورت اسٹینڈ کے طور پر استعمال کرتی ہیں۔ آپ ان پر نہ صرف انڈور پودے لگا سکتے ہیں بلکہ موم بتیوں اور سوکھے پھولوں سے اپنے طور پر غیر معمولی کمپوزیشن بھی بنا سکتے ہیں۔ آیئے اب آپکو اسکی اقسام کے بارے میں بتاتے ہیں۔

لائٹ ویٹ ٹرے:۔

مدعو مہمانوں کو چائے سرو کرنا اور اسنیکس کے ساتھ مشروبات تقسیم کرنا اس ڈیوائس کے استعمال کے بغیر نہیں ہوگا۔ ان مقاصد کے لیے عام طور پر ہلکے، وسیع اور آرام دہ ٹرے خریدے جاتے ہیں۔

آرائشی ٹرے:۔

آرائشی ٹرے کو آپ دیوار پر لٹکا سکتے ہیں روایتی طور پر، ہر گھر میں آپ کو کسی دھات کے یا لکڑی کے ٹرے مل سکتے ہیں۔

ورسٹائل ٹرے:۔

اگر آپ کے گھر بہت سے مہمان مدعو ہیں، تو ورسٹائل ٹرے آپکی دعوت کو چار چاند لگا دیں گے۔

پلاسٹک کے ٹرے:۔

آجکل گھروں میں استعمال کیلئے پلاسٹک ٹرے خریدے جاتے ہیں حالانکہ یہ سٹیل کی ٹرے کی نسبت کم مضبوط ہیں لیکن اسکے خوبصورت ڈیزائنز انہیں قابل دید بنا دیتے ہیں اور ہر کوئی اپنے بجٹ کے مطابق انہیں خرید سکتا ہے۔

لکڑی کے ٹرے:۔

لکڑی کی ٹرے نہ صرف باورچی خانے کو خوبصورتی سے سجاتی ہیں بلکہ دعوت میں کچھ ذائقہ بھی شامل کرتی ہیں۔

بانس کی ٹرے:۔

بانس کی ٹرے وزن میں ہلکی ہوتی ہیں، ان میں جراثیم کش خصوصیات ہوتی ہیں اور کھانے کی بدبو جذب نہیں ہوتی۔

نوٹ (پیارے بچو! اس بار ہم آپ کیلئے ایسی کہانیاں لیکر آئے ہیں جو ڈرامائی انداز میں لکھی گئی ہیں، جو بچوں کے ادیب کی حیثیت میں معروف ہیں۔ ان کہانیوں کے مصنف علی حسن ساجد ہیں، جو بچوں کے ادیب کی حیثیت میں معروف ہیں۔ آئیں کہانی پڑھنی شروع کرتے ہیں)

رہنما خواب

علی حسن ساجد

(پہلا حصہ)

امی: ناصر میاں...... ناصر بیٹے...... دیکھو کون آیا ہے۔

ناصر: (جاتے ہوئے) ابھی دیکھتا ہوں امی۔

عاصم: ہیلو ناصر۔

نام: (گرمجوشی سے) آؤ بھئی عاصم...... آج تو بہت دنوں بعد آئے ہو۔

عاصم: تسلیمات خالہ جان...... کیسے اچھی طرح تو ہیں۔

امی: جیتے رہو آؤ بیٹھو بیٹھے...... کیا بات ہے، بہت دنوں بعد آئے ہو۔ اور ناصر بھی بہت دنوں سے تمہارے گھر نہیں گیا۔ کیا بات ہے...... کہیں تم دونوں میں لڑائی تو نہیں ہو گئی ہے؟

عاصم: نہیں تو خالہ جان...... اچھے دوست کبھی لڑا نہیں کرتے اور آپ تو جانتی ہیں ہماری دوستی کیسی ہے۔ ہماری دوستی بہت عظیم ہے۔ ہر طرح کی برائیوں سے پاک...... ہم ایک دفعہ دوستی کا عہد کر چکے ہیں۔ تو ساری زندگی یہ عہد نہیں توڑ سکتے۔

امی: شاباش...... واقعی تم لوگوں کی دوستی سچی ہے۔ اگر اس طرح سب ایک دوسرے کے دوست بن کر رہنے لگیں تو دنیا میں جنت کا سکون میسر آ جائے...... ناصر بیٹے میں ذرا تمہاری خالہ جی کے یہاں جا رہی ہوں...... تم لوگ بیٹھو۔

ناصر: جی اچھا (رک کر) کیوں بھئی کیا سوچنے لگے عاصم؟

عاصم: سوچ رہا ہوں چھٹیاں ختم ہونے میں تھوڑے ہی دن رہ گئے ہیں پھر وہی سکول ہوگا...... وہی ماسٹر صاحب...... اور وہی تاریخ کی موٹی کتاب۔

ناصر: آہا...... انجم بڑے اچھے موقع پر آئے۔

عاصم: ارے واہ...... آؤ بیٹھو۔

انجم: بیٹھ تو ہم گئے...... اب یہ بتائیے آپ لوگ کیا باتیں کر رہے تھے۔

عاصم: (سوچتے ہوئے) ارے وہ...... کیا باتیں تھیں ناصر...... کچھ کتابوں سے متعلق۔

انجم: ہاں...... تاریخ کی کتاب کی باتیں ہو رہی تھیں شاید۔

ناصر: (ہاں...... آ) اصل میں ہم لوگ چھٹیوں کی باتیں کر رہے تھے۔

انجم: ارے ہاں یار...... یہ چھٹیاں تو جیسے پر لگا کر آتی ہیں۔

عاصم: ہاں دیکھو نا کیسی پُھر پُھر ہو گئیں۔

ناصر: کہ ہم اس اڑتی چڑیا کے پر بھی نہیں گن سکے۔

انجم: بالکل ٹھیک...... بالکل ٹھیک میں اس لیے تو یہاں آیا تھا کہ چھٹیوں کے ان دنوں کو ضائع نہ ہونے دیا جائے۔ کچھ لطف اٹھایا جائے ان سے۔

عاصم: کیا کوئی پروگرام بنا کر آئے ہو۔

انجم: جی ہاں...... ہمیشہ سے میرا کام (زور دے کر) "بنانا" ہی رہا ہے۔

ناصر: کیا کسی پکنک وکنک کی سوچی ہے...... ٹھیک ہے...... کیوں نہ کلفٹن چلا جائے۔

انجم: ارے چھوڑو بھی دوست اب یہ باتیں پرانی ہو گئیں۔ اس بار تو شکار کا پروگرام ہے۔

عاصم: تو کیا ہم لوگ شکار کر لیں گے......؟

انجم: ہمت بلند کرو شکار کیوں نہیں کر سکتے۔

عاصم: ہاں ٹھیک ہے انجم نے چھٹیوں کا سب سے بہتر مصرف تلاش کر لیا ہے۔ بس ٹھیک ہے ناصر...... آج کون سا دن ہے...... اوں جمعہ...... کل ہفتہ...... پرسوں اتوار......

انجم: یار ناصر تمہیں پتہ ہے منگل اور جمعہ کے دن میں مصروف ہوتا ہوں۔ یہ میرے خاص دن ہوتے ہیں چلو...... تم آج امی سے اجازت لے لینا...... کل بتا دینا...... اور پرسوں...... پرسوں بس چلنے کو تیار۔ ایک جمع ہم دوستوں پر قربان کر دوں نہ یار۔

عاصم: یہ ممکن نہیں ہے کہ جمعہ کے دن کوئی دوسرا پروگرام رکھا جائے۔ اور ہاں...... دیکھو...... اگر امی ایک دفعہ جانے سے منع کر دیں تو تھوڑی سی خوشامد کر لینا...... کہیں فوراً ہمت نہ ہار جانا۔

ناصر: امی مجھے ضرور اجازت دے دیں گی۔

انجم: تو بس ٹھیک ہے (گھڑیال پانچ بجاتا ہے)

عاصم: اوہ...... پانچ بج گئے...... اچھا بھئی میں چلتا ہوں۔ مجھے چھ بجے اپنے دوست کے ضروری کام سے لازمی پہنچنا ہوتا ہے۔

انجم: ہاں اب ہم کل پوچھنے آئیں گے خدا کرے اجازت مل جائے۔

ناصر: بیٹھو چائے تو پی کر جانا...... میں فضلو سے کہتا ہوں۔

انجم: تکلیف نہ کرو...... پھر کبھی سہی۔

عاصم: اچھا ہم چلتے ہیں...... کل پھر آئیں گے۔

ناصر: اچھا خدا حافظ۔

امی: ناصر بیٹے اس طرح اداس کیوں بیٹھے ہو۔

ناصر: امی ہم لوگوں نے شکار کا پروگرام بنایا ہے۔ ہماری چھٹیاں ختم ہوئی جا رہی ہیں اور ہم نے ان سے کوئی فائدہ بھی نہیں اٹھایا۔ انجم اور عاصم پرسوں شکار پر جا رہے ہیں، انہوں نے مجھے بھی دعوت دی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں بھی ان کے ساتھ چلا جاؤں۔

امی: شکار کو......؟ نہیں بیٹے میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دے سکتی۔ ابھی تو تم بہت چھوٹے ہو۔

ناصر: امی آخر انجم اور عاصم بھی تو جائیں گے نا......

امی: وہ بھی نہیں جائیں گے۔ ان کی امی بھی انہیں اجازت نہیں دیں گی اور تم کہتے ہو چھٹیوں سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ چھٹیوں سے فائدہ اٹھانے کا ایک یہی طریقہ نہیں بیٹے کہ شکار کیا جائے یا سیر و تفریح کے لیے کسی پُر فضا مقام پر جایا جائے۔ اس کے علاوہ بھی ہزاروں طریقے ہیں مثلاً اپنا پچھلا پڑھا ہوا دوہراؤں یا نئے کورس کو اپنے آپ پڑھنے کی کوشش کرو۔

ناصر: (خوشامدانہ لہجے میں) امی مجھے جانے دیجیے نا...... اچھی امی......

امی: بیٹے تم ابھی ناسمجھ ہو۔ میں تمہاری ماں ہوں اور اچھے بچوں کو ماں کے کہنے پر چلنا چاہیے۔ میرا کہا مانو اور شکار کو نہ جاؤ...... سمجھ گئے، شاباش میرا پیارا بیٹا۔

(دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز)

ناصر: (دروازہ کھولتے ہوئے) کون ہے۔

انجم: میں ہوں انجم۔

ناصر: آؤ دوست۔

انجم: کیا بات ہے مسکراہٹ کچھ پھیکی پھیکی سی ہے۔

ناصر: اوہ عاصم بھی ہیں...... آؤ بھئی اندر آ جاؤ۔

عاصم: چہرے پر شگفتگی کیوں نہیں......؟ دال میں کچھ کالا نظر آتا ہے۔

انجم: کہو کیا فیصلہ ہوا...... امی نے اجازت دے دی۔

ناصر: امی اجازت دے دیتیں تو تم لوگوں کو دل میں کالا کیوں نظر آتا۔ اجالا نہ نظر آتا۔

عاصم: تو کیا امی نے اجازت نہیں دی۔ لو...... سارا پروگرام ٹھپ ہو کر رہ گیا۔

(جاری ہے)

ہماء غفار

حامد میاں اور رنگ برنگے پھول

میرے سوہنے موہنے بچو! یہ کہانی ہے ایک ننھے منے بچے حامد میاں کی جنہیں پھول بہت پسند تھے۔ ان کی کوشش ہوتی کہ وہ جہاں بھی پھول دیکھیں بس اسے توڑ کر اپنے پاس رکھ لیں۔ حامد میاں جب شام کو باغ کی سیر کرنے جاتے بہت سارے پھول توڑ کر لے آتے۔ مالی انکل نے انہیں بہت سمجھایا لیکن حامد میاں رنگ برنگے پھولوں کو دیکھ سب کچھ بھول جاتے تھے۔ ایک دن وہ اپنے دوست علی کے گھر گئے۔ علی کے گھر کے باہر ایک پیاری سی کیاری تھی۔ اس میں بہت سارے پھول لگے ہوئے تھے۔ گلاب کا پھول سرخ رنگ کا تھا۔ گیندے کا پھول نارنجی رنگ کا تھا۔ ایک طرف سفید موتیے کا پودا تھا۔ بائیں طرف چنبیلی کے پھول لگے ہوئے تھے۔ دائیں طرف گل داؤدی کے پھول تھے۔ حامد میاں نے جلدی جلدی علی کی امی کا دیا ہوا شربت پیا اور علی کے ساتھ کیاری کی طرف چلے گئے۔ "علی! میں تھوڑے سے پھول توڑ لوں؟" حامد میاں نے پوچھا۔ "نہیں نہیں! مالی انکل منع کرتے ہیں۔" "میں بس تھوڑے سے توڑوں گا۔" حامد میاں نے کہا۔ پھر انہوں نے جلدی جلدی موتیے، گلاب اور گیندے کے پھول توڑے اور انہیں اپنے ساتھ لائے ہوئے ایک بیگ میں رکھ لیا۔ شام کو وہ امی جان کے ساتھ گھر واپس آئے تو بہت تھک گئے تھے۔ انہوں نے کھانا کھایا اور سو گئے۔ آدھی رات کو حامد میاں کی آنکھ کھل گئی۔ کوئی ان کے کمرے میں آہستہ آہستہ باتیں کر رہا تھا۔ حامد میاں ڈر گئے۔ پھر انہوں نے غور سے سنا۔ گلاب کا پھول کہہ رہا تھا۔ "دوستو! یہ بچہ کتنا گندا ہے۔ ہمیں توڑ کر لے آیا ہے۔ اف! میں تو مرجھانے لگا ہوں۔" پھر موتیے کے پھول کی آواز آئی۔ "ہائے میں کتنا خوش رہ رہا تھا اپنے پودے پر۔ اب تو میں بس تھوڑی دیر بعد گر جاؤں گا۔" گل داؤدی بھی رو رہا تھا۔ "دوستو! مجھے بہت درد ہو رہا ہے۔ حامد نے مجھے بہت زور سے توڑا۔" چنبیلی بھی بہت اداس تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "اف! میرا تو سارا رنگ خراب ہو گیا ہے۔ حامد اچھا بچہ نہیں۔ یہ اکثر پھول توڑتا رہتا ہے۔ وہ دیکھو ٹوکری میں پہلے سے مرجھائے ہوئے پھول پڑے ہوئے ہیں۔" سب پھولوں نے جھک کر ٹوکری میں دیکھا تو اور اداس ہو گئے۔ "آہ! حامد کتنا گندا بچہ ہے۔ آہ اوہ۔" "چلو حامد کی شکایت مالی انکل سے لگاتے ہیں۔ مجھے پتہ ہے وہ حامد کو ضرور سزا دیں گے۔" "ہاں! چلو چلو!" سب پھولوں نے کہا۔ "نہیں نہیں! رک جاؤ۔ پلیز میری شکایت نہ لگاؤ۔" حامد میاں نے زور سے کہا۔ پھر آنکھیں ملتے ہوئے اٹھ بیٹھے۔ انہوں نے دیکھا۔ پھول خاموش ہو گئے تھے۔ وہ سب بہت اداس لگ رہے تھے۔ ان کے رنگ زرد ہو چکے تھے۔ حامد میاں کچھ دیر پھولوں کو دیکھتے رہے۔ پھر بولے۔ "مجھے معاف کر دو۔ اب مجھے پتہ لگ گیا ہے کہ پھولوں کو کتنا درد ہوتا ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں اب کوئی پھول نہیں توڑوں گا۔" پیارے بچو! اس دن کے بعد سے حامد میاں نے کبھی پھول نہیں توڑے۔ اب وہ باغ کی سیر کرنے جاتے ہیں تو پھولوں کو دیکھ کر مسکراتے ہیں۔ پھول بھی ان کو دیکھ کر مسکراتے ہیں۔ سب کے سب پھول حامد میاں کے دوست بن گئے ہیں۔

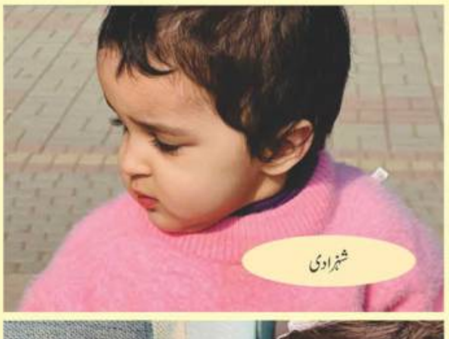

شہزادی

انعمتا حمزہ

مزمل ماگرے اور جوریہ ماگرے

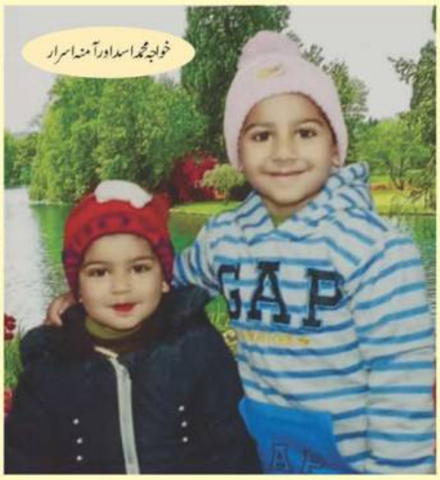

خواجہ محمد اسد اور آمنہ اسرار

مسکراہٹیں

صومیہ امین

وہ میرا لڑکا نہیں

ایک راہ گیر نے شیخ چلی کے گھر کی کنڈی بجائی انہوں نے باہر نکل کر راہ گیر کو حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا،"فرمایئے کیسے زحمت فرمائی۔"راہ گیر نے کہا کہ،"جناب آپ اپنے لڑکے کو سمجھایئے۔"شیخ نے کہا،"کیا سمجھاوں"؟راہ گیر نے کہا کہ،"وہ راہ گیروں پر پتھراو نہ کرے۔وہ کئی مرتبہ مجھے مار چکا ہے،مگر میں ہر بار بچ گیا۔"
شیخ چلی نے کہا،اگر آپ بچ گئے ہیں تو پتھراو کرنے والا میرا لڑکا نہیں ہوسکتا۔"وہ کوئی اناڑی ہوگا۔"

ٹوتہ برش

شیخ چلی ایک دکان پر گئے اور دکان دار سے کہا کہ"،ایک ٹوتھ برش دینا میرے برش کا ایک بال ٹوٹ گیا ہے"
دوکان دار نے کہا،"شیخ صاحب ایک بال ہی تو ٹوٹا ہے آپ نیا برش کیوں لے رہے ہیں"۔
شیخ چلی نے کہا،"جو بال ٹوٹا ہے وہ آخری تھا"۔

آج کا سوال

آمنہ ماہم

س:۔روشنی کے گرد پتنگے کیوں چکر لگاتے ہیں؟

ج:آپ نے دیکھا ہوگا کہ پتنگے روشنی کے گرد دیوانوں کی طرح چکر لگاتے ہیں۔اب تو شمع جلانے کا رواج تقریباً معدوم ہوگیا ہے اوراس کی جگہ مصنوعی لائٹس نے لے لی ہے،اب پتنگے بلب کی روشنی کے گرد بھی گھومتے رہتے ہیں۔پتنگوں کی تعداد زیادہ ہوجانے کی صورت میں بلب بند کردیا جاتا ہے۔اس کا تجربہ آپ نے گھر یا دیگر جگہوں پر بھی کیا ہوگا،مگر کیا آپ نے کبھی سوچا کہ یہ پتنگے روشنی کے گرد کیوں گھومتے ہیں؟پتنگے خود کو جگمگانے کے خواہشمند نہیں ہوتے بلکہ یہ ان کا اندرونی جی پی ایس یا میکنزم ہوتا ہے جو انہیں روشنی کے گرد چکر لگانے پر مجبور کردیتا ہے۔
تیز اور مصنوعی روشنی ان کے اوپر نیچے ہونے کی حس کو گڑبڑا دیتی ہے۔کیڑے اپنی پرواز کی سمت کو اس حقیقت کو مدنظر رکھ کر طے کرتے ہیں کہ آسمان زمین سے کہیں زیادہ روشن ہوتا ہے۔دراصل پتنگے مسلسل اپنی پرواز کی سمت کو درست کرتے رہتے ہیں اور جب انہیں روشنی کا کوئی ذریعہ نظر آتا ہے تو پتنگے اور دیگر کیڑے اپنی سمت کو درست رکھنےکے لئے اس کے گرد چکر لگاتے ہیں،جس سے ہمیں ان کے روشنی کی جانب کھنچے چلے جانے کا احساس ہوتا ہے۔
آسان الفاظ میں مصنوعی روشنی متعدد کیڑوں کی آسمان کی جانب پوزیشن برقرار رکھنے کی صلاحیت کو متاثر کرتی ہے اور وہ ہمارے بلب کے گرد پھنس کر رہ جاتے ہیں۔

بچوں کاانسائیکلو پیڈیا

شمع عنصر

☆جھینگے کا خون بیرنگ ہوتا ہے لیکن جب یہ آکسیجن خارج کرتا ہے تو اسکا رنگ نیلا ہوجاتا ہے۔
☆بیل نیچے کے بجائے اوپر کی طرف زیادہ تیزی سے دوڑتے ہیں۔
☆دنیا کے سب سے چھوٹے لال بیگ کا سائز صرف 3 ملی میٹر ہے۔
☆برفانی ریچھ 25 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ سکتا ہے اور ہوا میں 6 فٹ کی بلندی تک چھلانگ لگا سکتا ہے۔
☆مچھلی کسی چیز کا ذائقہ چکھنے کیلئے اپنی دم اور پنکھ استعمال کرتی ہے۔
☆افریقی ہاتھیوں کے 4 دانت ہوتے ہیں۔
☆زرافہ جمائی نہیں لے سکتا۔
☆ایک گھونگا مستقل 3 سال سونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔
☆دنیا میں صرف ایک دن میں اوسطاً 55 ارب مشروبات استعمال کی جاتی ہیں۔
☆مینڈک کی زبان میں تین گنا بڑا شکار دبوچنے کی طاقت ہوتی ہے۔
☆دنیا کی تقریباً آدھی آبادی صرف پانچ ممالک چین، بھارت، پاکستان، بنگلہ دیش اور انڈونیشیا میں رہتی ہے۔
☆مچھلی کی آنکھیں ہمیشہ کھلی رہتی ہیں کیونکہ اس کے پپوٹے نہیں ہوتے۔

بڑے لوگوں کی بڑی باتیں

ناصر علی

O......عقل مندوں کے نزدیک اپنوں سے وفا نہ کرنے والا دوستی کے قابل نہیں۔
O......سکھ اور مسرت ایسے عطر ہیں جنہیں جتنا زیادہ آپ دوسروں پر چھڑکیں گے اتنی ہی زیادہ خوشبو آپ کے اندر سے آئے گی۔
O......ایسا علم کسی کام کا نہیں جو انسان کو کام کرنا تو سکھا دے لیکن زندگی گزارنے کا سلیقہ نہ سکھا سکے۔
O......اس میں کوئی بھلائی نہیں جو علم کی محبت نہیں رکھتا۔
O......لین دین میں دغا دوسروں کو نہیں خود کو خسارہ دیتی ہے۔
O......علم کی جستجو جس رنگ میں بھی کی جائے عبادت ہی کی ہی شکل ہے۔
O......نیک بات کے تسلیم کرنے میں صرف اس خیال سے کہ اس کے کہنے والا ایک حقیر آدمی ہے شرم نہیں کرنی چاہئے۔
O......عالم کی علمی کتب کی ورق گردانی سے ہزار ہا سال گزشتہ وآئندہ کا حال گھر بیٹھے معلوم ہوجاتا ہے۔
O......جاہل کا ذاتی تجربہ صرف اسی قدر ہوتا ہے جو اس کے پیش نظر رہتا ہے۔

چالاک ہرن اور چیتا

شمع خان

چالاک ہرن نہ صرف اپنی پھرتی اور تیزی کی وجہ سے جنگل میں مشہور تھا بلکہ اپنے نام کی طرح بے حد چالاک بھی تھا۔ایک دن وہ جنگل میں مزیدار پھلوں اور دوسری کھانے پینے کی چیزوں کے لیے گھوم رہا تھا۔اگرچہ وہ بہت چھوٹا تھا مگر وہ بالکل بھی خوفزدہ نہیں تھا۔اسے پتہ تھا کہ بہت سے بڑے بڑے جانور اسے اپنی خوراک بنانا چاہتے ہیں۔لیکن اس کے لیے انہیں چالاک ہرن کو پکڑنا ہوگا جو قطعی ناممکن تھا۔
اچانک چالاک ہرن کو کسی کے دھاڑنے کی آواز آئی۔وہ یقیناً ایک چیتا تھا۔
چالاک ہرن کیسے ہو تم؟ میں بہت بھوکا ہوں۔میرے لیے کچھ کرو۔دیکھو اگر تم چاہو تو میرے دو پہر کا کھانا بن سکتے ہو۔لیکن چالاک ہرن بالکل چیتے کا کھانا نہیں بننا چاہتا تھا۔آخر اس نے ادھر ادھر نظر دوڑائی اور اپنے ذہن سے کوئی ترکیب سوچنے لگا۔اس نے ایک کیچڑ کا ڈھیر پڑا دیکھا۔"لیکن چیتے میں تمہارے لیے کچھ نہیں کرسکتا۔کیوں کہ یہ آج بادشاہ کا کھانا ہے اور اس کی حفاظت کررہا ہوں۔""یہ کیچڑ۔" چیتے نے حیرانی سے کہا۔"ہاں......یہ ہی ہے بادشاہ کا کھانا۔" چالاک ہرن نے کیچڑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔اور تمہیں کیا پتہ کہ اس کا ذائقہ دنیا بھر میں سب سے اچھا ہوتا ہے۔بادشاہ ہرگز نہیں چاہتا کہ کوئی اور اسے کھائے۔"
چالاک ہرن کی یہ باتیں سن کر پہلے تو چیتا دیر تک اس کیچڑ کو تکتا رہا۔پھر بولا۔"میں بادشاہ کے اس کھانے کو چکھنا چاہتا ہوں۔""نہیں نہیں چیتے۔بادشاہ سلامت بہت غصہ ہوں گے۔""لیکن صرف تھوڑا سا چکھوں گا۔بادشاہ کو اس کا پتہ بھی نہیں چلے گا۔""اچھا تو پھر ایسا کرو کہ مجھے یہاں سے بہت دور جانے دو تاکہ کوئی مجھ پر الزام نہ لگا سکے۔""ٹھیک ہے چالاک ہرن تم یہاں سے جا سکتے ہو۔" چیتے کا اتنا کہنا تھا کہ چالاک ہرن نے وہاں سے دوڑ لگا دی اور یہ جا وہ جا۔اس کے بعد جب چیتے نے وہ مٹی سے بھرا کیچڑ چکھا تو آخ تھو کرتا رہ

گیا۔اسے چالاک ہرن کی یہ حرکت بہت بری لگی۔اس نے اسے سزا دینے کا فیصلہ کیا۔وہ جانتا تھا کہ اگرچہ چالاک ہرن بہت تیز دوڑتا ہے مگر اس کی رفتار اس سے زیادہ ہے۔یہ سوچ کر اس نے پھر چالاک ہرن کا پیچھا کیا۔بالآخر اس نے چالاک ہرن کو جالیا۔
چالاک ہرن تم نے ایک بار پھر مجھے دھوکہ دیا ہے۔اب تمہیں میرا کھانا بننا پڑے گا۔"اب چالاک ہرن نے دوبارہ ادھر ادھر دیکھا۔
اسے ایک شہد کا چھتہ نظر آیا۔اس نے کہا۔"مگر چیتے میں آج تمہارا کھانا نہیں بن سکتا کیوں بادشاہ نے مجھے اس ڈھول کی حفاظت کرنے کا کہا ہے۔""بادشاہ کا ڈھول؟ مگر کہاں ہے؟" چیتے نے حیرانی سے پوچھا۔"یہ رہا۔" چالاک ہرن نے شہد کے چھتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔اس ڈھول کی آواز پوری دنیا میں سب سے اچھی ہے۔بادشاہ ہرگز نہیں چاہتا کہ کوئی اس کی آواز سنے۔"پھر چیتے نے کہا۔"لیکن میں اس بادشاہ کے ڈھول کو بجا کر دیکھنا چاہتا ہوں۔""نہیں نہیں چیتے۔بادشاہ بہت غصہ ہوں گے۔"
"صرف ایک چھوٹی سی ضرب۔صرف ایک مرتبہ جس کا بادشاہ کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔""اچھا تو پھر مجھے یہاں سے بھاگنے دو تاکہ مجھ پر الزام نہ آسکے۔""ٹھیک ہے چالاک ہرن تم بھاگ سکتے ہو۔"
اب تو چالاک ہرن فوراً رفو چکر ہوگیا۔"واہ بھئی۔بادشاہ کا ڈھول کتنا اچھا ہے۔" چیتے نے اتنا کہا اور درخت پر چڑھ کر اسے ہاتھ سے ایک ضرب لگائی۔"بز ززززز۔" اب کیا تھا۔ساری شہد کی مکھیاں باہر نکل آئیں اور چیتے کو کاٹنا شروع کردیا۔
اس نے درد سے چیخنا شروع کردیا۔کسی طرح جلدی سے درخت سے نیچے اترا اور ایک تالاب میں کود کر جان بچائی۔اب تو چیتا غصہ میں بھرا ہوا تھا۔وہ ہر قیمت پر چالاک ہرن کو سبق سکھانا چاہتا تھا۔اس نے پھر دوڑ لگائی اور تیزی سے چالاک ہرن کا پیچھا کرتے ہوئے اس جالیا۔
"چالاک ہرن تم نے دو مرتبہ مجھے دھوکہ دیا۔لیکن اب تمہیں میرا کھانا بننا پڑے گا۔" چیتے نے غصے میں کہا۔چالاک ہرن نے پھر ادھر ادھر نظر دوڑائی۔اسے ایک بڑا سا اژدھا نظر آیا۔وہ اپنا جسم لپیٹ کر مزے سے سو رہا تھا۔"نہیں نہیں چیتے۔میں تمہارا کھانا نہیں بن سکتا کیوں کہ بادشاہ نے مجھے اپنی بیلٹ کی حفاظت کرنے کو کہا ہے۔""بیلٹ! کہاں ہے بادشاہ کی بیلٹ؟" چیتے نے حیران ہوکر سر گھمایا۔"وہ رہی۔" چالاک ہرن نے اژدھے کی جانب اشارہ کیا۔اس کا رنگ برنگا جسم دیکھ کر چیتا بہت متاثر ہوا۔"دیکھو چالاک ہرن کیا میں یہ بیلٹ پہن کر دیکھ سکتا ہوں؟""نہیں نہیں۔اگر بادشاہ سلامت کو پتہ چل گیا کہ ان کی بیلٹ کسی اور نے پہنی ہے تو وہ بہت غصہ ہوں گے۔"
"صرف ایک بار۔""اچھا تو پھر مجھے بھاگنے دو تاکہ مجھ پر الزام نہ آسکے۔" چیتے نے پھر ہر مرتبہ کی طرح اسے بھاگنے کی اجازت دے دی۔"ارے واہ بادشاہ کی بیلٹ۔" چیتے نے یہ کہا اور لپک کر اژدھے کو اٹھالیا۔ابھی اس نے کھڑے ہوکر بڑے فخر سے وہ"بیلٹ" اپنی کمر میں لپیٹی۔اژدھا پہلے تو سمجھ نہ سکا کہ یہ کیا ہورہا ہے۔پھر اچانک اس نے بڑا سا منہ کھولا۔چیتا اتنے بڑے اژدھے کو دیکھ کر ڈر گیا اور وہاں سے بھاگ گیا۔اس کے بعد کبھی چیتے نے ہرن کی طرف بھوکی نظروں سے دیکھنے کی کوشش نہیں کی۔

رمضان اور بچے

افضل خان

رمضان ایک ایسا مہینہ ہے جو بہتر انسان اور بہتر مسلمان بننے کے شوق کو پروان چڑھانے میں مددگار ثابت ہوتا ہے،مسلمان کے لئے نئی جہتیں لے کر آتا ہے۔اس ماہ نیکیوں کے حصول اور گناہوں سے بچنے کے لئے عملی اقدامات پر بھی توجہ دی جاتی ہے۔اور انسان کے قول وفعل میں آنے والی تبدیلی سب کی نظروں میں آجاتی ہے۔خصوصاً بچے اس تبدیلی کو جلد محسوس کرلیتے ہیں۔بچے کی فطرت ہے کہ وہ سوالات ومشاہدات کے ذریعے ہی ذہنی گرہوں کو کھولتے ہیں۔کہا جاتا ہے کہ بچے کے سوال پر اس کی کردار سازی کرتے ہیں۔اسی طرح رمضان میں والدین اور اردگرد کے افراد کی حرکات وسکنات سے متعلق سوالات سے ان کی ذہنی رو اپنے مذہب کی طرف متوجہ ہوگی اور وہ اسلام کے ایک اچھے کارکن بننے کی راہ پر چل پڑیںگے۔رمضان میں بچوں کی بھرپور توجہ ان میں سمجھ بوجھ کے دروازے کھول دیتی ہے۔رمضان کا مہینہ آپ کے بچے کی تربیت کررہا ہوتا ہے۔رمضان میں سحری کے وقت جاگنا معمول سے مختلف عمل ہوتا ہے اور بچے اس عمل کو حیرت سے دیکھتے ہیں۔اس وقت مائیں بچوں کو بتا سکتی ہیں کہ کھانے کا اہتمام حضور کی سنت اور اللہ کے حکم کی پیروی کرنے کے لئے کیا گیا ہے۔ایک خاص وقت میں کھانا مکمل کرنا اور غروب آفتاب تک کھانے پینے سے بعض رہنا بچے میں برداشت کا مادہ پیدا کرتا ہے۔بچوں کو جو نصیحت کریں۔پہلے خود اس پر ان کو عمل کرکے دکھائیں۔عبادات کا بھی یہی معمول بنائیں۔نماز اور قرآن بچوں کے سامنے پڑھیں اور انہیں بھی پڑھنے کی تلقین کریں۔بچے کو اپنے عمل سے عبادت کی طرف راغب کریں۔اس طرح بچے کو آپ کا طرز عمل اپنانے میں آسانی ہوگی۔

ڈاکٹر جمیلہ آصف

لوپس
ایک دائمی مرض

اس کی پیچیدہ نوعیت کے باعث اکثر اسے ”ہزار صورتوں والی بیماری“ بھی کہتے ہیں

لوپس ایک دائمی بیماری ہے، جس کے بارے میں ابھی تک نہ تو یہ معلوم ہو سکا ہے کہ یہ کیوں ہوتی ہے اور نہ ہی اس کا ابھی تک کوئی علاج دریافت ہو سکا ہے۔ دائمی بیماری سے مراد ایسا مرض ہے، جو چھ ہفتوں سے زیادہ اور اکثر کیسز میں برسوں متاثرہ شخص کو اپنی لپیٹ میں لیے رکھے۔ لوپس انسان کے مدافعتی نظام کی اس صلاحیت کو ختم کر دیتی ہے جس کے تحت وہ وائرس بیکٹیریا اور جرثوموں (یہ الفاظ دیگر بیرونی حملہ آوروں جیسے فلو) سے لڑتا ہے اور جسمانی صحت کو برقرار رکھتا ہے۔
عموماً انسان کا مدافعتی نظام اینٹی باڈیز نامی پروٹینز پیدا کرتا ہےجو جسمانی صحت کو بیرونی حملہ آوروں سے محفوظ رکھتا ہے۔
یہ ایک دائمی مرض ہے جو انسان کے مدافعتی نظام کی صلاحیت کو ختم کر دیتا ہے ماہرین صحت کے مطابق لوپس کے 10 میں سے 9 متاثرہ افراد کا تعلق خواتین سے ہوتا ہے
جب مدافعتی نظام، بیرونی حملہ آوروں کو شناخت کرنے کی صلاحیت کھو بیٹھتا ہے تو وہ غیر معمولی طور پر فعال (ہائپر ایکٹو) ہو جاتا ہے اور آٹو اینٹی باڈیز پیدا کرتا ہے۔ یہ آٹو اینٹی باڈیز جسم میں پائے جانے والے عمومی اور صحت مند خلیوں سے لڑنا، انھیں نقصان پہنچانا اور تباہ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ آٹو اینٹی باڈیز جسم کے مختلف حصوں جیسے جوڑوں، جلد، گردوں، خون، دل اور پھیپھڑوں میں سوزش اور درد کا باعث بنتے ہیں اور انھیں نقصان پہنچاتے ہیں۔ اس کی پیچیدہ نوعیت کے باعث اکثر اسے ”ہزار صورتوں والی بیماری“ بھی کہا جاتا ہے۔
لوپس سے متاثرہ افراد میں اس کی علامات مختلف ہو سکتی ہیں۔ متاثرہ افراد میں لوپس کی علامات آہستہ یا اچانک، ہلکی یا شدید اور عارضی یا مستقل طور پر نمودار ہو سکتی ہیں۔ اکثر افراد میں لوپس کی ہلکی علامات پائی جاتی ہیں، جن میں کچھ عرصے کے لیے شدت آ جاتی ہے، جس کے بعد اس میں یا تو بہتری آ جاتی ہے یا پھر کچھ وقت کے لیے وہ علامات بالکل ختم ہو جاتی ہیں۔ یہ سلسلہ وقتاً فوقتاً چلتا رہتا ہے۔ لوپس کی علامات کا دارومدار اس بات پر ہوتا ہے کہ آپ کے جسم کا کون سا حصہ اس سے متاثر ہے، تاہم اس کی سب سے عام علامات کچھ اس طرح ہیں: تھکاوٹ، بخار، جوڑوں میں درد، اکڑ پن اور سوجن۔ چہرے کی جلد پر گالوں اور ناک تک جاتے ہوئے تتلی نما سرخ نشانات یا جسم کے مختلف حصوں پر سرخ نشانات، جلد پر زخم، جو دھوپ لگنے سے شدت اختیار کر جائیں، سردی کی صورت میں یا دباؤ کی حالت میں انگلیوں، انگوٹھوں اور پاؤں کا سفید یا نیلا پڑ جانا، سانس کم آنا، سینے میں درد، آنکھوں میں خشکی، سر درد، یادداشت کھو دینا یا الجھن کا شکار ہونا، اگر جلد کے کسی بھی حصے یا مختلف حصوں پر بلاوجہ سرخ نشانات نمودار ہونے لگیں، ہر وقت بخار اور مسلسل درد یا تھکاوٹ کا احساس رہتا ہو تو آپ کو فوری طور پر ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہیے۔
کوئی بھی شخص لوپس کی بیماری سے اس وقت متاثر ہوتا ہے، جب اس کا مدافعتی نظام جسم میں موجود صحت مند خلیوں پر حملہ آور ہوتا ہے۔ اس بات کے امکانات بہت زیادہ ہیں کہ لوپس آپ کے جینیاتی اور ماحولیاتی اسباب کا نتیجہ ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جن افراد کو جینیاتی طور پر لوپس کی بیماری ورثہ میں ملتی ہے، ماحول میں کسی بھی ایسی چیز سے رابطے میں آنے کی صورت میں ان میں لوپس ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ تاہم اکثر کیسز میں لوپس کی وجوہات نامعلوم ہیں۔ کچھ ممکنہ وجوہات کچھ اس طرح ہو سکتی ہیں:
دھوپ میں زیادہ دیر رہنے کی صورت میں حساس افراد میں جلد پر زخم کی صورت میں یا اندرونی ردعمل کی صورت لوپس کی بیماری نمودار ہو سکتی ہے۔ کسی وبائی مرض (انفیکشن) کی صورت میں متاثرہ شخص کو لوپس ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ بلڈ پریشر اور مرگی کی ادویات لینے یا اینٹی بائیوٹکس کا استعمال کسی بھی شخص میں لوپس کی وجہ بن سکتا ہے۔ جن لوگوں میں ادویات سے لوپس کی بیماری ہوتی ہے، ان میں استعمال ترک کرنے سے لوپس بھی ختم ہو جاتا ہے۔
ماہرین صحت کے مطابق خواتین میں لوپس ہونے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔ لوپس کے 10 میں سے 9 متاثرہ افراد کا تعلق صنفِ نازک سے ہوتا ہے۔ ہرچند کہ لوپس کی بیماری ہر عمر کے افراد کو متاثر کر سکتی ہے، تاہم اگر آپ کی عمر 15 سے 45 سال کے درمیان ہے تو آپ زیادہ خطرے میں ہیں۔ پندرہ سال سے کم عمر بچوں میں لوپس کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں۔ تاہم اگر حمل کے عرصے کے دوران بچے کی ماں لوپس سے متاثر رہی ہے تو ایسے بچے میں دل، جگر اور جلد سے متعلق لوپس کے مسائل پیدا ہونے کے خدشات رہتے ہیں۔
اس وقت دنیا بھر میں لوپس کا علاج دستیاب نہیں ہے، تاہم متاثرہ شخص اپنے لائف اسٹائل میں تبدیلی لا کر اور ڈاکٹر کے نسخے کے مطابق کچھ ادویات لے کر اسے حد میں رکھ سکتا ہے۔ لوپس سے متاثرہ افراد کو اپنے بلڈ پریشر اور کولیسٹرول کو نارمل سطح پر برقرار رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ متاثرہ افراد کو مراقبہ، یوگا یا کسی دوسری ورزش کو اپنے روزمرہ معمولات میں ضرور شامل کرنا چاہیے جبکہ انھیں ہر ممکن حد تک خود کو دھوپ اور دباؤ سے دور رہنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

یہ بیماری انسان کے مدافعتی نظام کی اس صلاحیت کو ختم کر دیتی ہے جس کے تحت وہ وائرس، بیکٹیریا اور جرثوموں سے لڑتا ہے

اس کا علاج دستیاب نہیں ہے، تاہم متاثرہ شخص اپنے لائف اسٹائل میں تبدیلی لا کر اور کچھ ادویات لے کر اسے حد میں رکھ سکتا ہے

عابد خان

اٹھنے بیٹھنے کے درست انداز اپنائیں!

کچھ معمولی عادات ایسی ہیں، جن کو درست کر لیا جائے تو انسان بہت سے طبی اور جسمانی مسائل سے بچ سکتا ہے۔ انھی میں سے ایک ہمارے اٹھنے بیٹھنے کی عادات ہیں، جسے سمجھنا ہماری صحت کے لیے بہت ضروری ہے۔ غلط انداز میں بیٹھے رہنا بہت سی جسمانی پیچیدگیوں کا باعث بنتا ہے اور یہ مسائل آگے چل کر بہت تکلیف دہ ثابت ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں برطانوی فیزیوتھراپسٹ ہنک سٹفیلڈ نے بیٹھنے یا کھڑے ہونے کی کچھ عام حالتوں کی غلطیوں کی نشاندہی کی ہے، جس سے آپ کو انہیں درست کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔
جھک کر نہ بیٹھیں
جھک کر بیٹھنا اکثر آرام دہ ہوتا ہے۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ یہ پوزیشن پٹھوں پر دباو ڈال سکتی ہے اور درد کا سبب بن سکتی ہے۔ صحیح طریقے سے بیٹھنے کی عادت ڈالیں۔ ہو سکتا ہے کہ پہلے آپ کو آرام محسوس نہ ہو کیونکہ آپ کے پٹھے اب صحیح پوزیشن پر آنے کے لیے تیار نہ ہوں مگر پھر آہستہ آہستہ آپ اس کے عادی ہو جائیں گے۔
اپنے کندھوں کو محراب نہ بنائیں
اپنے ڈیسک پر اپنے کمپیوٹر پر کام کرتے وقت آپ کا سر آگے کی طرف جھک سکتا ہے جو اوپری پیٹھ کو گول کرنے کا باعث ہو سکتا ہے اور نتیجتاً کندھے اکڑ جاتے ہیں۔ ایسا ہی کچھ اس وقت ہوتا ہے جب آپ اپنا فون استعمال کرتے ہیں، جس سے 'ٹیکسٹ نیک سنڈروم' جیسے مسائل پیدا ہو سکتے ہیں، جو گردن میں درد اور اکڑن، کمر میں درد اور سر درد کا باعث بن سکتے ہیں۔ اپنی پوزیشن کو درست کرنے پر توجہ دینے کے علاوہ فزیو ہنک سٹفیلڈ اوپری کمر، گردن، اور کندھوں کے پچھلے حصے، سینے کے پھیلاو اور گردن کے پوسچر کو درست کرنے اور انھیں مضبوط بنانے کے لیے ایکسرسائز یا خاص قسم کی ورزش کی تجویز دیتے ہیں۔
ایک ٹانگ پر کھڑے نہ ہوں
جب ہمیں طویل عرصے تک کھڑے رہنا پڑتا ہے تو کچھ چیز ہے جو ہم کچھ آرام کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ لیکن اپنے آپ کو سیدھا رکھنے کے لیے عام طور پر ہم اپنے گلٹس اور اہم اعصاب کا استعمال کرنے کے بجائے اپنی کمر کے نچلے حصے اور کولہے کے ایک طرف ضرورت سے زیادہ دباو ڈالتے ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ شرونیی حصے (پلوِک ایریا) کے اردگرد پٹھوں میں عدم توازن پیدا ہو سکتا ہے۔ ہمیشہ اپنے وزن کو دونوں ٹانگوں پر یکساں طور پر تقسیم کرتے ہوئے کھڑے رہنے کی عادت ڈالیں۔

شازیہ اسلم

روزے رکھنے کے بعد انسانی جسم میں کیا تبدیلیاں آتی ہیں؟

رمضان المبارک اسلامی کیلنڈر کا سب سے مقدس مہینہ ہے جہاں مسلمان سورج طلوع ہونے سے لے کر غروب آفتاب تک اللہ کی رضا کے لیے روزہ رکھتے ہیں اور اپنا زیادہ تر وقت عبادت میں گزارتے ہیں۔
،تو کیا آپ نے کبھی سوچا کہ رمضان کے 30 دن روزہ رکھنے کے بعد آپ کے جسم کیا تبدیلیاں آتی ہیں؟ دبئی کی ماہر غذائیت ڈاکٹر لینا شعیب کا کہنا ہے کہ ایک ماہ کے لیے روزہ رکھنا اور اس دوران ہر کھانے پینے کی اشیاء سے دور رہنا جسم کے نظام میں بہتری لاتا ہے اور شفایاب کرتا ہے۔

یادداشت میں بہتری

کنگز کالج لندن کے انسٹی ٹیوٹ آف سائیکاٹری (نفسیات)، سائیکالوجی اینڈ نیورو سائنس کی ایک نئی تحقیق کے مطابق روزہ دماغی قوت کو بڑھاتا ہے، یادداشت کو بہتر بناتا ہے اور نئے 'نیورو کیمیکل' نیوران پیدا کرتا ہے، جو اعصابی امراض سے بچانے میں مدد کرتے ہیں۔ ڈاکٹر لینا شعیب کا کہنا تھا کہ روزے کے دوران تناؤ میں کمی کے علاوہ نئے نیورانز پیدا ہوتے ہیں جو یادداشت بہتر بنانے مدد کرتے ہیں۔

شوگر، دل، جگر کی بیماریوں سے نجات

اسی طرح روزے کی حالت میں جسم کے دیگر حصوں میں بھی ماہرین صحت نے اعضاء کے کام میں باریک تبدیلیاں دیکھی ہیں۔ مثال کے طور پر ڈاکٹر لینا شعیب کا کہنا ہے کہ عام دنوں کے مقابلے روزے کے دوران ہمارے جسم میں گلوکوز کی مقدار کم ہوتی ہے، ایک تحقیق میں بتایا گیا کہ روزہ رکھنے سے ہمارے جسم کو زہریلے مادوں سے نجات ملتی ہے، اس کے علاوہ ماہ صیام میں روزے رکھنے کے بعد جگر اور گردے جیسے اعضاء کا نظام کئی گنا بہتر ہو جاتا ہے۔

جسم کی زہریلی چربی میں کمی

یونیورسٹی آف سڈنی، چارلس پرکنز سنٹر کے ایک جائزے میں 70 مطالعات سے معلوم ہوا ہے کہ رمضان کے دوران ان لوگوں کے جسم میں چربی کی مقدار میں کمی واقع ہوتی ہے جن کا وزن زیادہ ہوتا ہے یا جو موٹاپے کا شکار ہوتے ہیں۔ چونکہ روزے میں میٹابولزم میں تیزی، بھوک اور ہارمونز متوازن ہوتے ہیں اس لیے روزہ ان لوگوں کے لیے خاص طور پر مفید سمجھا جاتا ہے جو وزن میں واقعی کمی لانا چاہتے ہیں۔ ڈاکٹر لینا شعیب کا کہنا تھا کہ رمضان میں جسمانی تبدیلیوں جیسی فوائد لوگ محسوس کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ دن بھر عبادت، دعائیں ذہنی سکون حاصل کرنے میں مدد دیتی ہیں۔

ہومیو پیتھک مشورے

ڈاکٹر عثمان طارق

درد

اسلم حیات شیخ......اسلام آباد
سوال:۔ڈاکٹر صاحب! میری عمر 48 سال ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ کچھ دنوں سے میرے دائیں بازو میں بہت درد رہتا ہے درد اتنا شدید ہے کہ بازو اٹھا نہیں سکتا نہ ہی کوئی کام کر سکتا ہوں۔ براہ مہربانی میرے لئے کوئی مفید علاج بتائیں۔
جواب:۔محترم! آپ Frozen shoucper کی شکایت ہے۔ اس کے لئے آپ آکوپنکچر علاج کرائیں۔ آپ کسی ماہر آکوپنکچرسٹ سے درج ذیل پوائنٹس پر سوئیاں لگوائیں Li-15,Gb-34,Li-4,St-38

نزلہ زکام

سید علی رضا......کوئٹہ
سوال:۔ڈاکٹر صاحب! میری عمر 38 سال ہے۔ مجھے اکثر سردیوں میں نزلہ زکام ہو جاتا ہے۔ جس سے سر میں درد ہو جاتا ہے، طبیعت سست اور بے جان سی ہو جاتی ہے۔ مہربانی فرما کر کوئی مفید نسخہ تجویز کر دیں۔
جواب:۔آپ ہربل دیسی علاج کریں۔ آپ دیسی دوا تریاق نزلہ صبح و شام ایک ایک چمچ کھائیں۔ ویسے دماغی کمزوری کے لئے مغز بادام مربہ آملہ خشخاش یا خمیرہ خشخاش مفید دوائیں ہیں۔

شوگر

ظفر جہانگیر صدیقی......کراچی
سوال:۔ڈاکٹر صاحب! میری عمر 56 سال ہے، گزشتہ دس سال سے شوگر کا مریض ہوں، شوگر کی وجہ سے جہاں میرے اعصاب کمزور ہوئے وہاں میری نظر بھی کمزور ہوگئی ہے۔ اس کے لئے کوئی مفید علاج تجویز کر دیجئے۔
جواب:۔محترم! آپ ہربل دیسی علاج کریں۔ آپ دیسی دوا طباشیر، رسونت، آفتیشن، لاجونتی، شاہترہ، عقرقرحا ہم وزن پیس لیں۔ پانچ سو ملی گرام کے کیپسول بھر کر ایک ایک کیپسول صبح رات کو دودھ سے کھائیں، فائدہ ہوگا۔

گنٹھیا اور درد کمر

شاہد جنید خان اورکزئی......پشاور (حیات آباد)
سوال:۔ڈاکٹر صاحب! میری عمر 54 سال ہے۔ مجھے گنٹھیا کا مرض ہے۔ کافی علاج کرائے ہیں مگر کوئی مستقل آرام نہیں آیا۔ برائے مہربانی میرے اس مسئلے کے لئے کوئی مفید علاج تجویز کر دیجیے۔
جواب:۔محترم! آپ ہربل دیسی علاج کریں۔ آپ دیسی دوا حب جوگنداج گوگل دو دو عدد صبح، دوپہر، رات کو جوارش زرعونی عنبری نسخہ کلاں سات سات گرام صبح، شام گرم دودھ سے کھائیں۔

ہچکی

کاشف جمیل خان......مردان
سوال:۔ڈاکٹر صاحب! مجھے بہت ہچکیاں آتی ہیں، معدہ اکثر خراب رہتا ہے۔ میری پرچون کی دوکان ہے۔ دن بھر بیٹھنا پڑتا ہے، مجھے کوئی ایسا علاج بتائیں۔ جس سے میرا معدہ درست رہے اور ہچکی کا مسئلہ بھی حل ہو جائے۔
جواب:۔محترم! آپ ہومیو پیتھک علاج کریں۔ آپ ہومیو پیتھک Nux vomica-30 دوائی کے پانچ قطرے صبح، دوپہر، شام کھانے کے آدھا گھنٹہ بعد نصف کپ پانی میں ملا کر استعمال کریں۔ اس دوا کے استعمال سے آپ کے مسائل حل ہو جائیں گے۔

دھڑکن تیز

شبانہ مجید......ملتان
سوال:۔ڈاکٹر صاحب! میری عمر 35 سال ہے، مسئلہ یہ ہے کہ اچانک میرے دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے، بے چینی ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ میں اس کی وجہ سے بہت پریشان ہوں۔ براہ کرم میرے لئے کوئی مفید علاج تجویز کر دیں۔
جواب:۔محترمہ! آپ ہومیو پیتھک علاج کریں۔ آپ ہومیو پیتھک Aconite-30 دوائی کے پانچ پانچ قطرے دن میں تین مرتبہ صبح، دوپہر، شام نصف کپ پانی میں ملا کر استعمال کریں۔ اس دوا کے استعمال سے آپ کی یہ شکایت دور ہو جائے گی۔

آپ کا ہفتہ کیسا رہے گا؟

شہزادہ سید مصور علی زنجانی
MUSSAWAR.ZANJANI@GMAIL.COM

ARIES
March 21-April 20
حمل / ستارہ مریخ / ا۔ل۔ع

رواں ہفتے کوئی فرد آپ سے بہت حساس انداز اختیار کرے لہٰذا کوشش کریں کہ اس سے ہلکے پھلکے انداز میں گفتگو کریں اور اپنے رویے میں شدت نہ لائیں۔ شخصیت میں کرشماتی شعاعیں نکھار پیدا کریں گی۔ آج کیا گیا سفر نہ صرف خوشگوار ہوگا بلکہ خوش نصیبی میں بھی اضافہ کا سبب ہوگا۔ کاروباری تفصیلات میں محتاط رہیں تاکہ کامیابی یقینی ہو۔ افسران بالا کو متاثر اور شاباش حاصل کر سکیں گے۔ کاروباری مصروفیات کو دوپہر تک مکمل کر لیں تاکہ آج کی شام جو سماجی مصروفیت ہے اس کے لئے بہت سی تحریکیں اور سوچیں دماغ میں آئیں گی تاہم کسی قریبی فرد کو اضافی توجہ کی ضرورت ہوگی۔ دوران سفر ڈرائیونگ کرتے ہوئے حادثہ سے بچیں اس روز آپ روزمرہ سے زیادہ بے صبری کا مظاہرہ کر سکتے ہیں۔ کسی پیچیدہ مسئلہ یا معمہ کا حل خواب میں یا ارتکاز توجہ کی مشق سے آج مل جائیگا۔

TAURUS
APRIL 21-MAY 21
ثور / ستارہ زھرہ / ب۔و

رواں ہفتے قائدانہ صلاحیتیں و دیانت داری جیسی خوبیوں سے مستفید ہوسکیں گے۔ ذہنی صلاحیتیں مزید نکھر سکیں گی۔ بہن بھائیوں اور عزیز واقارب کیساتھ تعلقات مستحکم رہیں گے۔ جذباتی امور میں محتاط رہیں اور تحمل مزاجی سے کام لیں۔ ورنہ خواہ مخواہ کے مسائل پیدا ہوسکتے ہیں۔ شراکتی امور مسائل کا شکار رہیں گے۔ جس سے ذہنی پریشانی آسکتی ہے۔ گھر کے حالات عجیب و غریب رخ اختیار کریں گے' محتاط رویہ اختیار کریں۔ شادی کے خواہش مند افراد عمر میں کم شریک زندگی کو پاسکیں گے جو پختہ کردار اور قائدانہ صلاحیت کا مالک ہوگا۔ ذہنی ارتقاء شاعری اور ادب سے دلچسپی' حقیقت پسندی' ہمدردانہ اور مخیرانہ طبیعت کو فروغ دے گی۔ جنس مخالف سے خوشگوار مراسم' احباب واقرباء کا تعاون ملے گا۔ دوست نما دشمن سے بچیں۔ دوست احباب اور عزیز رشتہ داروں میں عزت و شہرت کی وجہ سے چرچا ہوگا۔

GEMINI
May 22-June 22
جوزا / ستارہ عطارد / ق۔ک

رواں ہفتے توانائی میں کمی اور سستی غالب رہے گی جبکہ شام جسم دوبارہ توانائی حاصل کر لے گا اور طبیعت ہشاش بشاش ہو جائے گی۔ ہوسکتا ہے کہ کسی شخصیت کے ساتھ تضاد یا جھگڑا ہو جائے' محتاط رہیں۔ خوشگوار اور پر مسرت لمحات سے یکدم کاروباری مصروفیت میں متوجہ ہونے کی صلاحیت کی وجہ سے آج آپ اپنی توانائی کا مرکز کامیابی سے مستقبل کے امور کی طرف رکھیں گے۔ ترقی اور ہم آہنگی دونوں میں ہی اضافہ ہوگا۔ اگر آپ اپنے ساتھی کے نکتہ نظر کو بھی اچھی طرح سمجھ لیں تو اس کی شرح اعتماد میں زیادہ اضافہ ہوگا۔ کسی قلبی معاملے میں اچانک تناؤ آسکتا ہے۔ اگر آپ اپنے شریک کار کے نکتہ نظر کو بھی اچھی طرح سمجھ لیں تو اس کی سوچ میں مثبت تبدیلی کی وجہ سے کاروبار میں اضافہ ہوگا جس کی وجہ سے مالی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ کسی قلبی معاملہ میں اچانک تناؤ آنے کی وجہ سے حرکت قلب متاثر ہوسکتی ہے۔

CANCER
June 22-July 23
سرطان / ستارہ قمر / ح۔ھ

اگر آپ یہ اُمید رکھتے ہیں یا خواہش رکھتے ہیں کہ کسی مخصوص فرد سے ملیں تو اس کیلئے آج کا دن مناسب ہوگا۔ قلبی رجحانات تیز اور پرکشش ماحول سے لطف اندوز ہونے کی طرف مائل رہیں گے۔ شریک کار یا شریک حیات سے معاملات سرشاری کی حد تک کامیاب رہیں گے مگر یاد رکھیں ہوائی منصوبے ان معاملات میں اُلجھاؤ پیدا کر سکتے ہیں۔ سیر وتفریح کا پروگرام بن سکتا ہے۔ اکثر آپ کے جذباتی نوعیت کے معاملات ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ آج کے دن کام کرتے ہوئے مستقبل میں ترقی کے حصول کیلئے خصوصی تدبیر سمجھ آئے گی۔ آج شام کسی دوست کی رفاقت اور گفتگو سے فائدہ ملے گا۔ دو ذہنوں کی ملاقات معاملات سلجھا دے گی۔ ذاتی دلچسپی کے مشاغل کی طرف توجہ رہے گی۔ خریداری کا پروگرام بن سکتا ہے۔ آج کا دن خصوصی طور پر شاپنگ کیلئے بہتر ہے اور مالی امور کے لئے عمومی طور پر بہتر ہے۔

LEO
July 24-Aug 22
ستارہ شمس / م

رواں ہفتے رقم کے معاملہ میں جھگڑا نہ کریں اور نہ ہی طاقت استعمال کرنے کی کوشش کریں یعنی رعب داب سے کام نہ لیں ورنہ آج کے دن جس پروگرام کا اہتمام کیا ہے وہ ضائع ہو جائے گا۔ اپنے شریک کار کو سیدھی اور صاف ہدایات جاری کر دیں تاکہ کامیاب منافع کی اُمید ہو سکے۔ موڈ اور مزاج میں سستی غالب رہے گی اور سماجی امور میں دلچسپی کم رہے گی۔ آمدن اور سرمایہ کاری کے لئے بہتر راستہ اختیار کریں کچھ افراد اپنے تخیل کو پالیں گے اور اپنے خوابی شریک کار کو حاصل کر لیں گے اور اس کے دام الفت میں آجائیں گے۔ آج کسی عظیم کام کی انجام دہی میں مصروف رہیں گے خصوصاً جو قریبی رشتہ داروں سے متعلق ہوں۔ شراکت کے امور سمجھوتہ کی شکل اختیار کر لیں گے تاہم کاغذات پر دستخط نہ کریں۔ آج کوئی غیر متوقع واقع کسی بچے یا کسی عمر میں چھوٹے فرد سے وابستہ رونما ہوسکتا ہے جو حیرانی کا سبب ہوگا۔

VIRGO
Aug 23-Sep 23
سنبلہ / ستارہ عطارد / پ۔غ

رواں ہفتے دوسروں کے تعاون سے اہم کاموں کی تکمیل ہو سکے گی۔ حلقہ احباب کا حیثیت اور اعلیٰ کردار کے حامل اشخاص پر مشتمل ہوگا اور کردار سازی میں مدد گار ہونگے۔ کاروباری سفر پیش آسکتا ہے۔ وراثتی مسئلہ حل ہو جائے گا۔ مالی معاملات یکدم مرکز توجہ بن جائیں گے۔ اس دوران خرید و فروخت میں مشکل حالات کا سامنا ہوگا جو رقم خرچ کی جائے گی فائدہ مند نہیں ہوگی۔ آج قرض نہ دیں واپس ملنا مشکل ہوگا۔ شراکتی امور علمی و فنی امور کی انجام دہی سے فائدہ حاصل ہوگا۔ وراثت کے ذریعے مالی فائدہ حاصل ہوسکتا ہے۔ صحت جسمانی متاثر ہوسکتی ہے۔ آج اپنی ذہانت اور عقل کسی اہم پراجیکٹ کو مکمل کرنے میں مصروف رکھیں گے۔ مستقبل کے معاملہ میں اچھے نتائج ملیں گے۔ پیداوار میں اضافہ اور وقار میں بلندی نصیب ہوگی۔ کچھ افراد سیر و تفریح سے لطف اندوز ہونگے۔

LIBRA
Sep 24- Oct 23
میزان / ستارہ زھرہ / ت۔ر۔ط

گھر میں کسی کی شادی کے انتظامات آپ کے ذمہ ہیں تو انہیں انہی دنوں میں مکمل کر لیں۔ آئندہ کی مصروفیات کی وجہ سے نظر ثانی کا موقع کم ملے گا۔ کوئی مالی معاملہ اچانک سر اُٹھا سکتا ہے۔ سیر و تفریح کا پروگرام پر لطف رہے گا تاہم اپنی قیمتی اشیاء کی حفاظت کریں۔ چوری چکاری ہونے کا خطرہ ہے۔ اپنی مصروفیات کو زیادہ تر عملی شکل دیں تاکہ کامیابی حاصل کر سکیں۔ آج کسی حادثہ کا اندیشہ ہے لہٰذا محتاط رہیں۔ سسرالی رشتہ داروں اور عزیزوں سے رابطہ اور دعوتوں کا اہتمام ہوگا کچھ افراد رومانس کو زیادہ اہمیت دیں گے۔ آج کا دن سحری طور پر کامیاب دن ہوگا۔ مکان کی تعمیر نو یا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے بہتر دن ہے۔ جو افراد نئے سکول یا کسی بھی قسم کے تعلیمی ادارے کی بنیاد رکھنا چاہتے ہیں ان کے لئے آج کا دن خوش نصیبی کا سبب ہوگا۔ بچوں کے معاملات سلجھائیں اور کچھ وقت شریک حیات کے لئے رکھیں۔ کسی تفریحی مقام پر اجنبی شخصیت سے ملاقات فائدہ مند ہوگی۔

SCORPIO
Oct 24-Nov 22
عقرب / ستارہ مریخ / ن۔ی

رواں ہفتے خواتین گھریلو آرائش و تزئین میں مصروف رہیں گی۔ خریداری کا موقع ملے گا لیکن خریداری سوچ سمجھ کر کریں کیونکہ دھوکہ دہی کا اندیشہ ہے۔ تقریبات میں شرکت کا بھی موقع ملے گا۔ شادی' شراکت اور وراثت کے امور غیر معمولی اہمیت اختیار کریں اور سود مند رہیں گے۔ ذہنی ارتقاء ادب و علمی محافل میں شرکت سے دلچسپی بڑھے گی۔ شراکتی امور سے فائدہ ملے گا۔ آج کا دن مالی معاملات میں شدید مصروفیات کے تحت گزر سکتا ہے۔ شگفتگی کا احساس اور ذمہ داری کا جذبہ' کاروبار یا تعلقات میں دلچسپی سے اس کو فروغ حاصل ہوگا۔ آج مصروفیت کی وجہ سے سر درد کا شکار ہوں تو اس شام کو سیر کا پروگرام بنائیں' دوستانہ ماحول سازگار رہے گا۔ ناشتہ دوپہر کے کھانے یا پھر عشائیہ کا اہتمام کریں۔ دوست احباب مفید مشوروں سے نوازیں گے۔ مالی معاملات' قرضوں کی درخواست' کاروباری ڈیل یا آمدن سے زیادہ خرچ کے معاملات سے مشکلات کا شکار ہوسکتے ہیں۔

SAGITTARIUS
Nov 23-Dec 21
ستارہ مشتری / ف

رواں ہفتے کچھ وقت شریک کاروبار کے ساتھ گزاریں گے۔ نئی سکیم میں سرمایہ کاری سے فائدہ بھی ہوگا اور کسی صاحب اختیار سے تعلقات بھی بہتر ہونگے جس کی وجہ سے آپ کی انا کو اطمینان اور توانائی ملے گی۔ شام کو کسی ایسے دوست سے ملاقات رکھیں جو آپ کی پرکشش شخصیت کو تسلیم کرلے اور جو آپ کی پیش کش ہوا سے آپ کے معیار کے مطابق قبول کرلے۔ مالی امور سے متعلقہ اُلجھاؤ میں اضافہ سے عارضی پریشانی ہوسکتی ہے۔ غیر متوقع طور پر کسی پیچیدگی کا شکار ہو سکتے ہیں۔ کسی ایسے دوست سے مشورہ ضرور کریں جو درست سمت میں راہنمائی کرے۔ آج مزاج قدرے سنجیدہ رہے گا۔ کسی قسم کی اضافی خرید و فروخت یا ذہنی تسکین کے لئے کی گئی فضول خرچی سے گھریلو حالات میں ناچاقی پیدا ہو سکتی ہے۔ آج مصروفیات تھکا دینے والی ہونگی۔ قریبی دوست احباب کیلئے تحفہ تحائف خریدیں' ہوسکتا ہے۔

CAPRICORN
Dec 21-Jan 29
جدی / ستارہ زحل / ج۔خ۔ڈ۔ش۔ک

آج کاموں میں اتنے مستعد نہ ہوں گے جتنا کہ عموماً ہوتے ہیں اس کی وجہ نامکمل معلومات کا فراہم ہونا بھی ہوسکتا ہے۔ جمع شدہ رقم کے معاملات دیکھیں اس میں اضافہ کی تدابیر سمجھ میں آئیں گی۔ ایک بار پھر گرفتار محبت ہونے کے لئے ایک حیران کن دن ہوگا اور جو پہلے ہی سے شریک حیات رکھتے ہیں ان کے لئے خوشگوار دن ہوگا۔ بچت کے اصول کو سامنے رکھتے ہوئے مالی امور چلائیں۔ آج آپ کی سوچ اور توقعات کے برعکس اشیاء کا حصول آپ کے حق میں ہوگا اور زیادہ تیز رفتاری سے کامیابی ہوگی۔ آپ صرف اس سمت میں عمل کریں جہاں کام ہوسکتا ہے۔ آج اپنے اخراجات پر کنٹرول نہ رکھا تو متوقع منافع میں کمی ہوسکتی ہے۔ آج شام بہتر ہوگا کہ گھر پر ہی گزاریں اور ممکن ہو تو دوست احباب کے ساتھ رات کے کھانے کی ضیافت کا اہتمام کریں۔ آپ نے توجہات کا مرکز مثبت سوچ کو نہ رکھا تو ہدایات اور ابلاغ میں غلط فہمیاں جنم لے سکتی ہیں۔

AQUARIUS
Jan 21-Feb 19
دلو / ستارہ یورانس / ش۔س۔ش۔ص

آج آپ کے نظریات کو مخصوص توانائی مل جائے گی جب وہ آپ کے تصور میں ایجادی عمل آئیں گے۔ کسی منصوبہ یا مضمون کو یا ڈیکوریشن پر ذاتی توجہ دے سکیں گے۔ دن کے شروع میں ہی درپیش مسئلہ کو سہارا مضبوطی سے دے دیا تو بعد از دوپہر جو لمحات آئیں گے ان میں مسئلہ کی ڈگمگاتی کیفیت کو سنبھالنے میں مدد ملے گی۔ آج جذباتی اور رومانوی لہریں جذبات میں ابھریں گی جو بڑے دلچسپ انداز میں آپ کی محبت کے دائرے کو مضبوط کر دیں گی۔ دوران سفر قدرتی مناظر سے لطف اندوز ہوسکیں گے۔ ہوسکتا ہے کہ آپ اپنی ملازمت کے سلسلے میں مطمئن نہ ہوں تاہم آپکی شریک زندگی یا وفادار دوست اس شام آپکو کوئی بہتر مشورہ دے سکے گا۔ واقعات میں مثبت تبدیلی مالی منفعت کا سبب ہوگی۔ آج کا دن صفائی ستھرائی' ڈیکوریشن اور شاپنگ اور سفر کے لئے بہتر ہے لیکن یقین رکھیں کہ عملی طور پر براہ راست طریقہ عمل اپنائیں۔

PISCES
Feb 20-March 20
حوت / ستارہ نیپچون / و۔چ

آج آپ ذہن کی بات مانیں یہ جن امور کے نہ کرنے کا اشارہ کر رہا ہے انہیں صحیح سمجھیں۔ سربراہان یا حکام بالا سے اہمیت ملے گی۔ کوئی چاہنے والا آپ کی مزید توجہ کا طالب ہوگا۔ آج آپ کافی سنجیدہ مزاج رہیں گے اور کچھ وقت علیحدہ گزارنے کی فکر میں ہونگے۔ صحت کے بارے میں محتاط رہیں خصوصاً وہ لوگ جو گلے کی بیماری اور ہائی بلڈ پریشر کے مرض میں مبتلا ہیں۔ شریک حیات کے ساتھ سفر پر جانا یا ضیافت میں جانا خوشگوار ہوگا۔ آج کوئی مالی معاملہ طے پا رہا ہو تو سوچ قدامت پسند رکھیں۔ دوست احباب اگر گھر میں اُلجھانے کی کوشش کریں گے۔ آج اچانک انتشار کا شکار ہو سکتے ہیں جو عارضی طور پر ہلا کر رکھ دے گا۔ کوشش کریں کہ لچک دار رویہ اختیار کریں۔ زیر گفتگو امور کو خوش اسلوبی سے سنیں تاکہ آپ کوئی ٹھوس فیصلہ کر سکیں۔ شادی کے خواہشمند افراد کے لئے ابتدائی مراحل کا آغاز ہوسکتا ہے۔

شمع عنصر

17 مارچ کے اہم واقعات

1672ء-انگلینڈ نے ہالینڈ کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔
1824ء-انگلینڈ اور ہالینڈ کے درمیان تجارتی معاہدہ طے ہوا۔
1932ء-جرمن پولیس نے ہٹلر کے ہیڈ کوارٹر پر چھاپا مارا۔
1996ء-قذافی اسٹیڈیم لاہور میں کھیلے گئے عالمی کرکٹ کپ کے فائنل میں سری لنکا نے آسٹریلیا کو ہرا دیا۔
2008ء-نومنتخب قومی اسمبلی نے 1973ء کے آئین کے تحت حلف اٹھالیا۔
2008ء -مینگورہ پولیس لائنز میں مبینہ خودکش حملہ، 3 اہلکار جاں بحق، 6 زخمی۔
2009ء-افتخار محمد چوہدری سمیت تمام معزول جج بحال۔

صوفیہ اکرام

بین الاقوامی یوم خوشی

اقوام متحدہ کی جانب سے مقرر کردہ یہ ایک عالمی دن ہے جس میں خوشی کے اہمیت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس دن کے ذریعے دنیا بھر میں لوگوں کو یہ پیغام دینے کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ زندگی میں خود بھی خوش رہیں اور آس پاس کے لوگوں اور احباب کے چہروں پر بھی مسکراہٹیں لانے کی کوشش کریں۔ اس دن کا اعلان بین الاقوامی سطح پر 28 مئی 2012ء کو اقوام متحدہ کی جانب سے اس وقت کیا گیا جب تمام 193 اراکین ممالک نے اقوام متحدہ قرارداد 66/281 کی تائید کی۔ اصل میں اس دن کو منانے کا مشورہ جیمی الین نامے شخص نے دیا تھا، جیمی الین ایک یتیم بچہ تھا جو بھارتی شہر کولکاتہ کے سڑک سے مدر ٹریسا نے اسے ریسکیو کیا تھا اور بعد جیمی کی پرورش ایک امریکی خاتون اینا بیلی الین نے کی۔ جیمی گود لینے کے بعد اینا بیلی نے ایک غیر منافع بخش تنظیم ایلین اڈوپشن انٹرنیشنل کی بنیاد رکھی جس کا کام یتیم بچوں کی کفالت کرنا ہے۔

سہیل خان

18 مارچ کے اہم واقعات

1978ء -سابق وزیر اعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو کو پاکستان پیپلز پارٹی کے ایک منحرف نواب محمد احمد خاں کے قتل کے الزام میں موت کی سزا سنائی گئی۔
1984ء -حکومت پاکستان نے طلبہ تنظیموں کو ختم کر دیا۔ الطاف حسین نے مہاجر قومی موومنٹ کا آغاز کیا۔
1990ء-امریکا کے شہر بوسٹن میں میوزیم سے تین سو ملین ڈالر کی مالیت کی تیرہ پینٹنگز چوری ہوئیں۔
1989ء- مصر میں چار ہزار چار سو سال پرانی ممی دریافت ہوئی۔
1977ء- امریکا نے اپنے شہریوں پر کیوبا، ویتنام، شمالی کوریا اور کمبوڈیا کے سفر کی پابندی عائد کر دی۔
1945ء-جنگ عظیم دوم: ایک ہزار دو سو پچاس امریکن بمبار طیاروں نے برلن پر حملہ کیا۔
1944ء-جرمنی نے ہنگری پر قبضہ کیا۔
1922ء- ہندوستان میں برطانوی مجسٹریٹ نے موہن داس کرم چند گاندھی کو نافرمانی پر چھ سال کے لیے جیل بھیج دیا۔
2023ء -لاہور قلندرز نے ملتان سلطانز کو شکست دے کر پاکستان سپر لیگ کا فائنل جیت لیا۔

رابعہ عظمت

پیدائش کا مہینہ کے بہترین پتھروں کا انتخاب

شخصیت کی دلکشی اور خوبصورتی میں اضافے کے لیے صرف میک اپ ہی نہیں بلکہ زیورات کا استعمال بھی لازمی سمجھا جاتا ہے۔ تاہم اگر یہی زیورات انسان کی زندگی میں مثبت طور پر اثر انداز ہوں تو ان کی اہمیت دُگنی ہو جاتی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ پیدائش کا مہینہ موافق پتھروں سے متعلق رہنمائی کرتا ہے، پیدائش کے مہینے سے بخوبی پتہ چلایا جاسکتا ہے کہ کون سا پتھر انسانی زندگی اور شخصیت پر بہترین طور پر اثر انداز ہوسکتا ہے۔ آیئے جانتے ہیں کہ مارچ میں پیدا ہونے والوں کیلئے موافق پتھر کون سا ہے۔
مارچ کے مہینے میں پیدا ہونے والے افراد کے لیے موافق پتھر بلڈ اسٹون ہے، جو سبز پتھر یا سنگِ ستارہ بھی کہلاتا ہے۔ یہ پتھر اپنے نام کی طرح سرخ نہیں بلکہ سبز ہوتا ہے، البتہ اس پر ایسے دھبے یا نشان موجود ہوتے ہیں جنہیں دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ اس پر خون کے چھینٹے پڑے ہوں۔ ان دھبوں کے باعث ہی اس پتھر کو بلڈ اسٹون کا نام دیا گیا ہے۔ اس پتھر کی ایک قسم گہرے سرخ رنگ کی بھی ہوتی ہے جبکہ خوف سے نجات، امراض سے شفاء اور جرات مندی اس پتھر کے خواص میں شامل ہیں۔

ناول

ایک محبت اور

قسط نمبر 20

بلقیس ریاض

آمنہ بیگم اس کو دیکھ دیکھ کر اس کے سلیقے کی دل ہی دل میں داد دیتی تھیں.....مگر جب ماں بیٹا دونوں کھانا کھا رہے تھے تو آمنہ بیگم نے پوچھا۔

''اتنا عمدہ کھانا کہاں سے سیکھا؟''

وہ مسکرا پڑی۔

آنٹی امی بناتی تھیں اور میں صرف دیکھا کرتی تھی.....شادی سے پہلے پڑھائی میں مصروف تھی.....کھانا تو شادی کے بعد بنایا۔''

''ساس تو بہت تعریف کرتی ہوگی''۔

جمیلہ خاموش ہوگئی.....اور اس نے ٹھنڈی سانس بھری تو آمنہ بیگم دور اندیش خاتون تھیں فوراً سمجھ گئیں.....کچھ پاکستانی ساسیں کم ہی تعریف کرتی ہیں مگر وہ خاموش رہیں۔

جمیلہ.....کو زبردستی آمنہ بیگم نے اپنے پاس بٹھایا تو وہ دھیرے دھیرے کھانا کھانے لگی.....شینڈلر کی تیز روشنی میں اس کا خوبصورت چہرہ چاند کی مانند چمک رہا تھا.....سبز مرچ ایک دم سے کھاتے کھاتے آمنہ بیگم کے منہ کو تیز لگی تو جمیلہ پانی لانا بھول گئی تھی.....وہ جلدی سے اٹھی اور پانی کا گلاس لا کر ان کے ہونٹوں سے لگا دیا.....تو آمنہ بیگم نے کہا۔

''عاطف یہ لڑکی مجھ سے اتنی دعائیں لیتی ہے کہ دیکھ لینا سب دعائیں رنگ لائیں گی۔''

''بس آنٹی مجھے دعاؤں کی ضرورت ہے''۔

آمنہ بیگم نے پیار سے اس کی جانب دیکھا..... چھ ماہ ہو گئے تھے کوئی ایک واقعہ ایسا نہیں ہوا تھا کہ وہ اس سے ناراض ہوئی ہوں.....بلکہ روز مساج جب کرتی تو تب بھی دعائیں دیتیں.....اور اب تو عاطف کے ساتھ آمنہ بیگم ناراض رہنے لگیں۔ میری زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں اب تم شادی کرلو.....وہ حسب معمول ٹال مٹول کر دیتا۔

کافی دن گزر گئے.....ایک روز عاطف دفتر کے قریب گروسری کرنے کیلئے جانے لگا تو آمنہ بیگم نے کہا:

''آج اتوار ہے.....جمیلہ کو ساتھ لے جاؤ.....اس کو معلوم ہوگا کہ کیا.....کیا لینا ہے.....''

جمیلہ اس وقت ناشتے کے برتن سمیٹ رہی تھی۔

وہ کچن میں آیا۔

''چلیں.....آج مل کر چلتے ہیں.....دو ہفتوں کی گروسری لے لیتے ہیں۔''

''لیکن برتن''.....ابھی جمیلہ نے اتنا ہی کہا تھا کہ عاطف نے اس کے ہاتھ سے پلیٹوں کو زبردستی پکڑا.....تو عاطف کے ہاتھ اس کی کلائی کو چھو گئے.....عاطف کے جسم میں سردی کی ایک تیز لہر دوڑ گئی.....اور جمیلہ کو لگا جیسے بجلی کا کرنٹ لگ گیا ہو.....وہ یکدم پیچھے ہٹی.....فضا میں ہلکی سی سرگوشیاں.....درختوں کے پتے گر گر کر اڑ رہے تھے.....چار سو خاموشی چھا گئی تھی.....کچن کی کھڑکی کھلی تھی ہر چیز ہواؤں کے زور میں پھڑ پھڑا رہی تھی.....عاطف نے اپنے جذبات کو قابو کیا اور ڈش واشر میں برتن لگانے شروع کر دیے.....اور جمیلہ سنک پر برتنوں کو کھنگال کر چند قدم عاطف سے ہٹ کر اس کو دے رہی تھی اور وہ ڈش واشر میں لگاتا جا رہا تھا۔

جب سب برتن لگ گئے تو دونوں گروسری سٹور پہنچ گئے۔ عاطف نے بہت ساری سبزیاں خریدیں اور جمیلہ سے کہا۔

''دل چاہتا ہے سب ایک ایک کر کے روز کھاؤں.....دراصل یہاں پر کھانا بڑا ہی بدمزہ لگتا ہے مجھے؟''

جمیلہ نے کچھ مصالحے اور آئل.....کے علاوہ مختلف چیزیں خریدیں.....ٹرالی میں سارا سامان رکھا اور خریدنے کیلئے عاطف لائین میں لگ گیا.....مگر باہر جانے کی بجائے.....بڑی سے گروسری سٹور کے دائیں جانب بڑی عمدہ کافی شاپ تھی۔ وہ جمیلہ کے ساتھ بیٹھ گیا.....جمیلہ اس وقت اس سے نظریں چرا رہی تھی تو عاطف نے اسے کہا۔

''کچھ ماہ پہلے تک معلوم ہی نہیں تھا کہ آپ ہمارے گھر آئیں گی اور مزے مزے کے کھانے کھلائیں گی۔''

''مجھے خود معلوم نہیں تھا.....کہ میں لندن آؤں گی.....میری داستان بھی بڑی دردناک ہے''۔

''آج موقعہ ہے.....اپنے بارے میں بتائیں پھر میں بھی آپ کو اپنی داستان سناؤں گا''۔

''عاطف صاحب.....شہزاد ایسا شخص تھا کہ ساری زندگی میں اسے نہ پہچان پائی.....ایک ہی گھر میں پرورش ہوئی اور وہ مجھے بہت پسند کرتا تھا.....چچا زاد تھا.....سب گھر والوں کو معلوم تھا دادا جی کو کہنے لگا.....کہ میں لندن جاؤں گا۔ یہاں جاب میں اچھے روپے نہیں ملیں گے.....سب کی مرضی نہیں تھی مگر دوست کے کہنے پر جانے لگا تو دادا جی نے ہماری شادی کر دی.....وہاں جا کر.....اتنا غافل ہوا کہ سب کچھ بھول گیا اور ہیم سے شادی کر لی.....مجھے معلوم نہیں تھا۔ والدین چل بسے اور دادا جی بھی اس دنیا سے چلے گئے اور میں اپنی پھپھی جو یہاں ہوتی ہیں ان کے پاس آ گئی۔ بہت فون کیے.....شہزاد کو مگر پہلے پہل اس نے فون اٹھایا نہیں جب پتہ چلا کہ میں آ گئی ہوں تو کہنے لگا واپس چلی جاؤ۔ پھر ایک روز میں نے اسے سمندر کے کنارے دوسری بیوی جو گوری تھی.....اور بچوں کے ساتھ اسے دیکھا.....پھر کچھ دنوں کے بعد آپ کے پاس آ گئی تھی.....میں نے الگ گھر کا مطالبہ کیا تھا اور کہا کہ نہیں لے کے دو گے تو تمہاری بیوی کو بتا دوں گی۔ اس نے پھر کہا کہ میرے ماں باپ کے پاس پاکستان چلی جاؤ.....میں نے انکار کیا اور دھمکی دی اور دوسرے دن اس نے مجھے طلاق دے دی''۔

جمیلہ کی آنکھوں میں آنسو سچے موتیوں کی طرح گالوں پر پھسلنے لگے۔

عاطف نے اس کا ہاتھ سہلاتے ہوئے کہا۔

''بھول جاؤ سب.....آگے کی سوچو''۔

''آگے''.....اس نے اپنے پلو سے آنکھیں صاف کیں اور کہا۔

''آگے تو اندھیرا ہی اندھیرا ہے''۔

''اندھیرے کے بعد اجالا بھی تو آتا ہے.....یہ بھول گئی ہیں''۔

''پتہ نہیں.....ابھی تو اندھیروں میں ہی بھٹک رہی ہوں''۔

''اچھا''

''میری سنو''

''کہیے''

''میں نے جس سے محبت کی اس کو پا لیا.....وہ بہت ہی اچھی تھی.....اتنی اچھی کہ آج تک میں اس کو نہیں بھول پایا.....ایک ایکسیڈنٹ ہوا.....دفتر سے آ رہی تھی ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی اور اس کی گاڑی سکٹ کر گئی اور وہ مر گئی اور ننھی جان دنیا میں آنے والی تھی وہ بھی اس کے ساتھ دفن ہوگئی۔ یہ میری درد بھری کہانی ہے.....میری امی نے بہت غم کیا.....اب تو وہ سنبھل گئی ہیں مگر ہر بار شادی کیلئے اکساتی ہیں.....لیکن میں ابھی تک اس کو بھول نہیں پایا.....البتہ آپ کو دیکھ کر میرے دل میں ہمدردی کوٹ کوٹ بھری ہے مجھے اچھی طرح معلوم ہے.....کہ دکھ سہنا کتنا کڑا امتحان ہے.....لیکن آہستہ آہستہ نارمل ہو رہا ہوں.....شاید اچھے اچھے کھانوں کی وجہ سے میرا آدھا غم چلا گیا ہے''۔

''بہت دکھ ہوا ہے.....اللہ کی مرضی.....عاطف صاحب یہ آزمائش آئی ہے آپ پر.....آپ بڑے اچھے انسان ہیں.....دوسروں کے دکھوں کو دل سے محسوس کرتے ہیں۔ آپ کو اپنی امی کی خواہش کے مطابق شادی کر لینی چاہیے۔ شاید ان کے آنے سے پہلے آپ کی زندگی میں پھر سے بہار آ جائے''۔

''سوچ رہا ہوں.....لیکن''

''لیکن کیا''.....عاطف نے جواب نہ دیا اور کہا۔

''اچھا.....میرا خیال ہے کہ اب ہمیں چلنا چاہیے امی انتظار کر رہی ہونگی''۔

عاطف نے ساری چیزیں ڈگی میں رکھ کر جمیلہ کیلئے اگلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا.....اور وہ چپکے سے اس کی ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئی.....اور دس منٹ کی ڈرائیو کے بعد عاطف نے گاڑی اپنے پورچ میں کھڑی کر دی۔

☆☆☆☆☆☆☆

بڑے دنوں کے بعد دھوپ نکلی تھی.....کچن سے فارغ ہو کر جمیلہ نے شاور لیا اور باہر بالکونی میں بیٹھ کر دھوپ سینکنے لگی.....عاطف اس وقت دفتر گیا ہوا تھا.....آمنہ بیگم نے کہا تھا کہ ایک گھنٹے کے بعد میں کھانا کھاؤں گی.....جمیلہ نے موقعہ غنیمت جانا اور بالکونی میں بیٹھ کر دھوپ کے مزے لینے لگی.....دراز بال شانوں میں لہرا رہے تھے.....گو یہاں پر بھی وہ بہت کام کرتی تھی مگر ماں بیٹے کی تعریفوں کی وجہ سے ساری تھکن دور ہو جاتی تھی۔ اپنے سسرال میں ذرا بھر اسے آرام نہیں تھا بلکہ بات بات پر ساس طعنے دیتی تھی جس سے وہ والدین کو یاد کرتے کرتے.....شہزاد کی بیوفائی پر رونے لگ جاتی تھی.....یہی ساس کہتی تھی کہ اللہ نے مرد کو چار شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے.....وہ اس وقت یہی سوچ رہی تھی۔

پھر عاطف کے بارے میں سوچنے لگی.....اس کو ہمیشہ ہمدرد پاتی مگر اس کے دل میں کبھی خیال نہیں آیا تھا کہ وہ اس سے محبت کرے گا۔ اتنی اونچی اڑان.....میں اڑنا نہیں چاہتی تھی آجکل آمنہ بیگم نے بڑی سوچ بچار کے بعد اس کیلئے رشتہ ڈھونڈ لیا تھا.....تھے تو پاکستانی کافی سالوں سے یہاں آباد تھے.....مگر بیٹی یہاں لندن میں ہی پلی بڑھی تھی.....کل دونوں ماں بیٹے نے وہاں جا کر بات چیت کرنی تھی.....عاطف اور سارہ نے مل کر اندازہ لگانا تھا کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ خوشگوار ازدواجی زندگی گزار سکتے ہیں کہ نہیں.....گو کہ جمیلہ کے دل میں یہی بات تھی کہ عاطف اس سے ہمدردی کرتا ہے اور اس کا بھرپور احساس کرتا ہے مگر.....عاطف کی شادی کا سن کر جمیلہ کے دل پر ٹھیس سی لگی تھی.....وہ سوچتی اس دیار غیر میں پھپھی کے بعد کس طرح اتنی لمبی زندگی گزار سکے گی.....شہزاد نے تو طلاق دے کر اس کے تمام راستے بند کر دیے تھے.....مگر کوئی ایسی امید کی کرن نہیں تھی کہ آئندہ زندگی میں کوئی ٹھکانہ ملے۔

ہلکے آسمانی رنگ کے جوڑے میں وہ آسمانی مخلوق دکھائی دے رہی تھی.....ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی.....جس سے بال اڑ کر منہ تک آتے اور انہیں ہاتھوں سے پیچھے ہٹاتی.....دھوپ چمک رہی تھی.....لندن کی آب و ہوا بھی منچلی تھی.....اس کا کوئی اعتبار نہیں تھا جب جی چاہتا.....چمکتے سورج سے لطف اٹھانے والے.....یک دم ابر آلود فضا کو دیکھ لیتے اور بوندہ باندی ہونے لگتی۔ ابھی جمیلہ نے اتنا ہی سوچا تھا کہ عاطف کی آواز ابھری۔

''میں اندر آپ کو ڈھونڈ رہا تھا''۔

''آپ اس وقت''

''ہاں لنچ بریک تھا سوچا.....کہ گھر میں ہی کھا لوں.....کچھ کھانا پکا ہے۔''

''جی.....'' وہ ایک دم سے کھڑی ہوگئی۔ آنٹی نے بھی نہیں کھایا کھانا بالکل تیار ہے.....آج میں نے آپ کی فرمائش پر قورمہ اور بینگن بنائے ہیں''۔

''پھر تو مزہ ہی آ جائے گا''۔

جمیلہ کچن میں جانے لگی تو اس کا دوپٹہ کرسی کے پائے کے نیچے آیا ہوا تھا۔ عاطف نے جھک کر اس کا دوپٹہ پائے کے نیچے سے الگ کیا.....اور جمیلہ نے اس کی جانب دیکھا تو دو روشن آنکھیں.....اس کے چہرے کو غور سے دیکھ رہی تھیں.....جمیلہ جھینپ گئی اور کچن میں جا کر جلدی جلدی پھلکے بنائے اور دس پندرہ منٹ پر کھانا میز پر چن دیا۔

دونوں ماں بیٹے نے بڑے شوق سے کھانا کھایا.....عاطف کو واپس دفتر جانے کی بہت جلدی تھی مگر جونہی وہ جانے کیلئے اٹھا تو جمیلہ نے قہوہ کا کپ اس کو پیش کیا.....تو آمنہ بیگم نے کہا۔

''جمیلہ بہت ہی خیال کرتی ہے.....چلو بہو گھر آ جائے گی تو میں جمیلہ سے دل بہلا لیا کروں گی''۔

''کیوں بہو بھی آپ کو وقت دے گی۔ امی فکر نہ کریں.....اس کو پہلے دن سے سمجھا دوں گا''۔

''بیٹا.....سنا ہے وہ جاب کر رہی ہے.....جاب کرنے والی لڑکیوں کے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ ساسوں کے پاس بیٹھیں.....میں نے تو جمیلہ کے ساتھ دل لگا لیا ہے۔''

عاطف مسکرا کر دفتر جانے کیلئے صدر دروازے کے پاس پہنچا ہی تھا کہ جمیلہ جلدی سے اس کا موبائل لے کر آئی اور دھیرے سے کہا۔

''عاطف صاحب.....آپ اپنا موبائل بھول گئے''۔

''اوہ.....جمیلہ.....نہ جانے میں اپنا موبائل کیوں بھول جاتا ہوں''.....مسکراتی آنکھوں سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''جلدی میں انسان بھول ہی جاتا ہے''۔ عاطف نے موبائل اس کے ہاتھ سے لیا.....اور ہاتھوں کی انگلیوں کا ٹکراؤ ہوا تو جمیلہ جھینپ گئی.....اور عاطف نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''بینگن بہت اچھے بنائے تھے.....بہت شکریہ''.....

جمیلہ نے جواب دیا ''ابھی تو بہت ساری سبزیاں آپ نے کھانی ہیں۔ اس دن کوئی سبزی ایسی نہیں تھی جو آپ نے نہ خریدی ہو۔''

(جاری ہے)

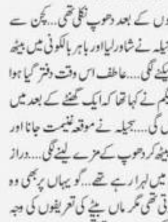

افسانے اور ناول کے کردار فرضی ہی کیوں نہ ہوں مگر ان کی جھلک جیتی جاگتی زندگی میں بھی دکھائی دیتی ہے جبکہ سچی کہانیوں کے واقعات اور کردار معاشرے کی ہی حقیقی عکاسی کرتے نظر آتے ہیں۔ ایک اچھا قلم کار بھی زندگی کے مختلف رنگوں کو صفحۂ قرطاس پر اتار کر قاری کے سامنے رکھ دیتا ہے بلاشبہ سچی کہانیوں کو پیش کرنا بھی ایک اہم کام ہے۔ عہد موجود میں جو خواتین یہ کام خوش اسلوبی سے کرتی چلی آ رہی ہیں' ان میں ادیبہ بلقیس ریاض صاحبہ کا نام سرفہرست ہے۔ ان کی تحریر کا اسلوب بھی دوسری خواتین لکھاریوں میں منفرد اور جداگانہ ہے۔ وہ سچی کہانیوں کو جس سادگی سے رقم کرتی ہیں وہ پڑھنے والوں کے دل پر اثر کرتی ہیں۔

بلقیس ریاض صاحبہ کے سفرنامے ہوں یا ناول وہ روزنامہ نوائے وقت کے میگزین اور فیملی میگزین میں سالہا سال سے شائع ہوتے چلے آ رہے ہیں۔ بلکہ معمار نوائے وقت مجید نظامی (مرحوم) بلقیس ریاض صاحبہ سے اصرار کر کے تحریریں لکھواتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ بلقیس ریاض صاحبہ کی تحریروں کو نوائے وقت کے قاری بے حد شوق سے پڑھتے ہیں۔ ان کا یہ نیا ناول ''ایک محبت اور'' سچی کہانی پر مبنی ہے۔

ضمیر کا مجرم

ایک مجرم کی آپ بیتی، جس کے سوئے ہوئے ضمیر کو معصوم بچّے نے جگا دیا تھا!

■ جاوید راہی

rahirung@gmail.com

میرا نام ندیم ہے، دادا جی پیار سے باؤجی کہتے تھے اس لیے اسی نام سے مشہور ہوگیا۔ میٹرک تک پڑھائی ٹھیک رہی مگر ایف اے میں انگریزی میں مار کھا گیا۔ یوں والد صاحب کے عتاب کا نشانہ بنا۔ انہوں نے ٹیوشن رکھ دی۔ دو چار دن تک گیا پھر آوارہ گردی شروع ہوگئی۔ ٹیوشن کے پیسے گھر سے لیتا مگر یہ جان کر اپنی ہی ذات پر اس لئے خرچ کر دیئے کہ فرضی ٹیوشن جاری ہی رکھی جائے۔ ایک دن راز تو کھلے گا۔ آخر ٹیوشن نہ جانے کی سزا تو ملنی ہے۔ ساتھ میں ٹیوشن کے روپے ڈکارنے کے بعد بھی دو چار تھپڑ سہہ جاؤں گا۔ کئی ماہ تک یہ کاروبار ہیرا پھیری چلتا رہا پھر داخلے کے فارم بھجوانے کا وقت آن پہنچا اور ساتھ ہی دن رات کی اذیت نے قابو کر لیا۔ تمام رات اسی ادھیڑ بن کے چکر میں رہا۔ صبح رات کئے ہوئے فیصلے کے زیر اثر بازار سے فارم لیا۔ گھر سے داخلہ کے لئے روپے لیے پھر اسی شرٹ پتلون میں گھر کو خیر باد کہہ کر سٹیشن پر آ بیٹھا۔ پوری ہوش میں ایک دو شہروں کے سفر کا تجربہ تھا۔ ایک بار سرگودھا بھابی کی بہن کی شادی پر گھر والوں کے ساتھ گیا تھا۔ دوسری بار دادا جی کو حج کے لئے چھوڑنے لاہور ایئر پورٹ گیا تھا۔ وہ بھی اس لیے کہ ویگن میں کافی گنجائش تھی جو بڑے بھائی نے پوری کی پوری بک کروائی تھی۔ داخلے کے ساتھ آٹھ سو روپے بھی جیب میں تھے جو میں نے پوری حفاظت سے سنبھال رکھے تھے۔ کافی سوچ بچار کے بعد کراچی جانے کا فیصلہ کیا۔

ٹرین آنے میں گھنٹہ بھر پڑا تھا۔ دھڑکتے دل سے میں بھی مسافروں کی لائن میں لگ گیا۔ نظریں چاروں جانب تھیں کہ کوئی جاننے والا ہی نہ دیکھ لے۔ آخر کار ٹرین پلیٹ فارم پر رُکی۔ میں بھی مناسب جگہ ملنے پر بیٹھ گیا۔ جس ڈبہ میں میں موجود تھا اس میں میرے سامنے والی سیٹ پر ایک پوری فیملی بیٹھی تھی جس میں ان کے بچے بھی تھے۔ اس سیٹ کو چادر باندھ کر محفوظ کر رکھا تھا۔ شاید جہاں سے گاڑی چلی تھی یہ لوگ اسی سیٹ پر قابض چلے آ رہے تھے۔ اوپر والی برتھ بھی ان ہی کی ملکیت لگ رہی تھی کیونکہ اوپر برتھ پر اماں بی کے ساتھ ایک چھوٹا سا بچہ گود میں سر رکھے ایک ٹانگ درمیان میں لگے نکلے پر رکھے اسے ادھر ادھر ڈھلکنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔ جس سیٹ پر میں بیٹھا اس کے اوپر والی برتھ خالی تھی اور نیچے میرے ساتھ تین اور بھی مسافر تھے جو شاید آپس میں جان پہچان والے تھے۔ ٹرین کی وسل پر میں نے حسرت سے ایک نگاہ باہر کے ماحول پر ڈالی اور ضبط کے باوجود میں اپنے آنسو نہ روک پایا۔ جوں جوں اپنا شہر پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھ رہا تھا طبیعت میں گھبراہٹ کا ماحول بن رہا تھا۔ ماں، بہن، بھائی اور سارے رشتے اپنے ہی ہاتھوں دُور کر کے ایسے شہر کی طرف رواں تھا جس کے بارے میں ذرا برابر بھی کوئی علم نہ تھا۔

رات بھر بھوکا رہا پھر کچھ کھانے کو دل بھی نہیں کر رہا تھا۔ ایک دو بار کسی سٹیشن پر گاڑی رُکی، چائے وغیرہ پی کر گزارہ کر لیا۔ اپنے پیچھے گھر والوں کی پریشانی خاص کر امی جان، دادا جان کی حالت کا اندازہ کر کے کلیجہ منہ کو آ رہا تھا۔ ایک بار تو دل کیا کہ واپس لوٹ جاؤں۔ کوئی نہ کوئی بہانہ بنا دوں گا مگر پھر اس خیال کو ذہن سے جھٹک کر اپنے مستقبل کے تانے بانے سجانے لگتا۔ دوسرے روز گاڑی اپنے آخری سٹیشن میرا مطلب ہے سٹی سٹیشن پر آن رُکی۔ لوگ اپنی اپنی منزل کی طرف گامزن تھے۔ میں تھکا ہارا بے شمار لوگوں کے ہجوم میں بے یار و مددگار ایک خالی بنچ پر بیٹھا زبردست لگنے والی بھوک کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ پھر ہمت کر کے اُٹھا اور ٹکٹ بابو کو ٹکٹ دکھا کر باہر نکل آیا۔

چاروں جانب لوگوں کا ہجوم تھا۔ تیز رفتار گاڑیاں، ٹیکسی رکشے...... جدھر منہ اٹھا چل پڑا۔ ایک راستے میں آنے والے ہوٹل پر کھانا زہر مار کیا اور پھر چل پڑا۔ تمام دن سڑکوں، پارکوں اور جانے کہاں کہاں دھکے کھاتا پھرا۔ جوں جوں رات کا تصور ذہن میں آتا فکر لاحق ہو جاتی پھر ایک فیصلہ سا کر کے مطمئن ہو گیا کہ آخر زندگی کے سفر کو آگے تو لے کر جانا ہی ہے۔ سٹیشن سے باہر نکلتے ایک بورڈ پر نظر پڑی۔ سستے چارپائی بستر رات گزارنے کے لیے سمندر کی لہروں سے لطف اندوز ہوتا ہوا ٹرام پر سوار ہو کر نیو کراچی روڈ پر اُترا، پھر پیدل ہی سٹیشن کی طرف چل پڑا۔

مٹرگشت کرتا ہوا اس فٹ پاتھ کے کنارے جہاں ترتیب سے دُور تک بچھے ہوئے چارپائی بستر آنے والے میرے جیسے بے گھر بے شہر مسافروں کا انتظار کر رہے تھے۔ اس موبائل چارپائی بستر ہوٹل والے سیٹھ صاحب سے سات روپے رات بھر کے لیے کرایہ پر ایک نکڑ میں چارپائی لی اور جوتے تکیہ کے نیچے سنبھال کر لیٹ گیا۔ کئی گھنٹوں کا تھکا ہارا تھا اس لیے پڑے پڑے سو گیا۔

صبح موبائل سرائے کے مالک نے سورج کی پہلی کرن پر چارپائی کو چھوڑنے کا آرڈر کیا کیونکہ اس موبائل سرائے کے لڑکے بستر سمیٹ کر چارپائیاں دیوار کے سائے میں اکٹھی کرتے جا رہے تھے۔ ہفتہ بھر کی کراچی گردی کے بعد جیب کا جائزہ لیا۔ کل پونجی دو سو روپے بچی تھی۔ اب اگلے اہم معاملات کو نمٹانے کے لیے کام کاج کی ضرورت تھی۔ کراچی میں ہر چھوٹے بڑے کام کے مالک کو سیٹھ صاحب کہہ کر مخاطب کیا جاتا تھا۔ میری جان پہچان موبائل سرائے کے سیٹھ جی سے تھوڑی بہت ہوگئی تھی۔ وہ اپنے اس سرائے ہوٹل کے حساب کی لکھت پڑھت مجھ سے کروانے لگا تھا۔ ایک دو بار سیٹھ جی نے مجھے کرایہ بھی چھوڑ دیا تھا اور اپنی چائے سے بچی چائے وغیرہ بھی مجھے دینے لگا تھا۔ میں نے بیٹھ کر جھوٹی سچی کہانی سنا کر اس کی ہمدردی حاصل کر لی تھی۔ اس نے مجھے مشورہ دیا کہ میں سندر روڈ پر کام والے راج مستریوں کے ساتھ جایا کروں۔ آخر کار جن ہاتھوں نے کبھی اپنے گھر میں پانی بھی خود ڈال کر نہیں پیا تھا وہ ہاتھ سارا دن پتھر سیمنٹ ڈھونے لگ گئے۔ آہستہ آہستہ اس کام میں خاصا ماہر ہو گیا۔ گھر کی یاد یکسر فراموش کر دی یہاں تک کہ خود کو پوری دنیا میں تنہا کر لیا۔ ٹوٹ پھوٹ مرمت رنگ و روغن وغیرہ کا یکمشت ٹھیکہ لیتا اور ہم چار لوگ مل کر کام کرتے پھر آخر میں ملنے والی رقم مساوی بانٹ لیتے۔

گھر سے دُور رہتے سال بھر سے زیادہ کا عرصہ بیت چکا تھا۔ اس عرصہ میں میرے پیچھے وہاں میرے بارے میں کیا کیا قیاس آرائیاں بیت چکی ہوں گی یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہو گا مگر میری عادتیں اور اکیلا پن میرے لیے زہر قاتل ثابت ہوا۔ میرے اندر اپنوں کا دُکھ درد سرے سے دم توڑ گیا۔ سگریٹ، پان، تمباکو، تاش، سینما، تھیٹر، مار کٹائی میری زندگی کے اہم جز بن چکے تھے۔ کئی ایک موالی یار باش بن چکے تھے۔ میری ٹولی کا ارشد نامی لڑکا چوری چکاری کا شوق بھی رکھتا تھا۔ کبھی اگر کہیں ہاتھ مارتا تو ہم چاروں اس وقت تک مزے کرتے جب تک چوری کا سارا مال ہضم نہیں ہو جاتا۔ اس طرح کی صورتحال نے میرے اندر کی شرافت کا نام ونشان تک مٹا کر رکھ دیا تھا۔

اُن دنوں بارش تھی کہ کئی دن سے مسلسل ہوئے جا رہی تھی۔ میں نے پڑے پڑے ارشد کو مخاطب کیا کہ ”یار ارشد بھوکے مر جائیں گے ہم لوگ ادھر اسلام کی بہن کی شادی بھی سر پر ہے۔ اس نے بھی واپس گاؤں جانا ہے۔“ یہاں میں بتاتا چلوں کہ ہم نے ایک کمرہ کرائے پر جس محلے میں لے رکھا تھا وہاں ہم اچھی شہرت کے حامل قرار دیے جاتے تھے اور لوگ ہمارے محنتی ہونے کے حوالے سے ہم پر یقین بھی کرتے تھے۔ آس پاس کی دکانوں پر ہمارا ادھار چلتا تھا جو ہم وقت پر چکاتے آ رہے تھے۔

”اسلم کی بھی تم خوب جانتے ہو کوئی کام ذمہ داری سے نہیں کرتا۔ اسے بالکل بھی فکر نہیں، لے دے کر ہم تینوں کو اس بات کی فکر ہے۔ اب دیکھ لو جیرا اور وہ دونوں کب کے گئے ہیں ابھی تک واپس نہیں لوٹے۔“ ارشد نے کروٹ لیتے فکرمندی سے جواباً کہا۔

”یار باؤ جی ایک گھر میں نے تاڑا ہوا ہے مگر کسی دوسرے کی مدد کے بغیر میں اس کی دیوار اکیلا نہیں پھلانگ سکتا۔ اگر تم تھوڑی سی ہمت کرو اور میرے ساتھ چلو تو کافی کچھ ہاتھ لگنے کی امید ہے۔“ ارشد نے آنکھ دبا کر میری طرف دیکھتے ہوئے استفہامیہ انداز میں کہا۔

”ارشد تمہیں تو پتہ ہے میں ٹھہرا بزدل آدمی پکی پکائی کو ترجیح دیتا ہوں۔“ میں نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے جواباً کہا۔

”یار باؤ جی ایک بار حوصلہ تو کر کے دیکھو موسم جلدی ٹھیک ہونے والا نہیں ہے۔ فاقے شروع ہونے کا قوی امکان روشن ہے۔“ ارشد نے اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے مجھے رضامند کرنے کی مزید کوشش کی۔

”ارشد میں چلوں گا تمہارے ساتھ مگر میں نے تمہارے ساتھ اندر نہیں جانا۔“ میں نے اسے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔“ اس نے بھی رضامندی ظاہر کر دی۔

دونوں کے آنے کے بعد ہم انہیں باہر جانے کا کہہ کر کمرے سے نکل آئے۔ گلیوں میں بارش کے پانی نے چلنا دشوار کر دیا تھا۔ گرتے پڑتے ہم اپنے علاقے سے نکل کر بڑی سڑک پر آ گئے۔ ارشد کا رُخ اس طرف تھا جہاں دو ماہ پیشتر ہم نے ایک کوٹھی کے اوپر والے پورشن میں رنگ و روغن کا کام کیا تھا۔ میں دھڑکتے دل سے اپنے قدموں کو گھسیٹ رہا تھا۔ آخر کار اس کوٹھی سے تھوڑا ہٹ کر وہ ایک مکان کے قریب رُک گیا۔ واقعی اس کی پچھلی دیوار کافی اونچی تھی اور اس پر خاردار تار بھی لگی ہوئی تھی۔ بارش کے باعث سارا علاقہ خاموشی میں ڈوبا ہوا تھا۔

میں ارشد کے ساتھ سہما ہوا دیوار کے سائے میں کھڑا اسی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ماہرانہ انداز میں اونچائی کا جائزہ لے ہی رہا تھا کہ اوپر والے حصہ کی روشنی جلی اور کچھ دیر کے بعد پھر وہ حصہ تاریکی میں ڈوب گیا۔ نیچے کی طرف آنے والا سایہ کسی عورت کا تھا جو نیچے آتی سیڑھیوں میں گم ہو گیا۔ شاید ارشد کی منزل بھی وہی اوپر والا حصہ تھی۔ ہم نے تھوڑی دیر کے توقف کے بعد جب یقین کر لیا کہ لائن کلیئر ہے تو اس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا ”تم نیچے بیٹھو میں تمہارے کندھوں پر بیٹھتا ہوں پھر تم دیوار کے سہارے مجھے اُٹھا کر کھڑے ہو جانا۔ میں ارشد سے تن و توش اور صحت کے اعتبار سے قریب دوگنا تھا، اس لئے اسے اُٹھا کر کھڑے ہونے میں مجھے کوئی دقت محسوس نہ ہوئی۔ ارشد نے آخری حصہ پر ہاتھ جمائے پھر اپنے ساتھ لائے کٹر سے تاریں کاٹ ڈالیں۔ اس سارے عمل میں اسے کچھ پل ہی لگے اور وہ میرے کندھے چھوڑ کر دیوار سے دوسری طرف کود گیا۔

اس نے مجھے راستے میں سمجھا دیا تھا کہ جب وہ اندر کود جائے تو میں اِدھر اُدھر چھپ جاؤں اور اس کے واپس دیوار پر آنے کا انتظار کروں۔ جوں ہی وہ خیر خیریت سے دیوار پر دکھائی دے تو اسی طرح دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو جاؤں۔ اگر کوئی گڑبڑ ہو جائے تو میں خود کو سنبھال کر نکل جاؤں اور وہ اپنا دفاع جیسے بھی ممکن ہوا خود کرے گا۔ اس کے دوسری طرف اُترتے ہی میں مخالف سمت کو جانے والے راستے پر آگے آ کر ایک درخت کی اوٹ میں کھڑا ہو گیا۔ میری نظریں دیوار کی طرف تھیں اور دل کسی ذبح کئے پرندے کی طرح تڑپ رہا تھا۔ اسی حالت میں کھڑے کھڑے مجھے کافی دیر ہو گئی۔ پھر اچانک میں نے ارشد کا ہلکا سا سایہ دیوار پر محسوس کیا تو فوراً تیز تیز قدم اُٹھاتا ہوا میں دیوار تک پہنچ گیا۔ ارشد نے مجھے دیکھتے ہی ایک پوٹلی سی نیچے پھینکی جو میں نے اُچک لی۔ اسی دوران وہ لٹک کر میرے کندھوں پر جم گیا۔ میں نے اسے آہستگی سے نیچے آنے میں مدد کی۔ اس نے سیدھا کھڑے ہو کر مجھے پوٹلی سنبھالنے اور دوسرے راستے سے گھر کی طرف جانے کا کہا اور خود تیز تیز قدم اُٹھاتا سامنے والی گلی میں گھس گیا۔

(جاری ہے)

تعارف

مجرموں سے سچ اُگلوانا اور اُنہیں اپنی داستان سُنانے پر آمادہ کرنا بہت مشکل کام ہے مگر جاوید راہی نہ صرف یہ مشکل کام کرتے ہیں بلکہ پھر اس سچی داستان کو ”جیل کہانی“ کا روپ دیکر قارئین کے لیے پیش بھی کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی یہ سچی کہانیاں فیملی میگزین سمیت دیگر بے شمار اخبارات و جرائد میں بھی شائع ہو کر قارئین میں مقبول ہو رہی ہیں۔ جاوید راہی 1970 کی دہائی سے سچی کہانیاں لکھ رہے ہیں اور قارئین فیملی میگزین کے لیے خاص طور پر مجرموں تک رسائی حاصل کر کے لکھی گئی ان کہانیوں میں اُن کا تجربہ اور صحافتی مہارت بھی صاف نظر آتی ہے۔

داخلے کے آٹھ سو روپے جیب میں تھے، کافی سوچ بچار کے بعد کراچی جانے کا فیصلہ کر لیا

سگریٹ، پان، تمباکو، تاش، سینما، تھیٹر، مار کٹائی...... میری زندگی میں بس یہی کچھ رہ گیا تھا

”ایک گھر میں نے تاڑا ہوا ہے اگر تم ساتھ چلو تو کافی کچھ ہاتھ لگنے کی امید ہے“ ارشد نے کہا

ارشد نے مجھے دیکھتے ہی ایک پوٹلی سی نیچے پھینکی جو میں نے اُچک لی اور ایک طرف نکل کھڑا ہوا

امام حافظ ابن کثیرؒ
ترجمہ: مولانا عبدالرشید

پیمبرانِ خدا کی حیات ہائے مبارکہ کا روشن تذکرہ

”سب غایتوں کی غایتِ اولیٰ تم ہی تو ہو“

اللہ کریم نے اپنے بندوں کو راہ ہدایت دکھانے اور اپنی توحید کا اقرار کروانے کیلئے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر مبعوث فرمائے۔ ان نفوسِ قدسیہ نے انسانوں تک اللہ کی وحدانیت کا پیغام پہنچایا اور ان راہوں کو منور کیا جن پر چل کر انسان اپنے مقصدِ حیات کی منزل یعنی اپنے مالک و خالق حقیقی تک پہنچ جاتا ہے۔ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہونے والا سفر امام الانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰﷺ کی ذات بابرکات پر تمام ہو جاتا ہے۔ آپؐ سے قبل جتنے بھی پیغمبر اس کرہ ارض پر تشریف لائے ان سب کی نبوت اور شریعت ایک خاص مقام اور وقت تک محدود تھی لیکن آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کریم نے اپنا آخری نبی اور رسولؐ بنا کر آپ کی نبوت و شریعت کو تا قیامت آنے والے تمام انسانوں کیلئے سرچشمہ ہدایت و رحمت مقرر فرمایا۔ اب جس شخص کو بھی ہدایت کی روشنی میسر آئے گی وہ اقرار توحید الٰہی اور جناب محمدؐ کی نبوت پر ایمان لانے پر ہی میسر آئے گی۔ کسی مسلمان کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے ان کامل و مطہر پیغمبرانؑ کی بعثت کی گواہی نہیں دیتا۔ ان انفاسِ قدسیہ علیہ السلام کی حیات ہائے مبارکہ کے چند روشن و معطر باب قارئین فیملی میگزین کے ذوق مطالعہ کی نذر کیے جا رہے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا داؤدؑ پر قرآت آسان کر دی گئی تھی۔ وہ اپنے جانور پر زین رکھنے کا حکم دیتے تو زین کے جانے سے پہلے کتاب کی قرآت مکمل کر لیتے اور وہ اپنے ہاتھوں کی کمائی سے کھاتے تھے۔

اور یہ روایت حافظ ابن عساکرؒ نے اپنی تاریخ میں داؤد علیہ السلام کے حالات کے ضمن میں مسنداً بیان کی ہے روایت مذکورہ میں قرآن سے مراد قرآت و تلاوت ہے (اور ترجمہ بھی یہی کیا گیا ہے) ایک محفوظ روایت میں ہے کہ آپ بادشاہ تھے لوگ آپ کی پیروی کرتے تھے اور حکم بجالاتے تھے۔ آپ جانوروں پر زین کے جانے تک تھوڑے وقت میں زبور کی تلاوت مکمل کر لیتے حالانکہ آپ غور و خوض بھی کرتے اور ترنم سے پڑھنے سے خوش الحانی کے ساتھ ساتھ خشوع و خضوع اور عاجزی اور سوز بھی محسوس ہوتا۔

زبور ایک مشہور کتاب ہے ہم تفسیر میں مسند احمد کی روایت میں ذکر کر چکے ہیں کہ زبور ماہ رمضان میں نازل ہوئی اس میں وعظ و نصیحت اور حکمت و دانائی کی باتیں ہیں جو اس کو پڑھنے والوں کے ہاں معروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اس کی بادشاہت مضبوط کی اور اسے حکمت اور فیصلہ کن بات کا سلیقہ عطا فرمایا یعنی ہم نے اسے عظیم بادشاہت اور نافذ ہونے والا حکم دیا۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ دو آدمی ایک گائے کے متعلق داؤد علیہ السلام سے فیصلہ کرانے آئے ان میں سے ایک کا دعویٰ تھا کہ گائے میری ہے دوسرے نے مجھ سے چھین لی ہے مدعی علیہ نے اس بات کا انکار کیا تو داؤد علیہ السلام نے رات تک ان کا فیصلہ مؤخر کر دیا جو رات ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ مدعی کو قتل کر دو۔ جب صبح ہوئی تو داؤد علیہ السلام نے مدعی کو کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے کہ میں تجھے قتل کر دوں تو اب میں نے لازماً ہر حال میں تجھے قتل کرنا ہے اب تو اپنے دعویٰ کے متعلق اصل صورتحال سے آگاہ کر اس نے کہا کہ اے اللہ کے نبی اللہ کی قسم میں اپنے دعوے میں سچا ہوں لیکن میں اس سے پہلے اس شخص کے باپ کو قتل کر چکا ہوں اس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے کہنے پر اس کو قتل کر دیا گیا اس سے حضرت داؤد علیہ السلام کی عظمت بنی اسرائیل کے دلوں میں بہت زیادہ ہو گئی اور وہ آپؑ سے نہایت ملنساری عاجزی و انکساری کا معاملہ کرنے لگے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کی بادشاہی کو مضبوط کیا۔ کا یہی مطلب ہے۔

آیت میں حکمت سے مراد نبوت ہے۔

فصل الخطاب سے مراد کیا ہے؟

حضرت شریح شعبی قتادہ عبدالرحمٰن سلمی رحمہم اللہ اجمعین کے نزدیک اس سے مراد گواہ اور قسمیں ہیں اور اس سے مراد وہ یہ لیتے ہیں کہ دلیل مدعی کے ذمہ ہے اور قسم انکار کرنے والے پر ہو گی۔

مجاہد اور سدی رحمہما اللہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد درست رائے اور فہم و فراست ہے ابن جریر نے بھی یہی مطلب لیا ہے یہ بات حضرت ابوموسیٰؓ سے منقول مفہوم کے مخالف نہیں ہے کہ اس سے مراد ”امابعد“ کہنا ہے۔

حضرت وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل میں برائیاں اور جھوٹی قسمیں عام ہو گئیں تو داؤد علیہ السلام کو فیصلہ کرنے کے لئے ایک زنجیر سونے کی دی گئی جو آسمان سے بیت المقدس کی چٹان تک لمبی کی گئی تھی جب دو آدمی کسی معاملہ میں جھگڑا کرتے تو جو سچا ہوتا وہ اس زنجیر کو پکڑ لیتا اور جو آدمی جھوٹا ہوتا وہ اس کو نہ پکڑ سکتا۔ ان کا معاملہ اسی طرح چلتا رہا حتیٰ کہ یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک آدمی نے دوسرے کے پاس ایک قیمتی موتی امانت رکھا تو اس نے اسکے مطالبہ کے وقت اس سے انکار کر دیا اور موتی ایک لکڑی کے اندر کسی طرح چھپا دیا پھر جب وہ دونوں زنجیر کو پکڑنے کے لئے زنجیر کے پاس آئے تو مدعی نے زنجیر کو پکڑ لیا۔ دوسرے کو کہا گیا کہ تم بھی پکڑو۔ تو اس نے موتی والی لکڑی مدعی کو پکڑا دی اور کہا کہ اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے موتی اس کے سپرد کر دیا ہے پھر اس نے وہ زنجیر پکڑی تو وہ اس کے ہاتھ آ گئی اس سے بنی اسرائیل کا معاملہ بہت پیچیدہ ہو گیا پھر جلد ہی وہ زنجیر اٹھالی گئی اور کئی مفسرین نے اس مفہوم کی روایت ذکر کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

(ترجمہ) (ص 21 تا 25) ”اور کیا تجھے جھگڑا کرنے والوں کی خبر بھی آئی ہے جب وہ دیوار پھاند کر عبادت خانے میں داخل ہوئے جس وقت وہ داؤد علیہ السلام کے پاس آئے تو وہ ان سے گھبرا گئے انہوں نے کہا کہ خوف نہ کیجئے ہم دونوں کا ایک مقدمہ ہے کہ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے تو آپ ہم میں انصاف کا فیصلہ کر دیجئے اور بے انصافی نہ کیجئے گا اور ہم کو سیدھا راستہ دکھا دیجئے (کیفیت یہ ہے کہ) یہ میرا بھائی ہے اس کے ہاں ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک ہی دنبی ہے یہ کہتا ہے کہ یہ بھی میرے حوالے کر دے اور گفتگو میں مجھ پر زبردستی کرتا ہے۔ اور اکثر شریک ایک دوسرے پر زیادتی ہی کرتے ہیں ہاں جو ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں اور داؤد علیہ السلام نے خیال کیا کہ (اس واقعے میں) ہم نے ان کو آزمایا ہے تو انہوں نے اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کی اور جھک کر گر پڑے اور (خدا کی طرف) رجوع کیا تو ہم نے ان کو بخش دیا اور بیشک ان کے لئے ہمارے ہاں قرب اور عمدہ مقام ہے۔“

اس مقام پر بہت سے متقدمین اور متاخرین مفسرین نے بہت سے واقعات اور قصے بیان کئے ہیں وہ اکثر اسرائیلیات سے ہیں اور ان میں سے کچھ تو یقینی طور پر جھوٹے ہیں اور ہم ان کو جان بوجھ کر ترک کر رہے ہیں اور اپنی کتاب میں اس کو بیان نہیں کیا اور قرآن مجید کے بیان پر اکتفاء کیا ہے اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھے رستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

سورۃ ص کے سجدے میں اختلاف ہے:

کیا یہ پختہ سجدوں میں سے ہے یا یہ کہ یہ سجدہ شکر ہے اس بارے میں دو قول ہیں مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے سورہ ص کے سجدے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ کیا آپ قرآن نہیں پڑھتے ”اور اس ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے داؤد اور سلیمان علیہما السلام ہیں“ اور اس سے کچھ آگے چل کر ارشاد باری ہے: ”ان کو اللہ نے ہدایت دی ہے پس آپ ان کی ہدایت کی پیروی کریں داؤد علیہ السلام ان انبیاء میں سے ہیں جن کی اقتداء کا حکم اللہ نے تمہارے نبی کو دیا ہے داؤد علیہ السلام نے اس مقام پر سجدہ کیا ہے اور آپ کے نبیؐ نے بھی سجدہ کیا ہے۔ (بخاری شریف)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ سورۃ ص کا سجدہ لازمی سجدوں میں سے نہیں ہے جب کہ میں نے رسول اللہؐ کو اس سورت میں سجدہ کرتے دیکھا ہے۔

یہ حدیث امام بخاری نے اور ابوداؤد و ترمذی و نسائی نے ایوبؓ سے بیان کی ہے ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے امام نسائی نے حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ نبیؐ نے اس سورۃ میں سجدہ کیا اور فرمایا کہ داؤد علیہ السلام نے توبہ کے لئے سجدہ کیا ہے۔ اور ہم شکر کے طور پر سجدہ کرتے ہیں۔ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

حضرت ابوسعیدؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے منبر پر سورۃ ص پڑھی جب سجدے کی آیت پر پہنچے تو آپؐ منبر سے نیچے اتر آئے اور سجدہ کیا اور آپؐ کے ساتھ لوگوں نے بھی سجدہ کیا۔ پھر ایک دن آپؐ نے یہ سورت پڑھی جب آپ سجدہ کی آیت تک پہنچے تو سب لوگ سجدہ کرنے کے لئے تیار ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ سجدہ تو نبی داؤد علیہ السلام کی توبہ ہے لیکن تم سجدہ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ پھر آپؐ نیچے اترے اور سجدہ کیا۔ یہ روایت سند صحیح کی طرز پر ہے اور امام ابوداؤد اس حدیث کے ساتھ متفرد ہیں۔

حضرت ابوسعید خدریؓ نے خواب میں دیکھا کہ وہ سورۃ ص لکھ رہے ہیں جب وہ سجدہ کی آیت کی جگہ پر پہنچے تو دوات قلم اور پاس موجود ہر چیز نے سجدہ کیا میں نے یہ خواب نبی کریمؐ سے بیان کیا تو اس کے بعد آپؐ ہمیشہ سجدہ کرتے رہے۔ حضرت امام احمدؒ اس حدیث کے ساتھ متفرد ہیں۔

امام ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے اپنی سندوں کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی نبی کریمؐ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ گویا میں ایک درخت کے نیچے نماز پڑھ رہا ہوں جب میں نے سجدہ والی سورت پڑھی تو میرے ساتھ درخت نے بھی سجدہ کیا اور میں نے درخت کو سجدہ میں کہتے ہوئے یہ الفاظ سنے۔ (ترجمہ): ”اے اللہ اس سجدے کے بدلے میں مجھے اجر و ثواب دے اور اسے اپنے پاس ذخیرہ بنا اور اس کے ساتھ مجھ سے بوجھ اتار دے اور اسے میری طرف سے قبول فرما جیسے کہ تو نے اپنے بندے داؤد سے قبول کیا۔“ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو دیکھا آپ کھڑے ہوئے اور سجدہ والا حصہ تلاوت کیا پھر آپؐ نے سجدہ کیا پھر آپ سجدے میں اس طرح پڑھ رہے تھے جیسے اس آدمی نے اس درخت کے متعلق بیان کیا تھا پھر امام ترمذیؒ فرماتے ہیں یہ روایت غریب ہے اور ہم اسے صرف اسی سند کے ساتھ جانتے ہیں بعض مفسرین نے بیان کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام چالیس دن سجدہ میں گرے رہے اور یہ مجاہد حسن اور دیگر اہل علم کی رائے ہے اس کے متعلق ایک مرفوع حدیث بھی مروی ہے لیکن وہ یزید الرقاشی کے واسطے سے ہے اور یہ راوی ضعیف اور متروک ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کی تقصیر کو معاف کر دیا اور یقیناً اس کا ہمارے پاس قرب اور اچھا انجام ہے۔ زلفیٰ سے مراد قرب اور مرتبہ ہے جس کے ساتھ اللہ اپنے بندے کو اپنے قریب کرتا اور حظیرۃ القدس میں حضوری کا مقام عطا کرتا ہے جیسے کہ حدیث میں آیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا انصاف کرنے والے روشنی کے منبروں پر خدائے رحمٰن کی دائیں جانب ہوں گے اور اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ جو اپنے اہل خانہ کے فیصلوں میں انصاف کرتے ہیں اور جس کے وہ نگران ہیں اس میں انصاف کرتے ہیں۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ کو سب سے زیادہ محبوب اور مجلس کے لحاظ سے اس سے سب سے زیادہ قریب عدل کرنے والا امام و بادشاہ ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض اور سخت ترین عذاب کا مستحق ظلم کرنے والا بادشاہ ہے اس طرح یہ روایت امام ترمذیؒ نے فضیل بن مرزوق الاغر کے واسطہ سے بیان کی ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت مرفوع صرف اسی سند سے منقول ہے۔

حضرت مالک بن دینار اللہ تعالیٰ کے فرمان وان لہ عندنا لزلفیٰ وحسن مآب کے بارے میں فرمایا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام عرش کے پائے کے پاس کھڑے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ داؤد علیہ السلام سے فرمائیں گے آج اسی خوبصورت اور سریلی آواز کے ساتھ میری بزرگی بیان کر جس طرح تو دنیا میں میری بزرگی بیان کیا کرتا تھا۔ وہ کہیں گے کہ اے تو نے وہ آواز مجھ سے چھین لی ہے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے آج تجھے واپس دیتا ہوں پس داؤد علیہ السلام اسی آواز سے اللہ کی حمد بیان کریں گے تو اہل جنت کی نعمتیں اس کے مقابلے میں ہیچ معلوم ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (ترجمہ) ”اے داؤد ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے پس لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور خواہش کی پیروی نہ کرو یہ تجھے اللہ کے راستے سے بہکا دے گی اللہ کے راسے سے بھٹکنے والوں کے لئے سخت عذاب ہے کیونکہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے۔“

اللہ تعالیٰ یہ خطاب داؤد علیہ السلام سے فرما رہے ہیں اور اس سے مقصود حاکم اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے والے ہیں اللہ نے ان کو عدل و انصاف کرنے اور اللہ کی طرف سے نازل شدہ حق کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے نہ کہ لوگوں کے نظریات اور خواہشات کی پیروی کرنے کا۔ اور اس شخص کو ڈرایا ہے جو اس کے سوا اور راستہ اپنائے اور باطل اور ظلم کے ساتھ فیصلہ کرے۔ داؤد علیہ السلام یقیناً اس زمانے میں عدل و انصاف کرنے اور کثرت عبادت اور اللہ کے قریب کرنے والے کاموں کی انجام دہی میں لوگوں کے امام و مقتدیٰ تھے۔ حتیٰ کہ دن اور رات کے تمام اوقات میں آپؑ کے گھر والے عبادت میں مصروف رہتے تھے کوئی ایسا وقت نہ گزرتا تھا کہ آپؑ کے گھر کا کوئی فرد عبادت نہ کر رہا ہو جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آل داؤد شکر کے طور پر کام کرو اور میرے بندوں میں سے شکر گزار کم ہیں ابوبکر بن ابی الدنیا نے اپنی سندھ سے ابوالجلد سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے داؤد علیہ السلام کی دعا میں پڑھا کہ آپ نے فرمایا اے پروردگار میں آپ کا شکر کیسے بجالا سکتا ہوں جب کہ تیرے شکر کی ادائیگی بھی تیری نعمت اور احسان کے ساتھ ہی ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ اے داؤد کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ تیرے پاس میری جتنی بھی نعمتیں ہیں وہ سب میری ہی طرف سے ہیں۔ داؤد علیہ السلام نے عرض کی ہاں اے میرے پروردگار اللہ تعالیٰ نے تیری طرف سے اس کے ساتھ ہی راضی ہوں۔

ابن شہاب نے فرمایا کہ ”داؤد علیہ السلام نے اپنے رب کی تعریف فرماتے ہوئے فرمایا کہ: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جیسے کہ اس کے کریم چہرے اور اس کے جلال کی عظمت کے لائق ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ تو نے (ثواب لکھنے والے) فرشتوں کو تھکا دیا ابوبکر ابن ابی الدنیا نے بھی یہ بات علی بن جعد اور سفیان ثوری سے بھی نقل کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ وہب بن منبہ نے فرمایا کہ عقل مند آدمی پر حق ہے کہ وہ ان چار ساعتوں سے غافل نہ ہو۔

(1) اپنے سے راز و نیاز کی باتیں کرنے کے لئے۔
(2) اپنا محاسبہ کرنے کے لیے۔
(3) اور اس گھڑی سے جب اس کے دوست و احباب اس کے عیوب بیان کر رہے ہوں اور اس کی ذات کے متعلق سچی باتیں بیان کر رہے ہوں۔
(4) حلال اور اچھی چیزوں کے ساتھ اپنے آپ کو لذت اٹھانے کا موقع دے کیونکہ یہ آخری وقت پہلے اوقات کے لئے معاون اور تسکین دینے والا ہے۔

عقلمند آدمی پر حق بنتا ہے کہ وہ تین مقاصد کے سوا کسی کام کے لئے سفر نہ کرے۔

(1) آخرت کی تیاری کے لئے۔
(2) ذریعہ معاش کی فراہمی کے لئے۔
(3) حلال چیز کے ساتھ فائدہ اٹھانے کے لئے۔

مذکورہ روایت عبدالرزاق نے بھی بیان کی ہے اور ابوبکر ابن ابی الدین نے بھی اور ان کی روایت میں ابوالاغر راوی کی وضاحت بھی آ گئی ہے جس کا تذکرہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں مبہم تھا۔

حافظ ابن عساکر نے حضرت داؤد علیہ السلام کے حالات زندگی میں بہت عمدہ باتیں ذکر کی ہیں۔ ان میں سے یہ بھی ہے کہ یتیم کے مشفق باپ کی طرح بن جاؤ اور یہ بات بھی ذہن نشین کر لو کہ جو آج کاشت کرو گے کل کو وہی کاٹو گے۔

ایک اور غریب اور مرفوع روایت مروی ہے کہ داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ بے وقوف خطیب قوم کی مجلس میں ایسے ہی ہے جیسے کوئی گانا گانے والا میت کے پاس گانا گا رہا ہو۔

اور انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ مالداری کے بعد فقیر ہو جانا بہت برا ہے اور ہدایت کے بعد گمراہ ہو جانا اس سے کہیں زیادہ برا ہے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ اپنے متعلق جس چیز کا تذکرہ مجلس میں برا سمجھتے ہو اس سے خلوت میں بھی بچو وہ وعدہ بھی نہ کرو جو پورا نہ کر سکو اس سے عداوت پیدا ہوتی ہے۔

(جاری)

صدق، اخلاص، وفا جود وسخا میں لاریب

خلیفہ اوّل امیرالمؤمنین

سیّدنا صدیقِ اکبرؓ

عبدالملک مجاہد

ارشادِ نبویؐ ہے کہ اللہ اور مومن ابوبکر صدیقؓ کے علاوہ کسی اور کی امامت پر راضی نہیں ہیں

سیدنا ابوبکرؓ نے استفسار کیا: (ترجمہ) ''تو پھر شاید آپؐ قریش پر لشکر کشی کا ارادہ رکھتے ہیں؟''

نبی اکرمؐ نے فرمایا: ''ہاں!''

سیدنا ابوبکرؓ نے تعجب سے پوچھا: (ترجمہ) ''اے اللہ کے رسولؐ! کیا آپؐ کے اور ان کے مابین ابھی معاہدۂ صلح کی مدت باقی نہیں ہے؟''

نبی کریمؐ نے فرمایا: (ترجمہ) ''کیا تمہیں اس بدسلوکی کی خبر نہیں پہنچی جو انہوں نے ہمارے حلیف (بنوخزاعہ کے خاندان) بنوکعب کے ساتھ کی ہے؟''

اسی وقت سیدنا ابوبکرؓ نے نبی اکرمؐ کی بات پر سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے اس کٹھن مہم میں اپنے عظیم قائدؐ کے ساتھ شامل ہونے کی تیاری شروع کردی۔

(المغازي، للواقدي 796/2)

غزوہ حنین:

جب مکہ فتح ہوا تو ہمسایہ قبائل میں سے کسی میں سکت نہیں تھی کہ مسلمانوں کا مقابلہ کرسکیں اس لیے بعض اڑیل، طاقتور اور متکبر قبائل کو چھوڑ کر بقیہ سارے قبیلوں نے سرِ تسلیم خم کردیا۔ ان اڑیل قبیلوں میں ہوازن اور ثقیف سرِفہرست تھے۔ نبی کریمؐ ایسے شرپسند عناصر کی سرکوبی کے لیے مکہ سے روانہ ہوئے۔ بارہ ہزار کا لشکر آپؐ کے ہمرکاب تھا۔ دس ہزار وہ جو فتح مکہ کے لیے آپؐ کے ہمراہ تشریف لائے تھے۔ اور دو ہزار اہل مکہ سے، جن کی اکثریت نومسلموں کی تھی۔ ثقیف وہوازن وادیٔ حنین کے تنگ دروں میں گھات لگا کر بیٹھے تھے۔ مسلمان بے خبری کے عالم میں جارہے تھے، مکہ کے نو مسلم آگے آگے تھے۔ اچانک اسلامی لشکر پر تیروں کی بارش شروع ہوگئی۔ ان نومسلموں میں بھگدڑ مچ گئی۔ اس کا اثر پورے لشکر پر پڑا اور سارا لشکر تتر بتر ہوگیا۔ نبی کریمؐ اور چند صحابہؓ ثابت قدم رہے۔ ان میں سیدنا ابوبکر صدیقؓ بھی تھے۔ نبی کریمؐ لشکر کو دوبارہ منظم کرنے کے لیے فرمارہے تھے:

''میری طرف آؤ، میں اللہ کا رسولؐ ہوں، میں محمد بن عبداللہؐ ہوں......اے جماعتِ انصار! میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسولؐ ہوں۔''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا سیدنا عباسؓ کو بلایا، وہ بڑے بلند آہنگ آدمی تھے۔ آپؐ نے انہیں حکم دیا:

(ترجمہ) ''عباسؓ! اعلان کرو: اے انصار کی جماعت! اے اصحاب السمرۃ یعنی بیعت رضوان والو(کہاں ہو ہماری طرف آؤ!)''

غزوۂ حنین کے آغاز میں مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ نبی اکرمؐ کے ساتھ نہایت قلیل تعداد کے علاوہ کوئی ثابت قدم نہیں رہا۔ نبی اکرمؐ کی معیت میں صبر کے ساتھ پامردی سے کھڑا ہونے والا یہ چھوٹا سا گروہ انہی صحابۂ کرامؓ کا گروہ تھا جن میں سیدنا ابوبکرؓ پیش پیش تھے۔ اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عظیم الشان فتح سے ہمکنار فرمایا۔

(صحیح مسلم، حدیث 1775 مواقف الصدیق، الدکتور عاطف لماضة، ص:43)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودی میں صدیق اکبرؓ کا قول فیصل:

یہ سعادت صرف سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو حاصل تھی کہ آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودی میں بھی لوگوں سے خطاب کیا کرتے تھے اور مختلف مسائل پر اپنی رائے کا اظہار کرتے تھے۔ ایسا ہی ایک واقعہ غزوۂ حنین کے موقع پر بھی پیش آیا۔ سیدنا ابوقتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ حنین کے دن میں نے ایک مسلمان کو دیکھا جو ایک مشرک سے نبرد آزما تھا۔ مسلمان کے پیچھے سے ایک دوسرے مشرک نے آکر اُسے دھوکے سے قتل کرنا چاہا۔ یہ صورتحال دیکھ کر میں پیچھے سے آنے والے دھوکے باز مشرک کی طرف تیزی سے جھپٹا۔ اس نے مجھے مارنے کے لیے اپنا ہاتھ اٹھایا تو میں نے وار کرکے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ اس نے مجھے دبا کر اتنے زور سے بھینچا کہ مجھے اپنی موت کا خطرہ لاحق ہوگیا، پھر وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اس دوران اس کی گرفت ڈھیلی پڑی تو میں نے اسے پرے دھکیل کر قتل کردیا۔ اسی دوران مسلمان ہزیمت زدہ ہوکر بھاگ نکلے اور میں بھی ان کے ساتھ بھاگنے لگا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ سیدنا عمر بن خطابؓ اپنی جگہ ڈٹے ہوئے کھڑے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا: ''یہ مسلمانوں کو کیا ہوگیا ہے؟'' انہوں نے جواب دیا: ''اللہ کا فیصلہ ہے۔'' اس کے بعد لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پلٹ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(ترجمہ) ''جو شخص اس بات کا ثبوت فراہم کردے کہ فلاں کافر مقتول کو اس نے قتل کیا ہے تو مقتول کا ساز وسامان اسی کو ملے گا''

میں اپنے ہاتھوں قتل ہونے والے کافر پر کسی گواہ کو تلاش کرنے نکلا لیکن مجھے کوئی ایسا آدمی نہیں ملا جو میرے حق میں گواہی دے، چنانچہ میں تلاش بسیار کے بعد بیٹھ گیا۔ اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر تمام معاملہ گوش گزار تو کروں، چنانچہ میں نے اسی طرح کیا۔ میری گفتگو سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ''ابوقتادہؓ جس شخص کو قتل کرنے کی بات کررہے ہیں اس کا سامان اور اسلحہ میرے پاس ہے۔ آپ ابوقتادہؓ کو اپنی طرف سے کچھ دے کر میری طرف سے راضی کردیں اور سامان مجھے دلوادیں۔'' اس پر سیدنا ابوبکرؓ نے فرمایا:

(ترجمہ) ''ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اللہ کے رسولؐ قریش کے ایک بزدل کو تو سامان دلادیں اور اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کو محروم کردیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی حمایت اور تحفظ کی جنگ لڑتا ہے۔''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے اور مجھے وہ سامان دلوادیا۔ میں نے اس سامان کے عوض ایک باغ خریدا جو کہ میری پہلی جائیداد تھی جو میں نے دورِ اسلام میں حاصل کی۔

اس معاملے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودی کے باوجود سیدنا صدیق اکبرؓ کا فیصلہ کن لہجے میں گفتگو کرنا اور قسم اٹھانے میں سبقت کرنا اور پھر اس سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آپؓ کی گفتگو کی تصدیق کرتے ہوئے آپؓ کی کہی ہوئی بات کے مطابق فیصلہ صادر فرمانا درحقیقت وہ شرف و منزلت اور خصوصیت ہے جو صدیق اکبرؓ کے علاوہ کسی اور کو میسر نہیں آئی۔

(صحیح البخاري، حدیث 4322)

شہید بیٹے کے باپ:

طائف کے محاصرے میں بہت سے صحابۂ کرامؓ زخمی اور شہید ہوئے۔ جب اس محاصرے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاطر خواہ نتائج برآمد ہوتے نظر نہ آئے تو آپؐ نے اہل طائف سے محاصرہ اٹھالیا اور مدینہ منورہ کی طرف لوٹ گئے۔ اس غزوے میں مسلمانوں میں سے جو لوگ شہید ہوئے ان میں سیدنا عبداللہ بن ابوبکرؓ بھی شامل تھے۔ آپؓ کو اس غزوے میں تیر لگا تھا۔ اُسی کے زخم کی بنا پر آپؓ مدینہ منورہ میں نبی اکرمؐ کی وفات کے بعد شہید ہوئے۔ اس طرح سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو ایک شہید کا باپ ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہوگیا۔

(تاریخ الدعوۃ الإسلامیۃ للدکتور جمیل عبداللہ، ص: 151)

بنو ثقیف کا وفد:

رمضان المبارک 9 ہجری میں جب اللہ کے رسولؐ تبوک سے واپس تشریف لائے تو طائف سے بنوثقیف کا وفد اپنے اسلام کا اعلان کرنے کے لیے مدینہ منورہ آیا یہ نہایت خوشی کا موقع تھا کہ ایک اڑیل قوم کے سردار مطیع ہوکر مدینہ آئے ہیں۔ جیسے ہی یہ وفد مدینہ منورہ کے قریب نمایاں ہوا تو سیدنا ابوبکرؓ اور مغیرہ بن شعبہؓ میں سے ہر ایک نے دوسرے سے سبقت لے جاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وفد کی آمد کی خوش خبری سنانے کی کوشش کی۔ سیدنا ابوبکرؓ یہ خوش خبری سنانے میں سبقت لے گئے۔

(السیرۃ النبویۃ، لابن ھشام 193/4)

عثمان بن ابی العاصؓ کی سفارش:

جب اہل ثقیف نے اپنے اسلام کا اعلان کردیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے امان نامہ تحریر فرمادیا، پھر آپؐ نے ان پر کسی کو امیر مقرر کرنا چاہا تو سیدنا ابوبکرؓ نے مشورہ دیا کہ آپؐ عثمان بن ابی العاصؓ کو امیر مقرر فرمائیں، جبکہ وہ ان میں سب سے نوعمر تھے۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے اس موقع پر کہا:

(ترجمہ) ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے دیکھا ہے کہ یہ نوجوان اسلام کا گہرا فہم حاصل کرنے اور قرآن سیکھنے کا سب سے بڑھ کر خواہش مند ہے۔''

سیدنا عثمان بن ابی العاصؓ کا معمول تھا کہ جب ان کے وفد کے لوگ دوپہر کو سوجاتے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر دین کے متعلق سوالات کرتے اور قرآن کریم سیکھتے اور اس طرح انہوں نے دین کا تفقہ اور پختہ علم حاصل کرلیا۔ کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ اللہ کے رسول آرام فرمارہے ہیں تو سیدنا ابوبکرؓ کے پاس چلے جاتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی یہ بات بہت بھائی اور آپؐ نے ان کی اس خصلت کو پسند فرمایا۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی سفارش کو قبول فرمایا اور انہیں بنی ثقیف کا امیر بنادیا۔

(تاریخ الدعوۃ الإسلامیۃ، للدکتور جمیل عبداللہ المصري، ص:152. ¢ تاریخ الإسلام، للذھبي، ص: 670)

وسیع رحمت کی آغوش:

بنوثقیف طائف کے رہنے والے تھے یہ بڑے جنگجو اور بہادر لوگ تھے۔ 8 ہجری میں فتح مکہ ہوا۔ پھر غزوہ حنین کی فتح کے بعد آپؐ نے اپنے صحابہؓ کے ہمراہ طائف کا رخ کیا، اور اس کا محاصرہ کرلیا۔ اسلامی لشکر میں سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور ان کے صاحبزادے سیدنا عبداللہؓ بھی شامل تھے۔ دونوں طرف تیر چل رہے تھے۔ ان میں ایک تیر سیدنا عبداللہ بن ابی بکرؓ کو لگا جس سے وہ شدید زخمی ہوگئے۔ انہیں زخمی حالت میں ہی مدینہ لایا گیا۔ جہاں وہ اس زخم کے بگڑنے کی بنا پر اللہ کے رسولؐ کی وفات کے چالیس دن کے بعد خلعت شہادت سے سرفراز ہوگئے۔

اللہ کے رسولؐ سے غزوہ طائف کے موقع پر عرض کی گئی کہ آپؐ ثقیف پر بددعا کریں۔ آپؐ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھادیے اور عرض کیا:

''اے اللہ ثقیف کو ہدایت دے اور انہیں ہمارے پاس لے آ۔''

آپ کی دعا پوری ہوئی اور آپ کی حیات مبارکہ میں ہی بنوثقیف کے سرکش لوگ مطیع ہوکر اسلام کی دولت سے مالا مال ہوگئے۔

ایک دن ایسا ہوا کہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں بنوثقیف کا وفد مدینہ آیا۔ جوان بیٹا عبداللہؓ شہید ہوچکا تھا۔ طائف میں لگنے والا تیر ان کے پاس محفوظ تھا۔ جوان بیٹے کی وفات کا صدمہ کوئی معمولی نہیں ہوتا۔ وفد کے ارکان کو وہ تیر دکھایا اور پوچھا:

(ترجمہ) ''تم میں سے کوئی آدمی اس تیر کو پہچانتا ہے؟'' بنوعجلان کے فرد سعید بن عبید نے جواب دیا: ''میں نے ہی اس تیر کو تراشا، اس کے پر تیار کیے اور میں نے ہی یہ تیر چلایا تھا۔''

سیدنا ابوبکرؓ نے فرمایا:

(ترجمہ) ''بلاشبہ یہی وہ تیر ہے جس کی وجہ سے عبداللہ بن ابوبکرؓ شہید ہوئے۔ سب تعریف اسی اللہ کے لیے ہے جس نے تیرے ہاتھوں عبداللہؓ کو شہادت جیسی عزت بخشی اور تجھے بھی عبداللہؓ کے ہاتھوں (قتل کراکے) رسوا نہیں کیا۔ اس نے تم دونوں کو اپنی وسیع رحمت کی آغوش میں چھپالیا۔''

(خطب أبي بکر الصدیق، لمحمد أحمد عاشور، ص118)

غزوہ تبوک میں سیدنا ابوبکرؓ کا اعزاز:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیس ہزار مجاہدین پر مشتمل ایک بڑے لشکر کو ہمراہ لے کر غزوۂ تبوک کے لیے نکلے۔ اس مرتبہ آپؐ شام میں رومیوں سے برسرپیکار ہونے کا ارادہ رکھتے تھے۔ جب لشکر اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں ثنیۃ الوداع نامی مقام پر جمع ہوا تو آپؐ نے قائدین، جرنیلوں اور کمانڈروں کو منتخب فرمایا اور انہیں علم اور جھنڈے عطا کیے۔ اس موقع پر آپؐ نے سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو لشکر اسلام کا سب سے بڑا علم عطا فرمایا۔

(صفۃ الصفوۃ لابن الجوزي 243/1)

عبداللہ ذوالبجادینؓ کی وفات پر ابوبکرؓ کا ایمان افروز تبصرہ:

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھا۔ ایک دفعہ میں آدھی رات کے وقت اٹھا تو میں نے لشکر کی ایک جانب کچھ روشنی دیکھی۔ میں صورت حال معلوم کرنے کے لیے اس طرف گیا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکرؓ و عمرؓ موجود ہیں اور سیدنا عبداللہ ذوالبجادین مزنیؓ وفات پا چکے ہیں۔ انہیں دفن کرنے کے لیے صحابۂ کرامؓ قبر کھود چکے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر میں اترے ہوئے ہیں اور سیدنا ابوبکرؓ و عمرؓ ان کی میت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب قبر میں اتار رہے ہیں، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں:

(ترجمہ) ''اسے اپنے بھائی کے قریب کرو۔''

چنانچہ انہوں نے ان کی میت کو آپ کی طرف بڑھا کر نیچے اتار دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی میت کو پہلو کے بل کیا تو فرمایا:

(ترجمہ) ''اے اللہ! میں اس آخری شام تک اس سے راضی تھا، لہٰذا تو بھی اس سے راضی ہوجا۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ اس موقع پر سیدنا ابوبکرؓ نے فرمایا:

(ترجمہ) ''کاش! اس قبر میں عبداللہ ذوالبجادینؓ کی جگہ میں ہوتا۔''

سیدنا صدیق اکبرؓ جب کسی میت کو لحد میں اتارتے تو کہتے:

(ترجمہ) ''میں تجھے اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر دفن کرتا ہوں اور میں ایمان ویقین کی حالت میں اور موت پر اور موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے پر ایمان رکھتے ہوئے میت کو لحد میں اتارتا ہوں۔''

(صحیح السیرۃ النبویۃ لإبراھیم العلي، ص: 598۔ موسوعۃ فقہ الصدیق، للدکتور قلعجي، ص222)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کے لیے دعا کی درخواست:

سیدنا عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں: ''ہم شدید گرمی کے موسم میں تبوک کے لیے نکلے۔ دورانِ سفر ہم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ وہاں ہمیں اس قدر شدت کی پیاس لگی کہ ہمیں یہ گمان ہونے لگا کہ ہمارا وقت اجل قریب آپہنچا ہے۔ پیاس کی شدت سے ہم اس حد تک مجبور ہوگئے کہ ہم میں سے کوئی آدمی پیاس بجھانے کے لیے اپنا اونٹ ذبح کرتا اور اس کی اوجھری کو نچوڑ کر اسے نوش کرلیتا اور باقی ماندہ پانی کو اپنے پہلو پر باندھ لیتا۔ سیدنا ابوبکرؓ نے آپؐ سے درخواست کی:

(ترجمہ) ''اے اللہ کے رسولؐ! یقیناً اللہ تعالیٰ آپ کی دعا قبول فرماتا ہے اور آپؐ کو خیروبرکت سے نوازتا ہے، لہٰذا آپؐ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ترجمہ) ''کیا آپؓ یہ بات پسند کرتے ہیں؟''

سیدنا ابوبکرؓ نے جواب دیا: ''جی ہاں!''

چنانچہ آپؐ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور ابھی نیچے نہ کیے تھے کہ آسمان پر ابرِ رحمت گرجنے لگا۔ پہلے ہلکی ہلکی بارش ہوئی، پھر موسلا دھار بارش برسنے لگی۔ صحابۂ کرامؓ نے اپنے برتنوں کو پانی سے بھرلیا، پھر ہم اردگرد بارش کے آثار دیکھنے لگے تو ہمیں لشکر کی حدود سے آگے کہیں بارش برستی نظر نہیں آئی۔

(صحیح ابن حبان، حدیث 1707)

غزوہ تبوک میں سیدنا ابوبکرؓ کی مالی قربانی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے موقع پر طویل اور کٹھن سفر اور مدمقابل مشرکین کی کثرت کے پیش نظر صحابۂ کرامؓ کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی خوب ترغیب دلائی اور انفاق فی سبیل اللہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجرِ عظیم کی بشارت سنائی، چنانچہ ہر صحابیؓ نے اپنی وسعت واستطاعت کے مطابق اس کارِ خیر میں حصہ لیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کیا۔ اس غزوے میں سیدنا عثمانؓ نے سب سے زیادہ مال خرچ کیا۔

سیدنا عمر بن خطابؓ نے اپنا آدھا مال اللہ کے راستے میں صدقہ کیا اور یہ گمان کیا کہ یقیناً وہ اس کارِ خیر میں سیدنا ابوبکرؓ سے سبقت لے جائیں گے۔

یہ واقعہ ہم خود سیدنا عمرؓ کی زبانی بیان کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ اس موقع پر میرے پاس خوب مال موجود تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا: ''اگر میں کسی دن کسی کارِ خیر میں سیدنا ابوبکرؓ سے سبقت لے سکتا ہوں تو وہ آج کا دن ہے۔'' چنانچہ میں اپنا نصف مال لے کر حاضرِ خدمت ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا:

(ترجمہ) ''آپ نے اپنے اہل وعیال کے لیے کیا چھوڑا ہے؟''

میں نے عرض کیا: ''اس مال کے برابر چھوڑ آیا ہوں۔''

سیدنا ابوبکرؓ کے پاس جو کچھ موجود تھا وہ سارے کا سارا لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: (ترجمہ) ''آپ اپنے اہل وعیال کے لیے کیا چھوڑ آئے ہیں؟''

سیدنا ابوبکرؓ نے عرض کیا: (ترجمہ) ''میں ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں۔''

تب میں نے کہا: ''میں کسی کارِ خیر میں ابوبکرؓ سے کبھی سبقت نہیں لے سکتا۔''

سیدنا عمرؓ کا یہ فعل کارِ خیر میں مسابقت اور سیدنا ابوبکرؓ سے جائز رشک پر مبنی تھا لیکن سیدنا ابوبکرؓ ان سے افضل اور بہتر حالت میں تھے کیونکہ ان کی یہ نیکی مقابلہ بازی سے کلی طور پر خالی تھی اور اس سلسلے میں آپؓ کی نظر کسی اور کی نیکی پر نہیں تھی۔

(السیرۃ النبویۃ للصلابي، ص: 615. سنن أبي داود: 1678۔ مجموع الفتاوی لابن تیمیہ 72/10، 73)

(جاری)

3 رمضان المبارک یومِ وفات

جگر گوشۂ رسولؐ

خاتونِ جنت سیدہ حضرت فاطمہ زہراؓ

نبی کریمؐ نے فرمایا جس نے فاطمہؓ کو تنگ کیا اس نے اللہ کو تنگ کیا

■ مولانا مجیب الرحمٰن انقلابی
hmujeeb786@hotmail.com

☆.....ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے طور وطریق کی خوبی، اخلاق و کردار کی پاکیزگی، نشست و برخاست، طرز گفتگو اور لب ولہجہ میں حضورؐ کے مشابہہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا

☆.....سیدہ فاطمۃ الزہراؓ حضور نبی کریمؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتیں تو آپؐ ازراہ محبت کھڑے ہو جاتے اور شفقت سے ان کی پیشانی کا بوسہ لیتے اور اپنی نشست سے ہٹ کر اپنی جگہ پر بٹھاتے

☆☆☆

خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کے بارے میں حضور نبی کریمؐ نے فرمایا کہ فاطمہؓ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں.....ایک اور موقعہ پر حضور پُرنورؐ نے ارشاد فرمایا کہ فاطمہؓ (عورتوں میں سے) سب سے پہلے جنت میں داخل ہونگی۔

احادیث مبارکہ میں حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کے بہت زیادہ فضائل و مناقب آئے ہیں۔ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ حضورؐ کی سب سے چھوٹی اور لاڈلی بیٹی ہیں، آپؓ جنتی نوجوانوں کے سردار سیدنا حضرت حسنؓ اور سیدنا حضرت حسینؓ کی والدہ اور امیر المومنین سیدنا حضرت علیؓ کی زوجہ محترمہ ہیں۔

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے طور وطریق کی خوبی، اخلاق وکردار کی پاکیزگی، نشست وبرخاست، طرز گفتگو اور لب ولہجہ میں حضور اکرمؐ کے مشابہہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا..... ایک اور موقعہ پر حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اللہ کے نبیؐ کے سوا سیدہ فاطمۃ الزہراؓ سے سچا اور انصاف گو کسی کو نہیں دیکھا (الاستعاب) ام المومنین حضرت سیدہ ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ رفتار و گفتار میں حضور اکرمؐ کی بہترین نمونہ تھیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ فاطمہؓ خواتین امت کی سردار ہیں۔

ایک موقعہ پر پیارے آقاؐ نے فرمایا کہ فاطمہؓ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو تنگ کیا اس نے اللہ کو تنگ کیا قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا مواخذہ کریں۔ مشہور روایت کے مطابق بعثت نبوت کے وقت جب حضور انورؐ کی عمر مبارک اکتالیس سال تھی تو حضرت سیدہ فاطمہؓ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں.......

حضرت فاطمہؓ کو زہراؓ کے بہن بھائیوں میں حضرت سیدہ زینبؓ، حضرت سیدہ رقیہؓ، حضرت سیدہ ام کلثومؓ، حضرت قاسمؓ، حضرت طاہر طیبؓ اور ابراہیمؓ شامل ہیں۔ مشہور روایت کے مطابق فاتح خیبر سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ نے سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ، سیدنا حضرت عمر فاروقؓ اور سعد ابن ابی وقاصؓ کی ترغیب اور مشورہ پر حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کے ساتھ نکاح کیلئے حضور اکرمؐ کو پیغام بھیجا..... حضور اقدسؐ نے اس کو فوراً قبول فرما لیا اور پھر حضور اکرمؐ نے حضرت سیدہ فاطمہؓ سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے بزبان خاموشی اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا۔ ایک اور روایت کے مطابق انصارؓ اور مہاجرینؓ کی ایک جماعت نے حضرت علی المرتضیٰؓ کو حضرت سیدہ فاطمہؓ کیلئے پیغام بھیجنے کی ترغیب دی۔

حضرت علیؓ، حضور نبی کریمؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور حرف مدعا زبان پر لائے، آنحضرتؐ نے فوراً ''اهلاً ومرحباً'' فرمایا......

کریم آقاؐ نے حضرت علی المرتضیٰؓ سے پوچھا کہ تمہارے پاس ''حق مہر'' ادا کرنے کیلئے بھی کچھ ہے؟ سیدنا حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ ایک زرہ اور ایک گھوڑے کے سوا کچھ نہیں ہے، حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ گھوڑا تو جہاد کیلئے ضروری ہے، زرہ کو فروخت کر کے اس کی قیمت لے آؤ۔ سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ نے یہ زرہ فروخت کرنے کیلئے صحابہ کرامؓ کے سامنے پیش کی.....خلیفہ سوم سیدنا حضرت عثمان غنیؓ نے یہ زرہ 480 درہم میں خرید لی اور پھر سیدنا حضرت عثمان غنیؓ نے یہ زرہ بھی حضرت علی المرتضیٰؓ کو ہدیۃً واپس کردی، حضرت علیؓ یہ رقم لیکر حضور اقدسؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کیا تو حضور پُرنورؐ نے سیدنا حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے حق میں دعائے خیر فرمائی......

حضور اکرمؐ نے حضرت علی المرتضیٰؓ سے فرمایا کہ اس رقم میں سے دو تہائی خوشبو وغیرہ پر صرف کر دو اور ایک تہائی سامان شادی اور دیگر اشیائے خانہ داری پر خرچ کرو۔ پھر حضور اکرمؐ نے حضرت انس بن مالکؓ کو حکم دیا کہ جاؤ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ اور دیگر مہاجرین وانصار کو مسجد نبویؐ میں بلا لاؤ.....خود حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ اس سے پہلے حضورؐ پر وحی آنے کی سی کیفیت طاری ہوئی وہ کیفیت ختم ہوئی تو آپؐ نے فرمایا کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا پیغام لائے ہیں کہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کا نکاح سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ سے کر دیا جائے۔

جب صحابہ کرامؓ مسجد نبویؐ میں جمع ہو گئے تو حضور ﷺ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا کہ ''اے گروہ مہاجرین وانصار مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ فاطمہ بنت محمدؐ کا نکاح علی بن ابی طالبؓ سے کر دوں، میں تمہارے سامنے اللہ کے اس حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔'' اس کے بعد حضورؐ نے خطبہ نکاح پڑھا اور دعائے خیر فرمائی۔ صحیح روایت کے مطابق یہ نکاح 3ھ میں ہوا اور فوری رخصتی عمل میں آئی (از کتاب سیرت فاطمۃ الزہراؓ، صفحہ نمبر 94)

دوسرے روز ''ولیمہ'' کیا گیا۔ دعوت ولیمہ میں دسترخوان پر کھجور، پنیر، زمان جو اور گوشت تھا، حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ یہ اس زمانہ کا بہترین ولیمہ تھا۔

حضور نبی کریمؐ نے اپنی لختِ جگر، سب سے چھوٹی لاڈلی بیٹی، خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کو جو جہیز دیا، مختلف روایتوں کے مطابق اس کی تفصیل یہ ہے:

(1) ایک بستر مصری کپڑے کا جس میں اون بھری ہوئی تھی (2) ایک نقشی تخت یا پلنگ (3) ایک چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی (4) ایک مشکیزہ، (5) دو مٹی کے برتن (یا گھڑے) پانی کیلئے (6) ایک چکی (ایک روایت کے مطابق دو چکیاں) (7) ایک پیالہ (8) دو چادریں (9) دو بازو بند نقرائی (10) ایک جائے نماز

شیخ عبد الحق محدث دہلوی ؒ''مدارج النبوۃ'' میں رقمطراز ہیں کہ حضور اکرمؐ نے حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کے درمیان گھریلو کاموں کی تقسیم فرمادی تھی، چنانچہ گھر کے اندر جتنے کام تھے مثلاً چکی پیسنا، جھاڑو دینا، کھانا پکانا وغیرہ وہ سب حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کے ذمہ تھے، اور باہر کے سب کام مثلاً بازار سے سودا سلف لانا، اونٹ کو پانی پلانا وغیرہ سیدنا حضرت علیؓ کے ذمہ تھے اس طرح ان کی ازدواجی زندگی میں نہایت خوشگوار توازن پیدا ہو گیا تھا۔

حضور اکرمؐ، حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کے ہر رنج و راحت میں شریک ہوتے، تقریباً ہر روز ان کے گھر تشریف لے جاتے، ان کی خبر گیری کرتے، کوئی تکلیف ہوتی تو اسے دور کرنے کی کوشش فرماتے، اگر حضور اکرمؐ کے گھر میں کوئی چیز پکتی تو آپؐ اس میں سے کچھ نہ کچھ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کو بھی بھجواتے تھے۔

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ حضور نبی کریمؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتیں تو آپؐ ازراہ محبت کھڑے ہو جاتے اور شفقت سے ان کی پیشانی کا بوسہ لیتے اور اپنی نشست سے ہٹ کر اپنی جگہ پر بٹھاتے اور جب آپؐ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ بھی کھڑی ہو جاتیں، محبت سے آپؐ کے سر مبارک کو چومتیں اور اپنی جگہ بٹھاتیں (ابوداؤد) حضورؐ کے غلام حضرت ثوبانؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرمؐ جب کسی سفر پر تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ سے رخصت ہوتے اور سفر سے واپسی پر خاندان بھر میں سب سے پہلے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ ہی سے ملاقات کرتے پھر اپنے گھر تشریف لے جاتے۔ (مدارج النبوۃ)

ایک بار حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کو بخار آ گیا، رات انھوں نے سخت بے چینی میں کاٹی، سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ کا بیان ہے کہ میں بھی ان کے ساتھ جاگتا رہا پچھلے پہر ہم دونوں کی آنکھ لگ گئی، فجر کی اذان سن کر بیدار ہوا تو دیکھا کہ سیدہ فاطمہؓ معمول کے مطابق چکی پیس رہی ہیں، میں نے کہا کہ فاطمہؓ تمہیں اپنے حال پر رحم نہیں آتا، رات بھر تمہیں بخار رہا، صبح اٹھ کر ٹھنڈے پانی سے وضو کر لیا اب چکی پیس رہی ہو، خدا نہ کرے زیادہ بیمار ہو جاؤ، حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ نے سر جھکا کر جواب دیا کہ اگر میں اپنے فرائض ادا کرتے ہوئے مر بھی جاؤں تو کچھ پروا نہیں ہے، میں نے وضو کیا نماز پڑھی اللہ کی اطاعت کیلئے اور چکی پیسی تمہاری اطاعت و فرمانبرداری اور بچوں کی خدمت کیلئے...... حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ خانہ داری کے کاموں کی انجام دہی کیلئے کبھی اپنی کسی رشتہ دار یا ہمسایہ کو اپنی مدد کیلئے نہیں بلاتی تھیں...... کام کی کثرت اور نہ ہی کسی قسم کی محنت و مشقت سے گھبراتی تھیں...... ساری عمر شوہر کے سامنے حرف شکایت زبان پر نہ لائیں اور نہ ان سے کسی چیز کی فرمائش کی، حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کو عبادت الٰہی سے بے انتہا شغف تھا...... خوف الٰہی سے ہر وقت لرزاں اور ترساں رہتی تھیں...... مسجد نبویؐ کے پہلو میں گھر تھا، سرور عالمؐ کے ارشادات ومواعظ گھر بیٹھے سنا کرتی تھیں...... ان میں عقوبت اور محاسبہ آخرت کا ذکر آتا تو ان پر ایسی رقت طاری ہوتی کہ روتے روتے غش آ جاتا تھا...... تلاوت قرآن کرتے وقت عقوبت وعذاب کی آیات آ جاتیں تو جسم اطہر پر کپکپی طاری ہو جاتی تھیں...... عبادت کرتے وقت سیدہ فاطمہؓ کا نورانی چہرہ زعفرانی ہو جاتا تھا، جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا...... اللہ تعالیٰ کی عبادت، اس کے احکامات کی تعمیل، اس کی رضا جوئی اور سنت نبویؐ کی پیروی ان کے رگ و ریشے میں سما گئی تھی...... وہ دنیا میں رہتے ہوئے اور گھر کے کام کاج کرتے ہوئے بھی ایک اللہ کی ہو کر رہ گئی تھیں اسی لیے حضرت فاطمہؓ کا لقب ''بتول'' پڑ گیا تھا......

حضور انورؐ جہاں خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ سے محبت وشفقت کا معاملہ فرماتے وہاں آپؐ جگر گوشہ بتولؓ سیدنا حضرت حسنؓ اور سیدنا حسینؓ سے بھی بے پناہ شفقت ومحبت کا اظہار فرماتے حضورؐ حسنین کریمینؓ کو گود میں اٹھاتے، سینہ مبارک پر کھلاتے، کاندھے پر بٹھاتے اور کبھی ہونٹوں پر بوسہ دیتے اور رخسار چومتے...... سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ سیدنا حضرت حسنؓ سینہ سے لے کر سر مبارک تک حضورؐ کے مشابہہ تھے اور سیدنا حضرت حسینؓ قدموں سے لے کر سینہ تک حضور اکرمؐ کے مشابہہ تھے اور آپؐ کے حسن و جمال کی عکاسی کرتے تھے......

حضرت ابو ایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں حضور اقدسؐ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حسنین کریمینؓ حضور اقدسؐ کے سینہ مبارک پر چڑھے کھیل رہے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا آپؐ ان دونوں سے اس درجہ محبت فرماتے ہیں؟ آپؐ نے جواب میں فرمایا کیوں نہیں یہ دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں......

ایک موقعہ پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ان دونوں کو محبوب رکھا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا (ابن ماجہ) ایک مرتبہ حضور اکرمؐ نے سیدنا حضرت حسینؓ کے رونے کی آواز سنی تو آپؐ نے خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ سے فرمایا کہ تم کو معلوم نہیں کہ ان کا رونا مجھے غمگین کر دیتا ہے......

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کے یہی اوصاف حمیدہ تھے کہ ان کی وفات کے بعد جب کسی نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپؓ کے ساتھ حضرت سیدہ فاطمہؓ کا حسنِ معاشرت کیسا تھا تو حضرت علیؓ نے آبدیدہ ہو کر جواب میں فرمایا: ''فاطمہؓ جنت کا ایک ایسا خوشبودار پھول تھا کہ جس کے مرجھانے کے باوجود اس کی خوشبو سے اب تک میرا دماغ معطر ہے اس نے اپنی زندگی میں مجھے کبھی کسی شکایت کا موقعہ نہیں دیا۔''

منقبت
سیدہ فاطمۃ الزہراؓ

لختِ جگر سرورِ دیں سیدۂ پاکؓ
شہ بانوئے فردوسِ بریں سیدۂ پاکؓ
وہ جس کی حیا روشنی خانۂ حیدرؓ
وہ شمع حرم، پردہ نشیں سیدۂ پاکؓ
عفت کا نشانِ ازلی حضرت زہراؓ
ایثار کا معیار حسین سیدۂ پاکؓ
وہ جس کے جگر بند بنے دیں کے محافظ
وہ آبروئے دینِ متین سیدۂ پاکؓ
وہ جس کی ردا غیرت نسواں کی علامت
ناموس رسالت کی امیں سیدۂ پاکؓ

حفیظ تائب

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ پردہ کی نہایت ہی پابند اور حد درجہ حیادار تھیں...... ایک مرتبہ سیدہ فاطمۃ الزہراؓ، حضورؐ کی خدمت اقدس میں اس غرض سے حاضر ہوئیں کہ آپؐ سے کوئی لونڈی طلب کریں لیکن فرط حیا سے دل کی بات زبان پر نہ لا سکیں اور بغیر کچھ کہے واپس آ گئیں...... شرم وحیا کی انتہاء یہ تھی کہ عورتوں کا جنازہ بغیر پردہ کے نکلنا پسند نہ تھا...... اسی بنا پر اپنی وفات سے پہلے وصیت کی کہ میرے جنازہ پر کھجور کی شاخوں کے ذریعہ پردہ ڈال دیا جائے اور جنازہ رات کے وقت اٹھایا جائے تاکہ اس پر غیر مردوں کی نظر نہ پڑے......

مشہور روایت کے مطابق حضورؐ کے وصال کے چھ ماہ بعد خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ بیمار ہوئیں اور چند روز بیمار رہنے کے بعد 3 تین رمضان المبارک 11 کو منگل کی شب آپؓ کا انتقال ہوا اس وقت ان کی عمر مبارک علماء نے 28، یا 29 سال ذکر کی ہے۔

☆☆☆

مولانا مجیب الرحمٰن انقلابی

رمضان المبارک
رحمت، بخشش اور مغفرت کا مہینہ

اس ماہِ مقدس میں اللہ کو یاد کرنے والا شخص نامراد نہیں ہے

رمضان المبارک اللہ تعالیٰ کی رحمت و بخشش اور مغفرت کا مہینہ ہے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو اس مبارک و مقدس مہینہ میں روزہ و عبادت کے ذریعہ خدا کو راضی کرنے کی توفیق ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے سابقہ امتوں کی طرح امت محمدیہؐ پر بھی روزے فرض کیے تاکہ یہ اس کے ذریعہ تقویٰ و پرہیز گاری حاصل کرے۔ یہ وہ مبارک مہینہ ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب کم از کم ستر گنا بڑھا دیتے ہیں۔ اس مہینہ میں امت محمدیہ کیلئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں سرکش شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے اور روزہ وہ مبارک عمل ہے کہ جس کے بارے میں خدا تعالیٰ فرماتے ہیں کہ روزہ خالص میرے لیے ہے اور میں ہی اپنے بندہ کو اس کا اجر دوں گا، روزہ ہی وہ مبارک عمل ہے کہ جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی خوشنودی حاصل کی جاتی ہے اور اس کی وجہ سے ذہنی و قلبی اطمینان نصیب ہوتا ہے، خواہشات نفس دب جاتی ہیں، دل کا زنگ دور ہو جاتا ہے، انسان گناہوں، فواحشات اور بے ہودہ باتوں سے بچ جاتا ہے اور روزہ کے ذریعہ مساکین و غرباء سے ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔

رمضان المبارک ہی وہ مقدس مہینہ ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید کی صورت میں نازل فرمائی جو قیامت تک آنے والے لوگوں کیلئے رشد و ہدایت کا ذریعہ ہے۔ قرآن مجید اور احادیث نبویؐ میں رمضان المبارک کی بہت زیادہ فضیلت و عظمت وارد ہے تاکہ مسلمان اس کے ثمرات و برکات سے محروم نہ رہ جائیں۔ حضرت سلمانؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے شعبان کی آخر تاریخ میں ہم لوگوں کو وعظ فرمایا کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آ رہا ہے جو بہت بڑا اور مبارک مہینہ ہے، اس میں ایک رات (شب قدر) ہے جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزہ کو فرض فرمایا اور اس کے رات کے قیام (یعنی تراویح) کو ثواب کی چیز بنایا ہے جو شخص اس مہینہ میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ کے قرب کو حاصل کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں فرض کو ادا کیا، اور جو شخص اس مہینہ میں فرض کو ادا کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں ستر فرض ادا کرے، اور یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غمخواری کرنے کا ہے اور اس مہینہ میں مؤمن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اس کیلئے گناہوں کے معاف ہونے اور آگ سے خلاصی کا سبب ہوگا اور روزہ دار کے ثواب کے مانند اس کا ثواب ہوگا مگر اس روزہ دار کے ثواب میں کچھ کمی نہیں کی جائیگی۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے ہر شخص تو اتنی وسعت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کو افطار کرائے تو آپؐ نے فرمایا کہ (پیٹ بھر کر کھانے پر موقوف نہیں) یہ ثواب تو اللہ تعالیٰ، ایک کھجور سے افطار کرا دے یا ایک گھونٹ پانی پلا دے یا ایک گھونٹ لسی پلا دے اس پر بھی مرحمت فرما دیتے ہیں۔

رمضان المبارک ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اول حصہ اللہ کی رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ آگ (جہنم) سے آزادی ہے، جو شخص اس مہینہ میں اپنے غلام (وخادم) کے بوجھ کو ہلکا کرے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرماتے ہیں اور آگ سے آزادی فرماتے ہیں، اور چار چیزوں کی اس میں کثرت رکھا کرو جن میں سے دو چیزیں اللہ کی رضا کے واسطے اور دو چیزیں ایسی ہیں جن سے تمہیں چارہ کار نہیں، پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو وہ کلمہ طیبہ اور استغفار کی کثرت ہے اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنت کی طلب کرو اور آگ سے پناہ مانگو، جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے حق تعالیٰ (قیامت کے دن) میرے حوض سے اس کو ایسا پانی پلائیں گے کہ جس کے بعد جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی۔

ایک اور حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک نقل کیا ہے کہ میری امت کو رمضان المبارک کے بارے میں پانچ چیزیں مخصوص طور پر دی گئی ہیں جو پہلی امتوں کو نہیں ملی ہیں (1) یہ کہ ان کے منہ کی (روزہ کی وجہ سے) بدبو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے (2) یہ کہ ان کیلئے دریا کی مچھلیاں تک دعا کرتی ہیں اور افطار کے وقت تک کرتی رہتی ہیں (3) جنت ہر روز ان کیلئے آراستہ کی جاتی ہے پھر حق تعالیٰ جل شانہٗ فرماتے ہیں کہ قریب ہے کہ میرے نیک بندے (دنیا کی) مشقتیں پھینک کر تیری طرف آئیں (4) اس میں سرکش شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں کہ وہ رمضان المبارک میں ان برائیوں کی طرف نہیں پہنچ سکتے جن کی طرف غیر رمضان میں پہنچ سکتے ہیں (5) رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کیلئے مغفرت کی جاتی ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ کیا شب مغفرت، شب قدر ہے؟ فرمایا نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کو کام ختم ہونے کے وقت مزدوری دے دی جاتی ہے، ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جب رمضان المبارک آتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ بدل جاتا تھا، اور نماز میں اضافہ ہو جاتا تھا اور دعا میں بہت عاجزی فرماتے تھے اور خوف الٰہی غالب ہو جاتا تھا۔

حضرت ابن مسعودؓ سے ایک روایت ہے کہ رمضان المبارک کی ہر رات میں ایک منادی (فرشتہ) پکارتا ہے کہ اے خیر کی تلاش کرنے والے متوجہ ہو اور آگے بڑھ اور اے برائی کے طلبگار بس کر (باز رہ) اور آنکھیں کھول...... منادی کہتا ہے کوئی مغفرت کا چاہنے والا ہے کہ اس کی مغفرت کی جائے، کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے، کوئی دعا کرنے والا ہے کہ اس کی دعا قبول کی جائے کوئی مانگنے والا ہے کہ اس کا سوال پورا کیا جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں، حضرت عبداللہ بن حارثؓ ایک صحابیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اس وقت آپ سحری نوش فرما رہے تھے، آپؐ نے فرمایا کہ یہ ایک برکت کی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم کو عطا فرمائی ہے اس کو مت چھوڑنا...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص بغیر کسی شرعی عذر کے ایک دن بھی رمضان کا روزہ چھوڑ دے تو رمضان کے علاوہ وہ پوری زندگی بھی روزے رکھے وہ اس کا بدل نہیں ہو سکتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ ان کو روزہ کے بدلہ میں سوائے بھوکا رہنے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو رات کے جاگنے (کی مشقت) کے سوا کچھ بھی نہ ملا...... یعنی اس کے غیبت و چغلی کے ذریعہ اور حرام مال کے ساتھ اس کو افطار کر کے اس کے ثواب سے محروم ہو گیا......

خدا تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس مبارک مہینہ میں عبادت و ریاضت کے ذریعہ اس کا حق ادا کرنے اور اپنے لیے بخشش و مغفرت اور آخرت میں جنت کا مستحق بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حافظ فضل الرحیم اشرفی

رمضان المبارک
دعاؤں کی قبولیت کا مہینہ

اس ماہ میں فرشتے اللہ کے حکم سے اپنی عبادات چھوڑ کر روزہ داروں کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں

کہ ترجمہ:

''اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو آپ فرما دیجیے کہ میں قریب ہی ہوں۔ دعا مانگنے والوں کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا مانگیں۔ پس انہیں میرا حکم ماننا چاہیے اور مجھ پر ایمان لانا چاہیے تاکہ وہ نیک راہ پر آجائیں۔''

روزوں اور رمضان المبارک کے ذکر کے ساتھ دعا مانگنے کا تذکرہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ رمضان کا مہینہ دعاؤں کی قبولیت کا مہینہ ہے۔

دعا عربی زبان کا لفظ ہے اس کا معنی ہے پکارنا، بلانا، عموماً یہ لفظ کسی ضرورت یا مدد کیلئے پکارنے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدیہ کو دعا مانگنے کا حکم دیا اور دعا کو بھی ایک عبادت اور بندگی کا ذریعہ قرار دیا ہے جو کہ اس امت کا خاص اعزاز ہے ورنہ حضرت کعب احبارؓ کی روایت کے مطابق پہلے زمانہ میں یہ خصوصیت انبیاء کی تھی۔ انبیاءؑ لوگوں کیلئے دعا کرتے، اللہ تعالیٰ قبول فرماتا اور امت محمدیہ کی خصوصیت کہ یہ حکم پوری امت کیلئے عام قرار دیا اور فرمایا:

ترجمہ: ''اور تمہارے رب نے کہا کہ تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔''

ایک اور موقعہ پر حضورؐ سے منقول ہے کہ ''دعا، مومن کا ہتھیار ہے۔'' ظاہر ہے کہ ہتھیار صحیح کام تب ہی دکھاتا ہے جب ہتھیار بھی تیز ہو اور چلانے والا بھی طاقتور ہو۔

اب دعا کیسے طاقتور بنے اس کیلئے رسول اللہؐ نے آداب سکھلائے۔ دعاؤں کے الفاظ سکھلائے جو مسنون دعائیں کہلاتی ہیں اور وہ اوقات بتائے جن میں دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں ان میں ایک موقعہ رمضان المبارک کا مہینہ ہے۔ ہماری دعائیں کیسے طاقتور بنیں اس کیلئے بنیادی اصول اللہ تعالیٰ نے سورۂ اعراف کی آیت نمبر 55 میں فرمایا (ترجمہ) ''تم اپنے رب سے دعا کیا کرو عاجزی کے ساتھ اور پوشیدہ طریقے سے۔'' اس آیت سے معلوم ہوا کہ دعا کرنے والا خشوع و خضوع یعنی عاجزی اور اللہ کے دھیان کے ساتھ دعا مانگے اور دوسرا ادب یہ معلوم ہوا کہ آہستہ آواز سے دعا مانگے اگر عام مقتدی دعاؤں سے ناواقف ہوں تو پھر امام کیلئے اونچی آواز سے دعا مانگنے میں کوئی حرج نہیں۔

دعاء کی قبولیت کو مزید موثر بنانے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ وہ دعائیں مانگی جائیں جو قرآن مجید میں مختلف انبیاء کے حوالے سے مذکور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی وہ دعائیں قبول فرمائی ہیں۔ یا احادیث میں جو دعائیں رسول اکرمؐ نے سکھائی ہیں وہ مانگی جائیں۔

لیکن قرآن و حدیث کے عربی جملے جن میں دعائیں ہیں اگر ان کا ترجمہ اور مطلب معلوم ہو تو پھر وہی دعائیں مانگنا افضل اور بہتر ہے لیکن عام حالات میں اگر ان دعاؤں کا مطلب معلوم نہ ہو تو پھر مانگنے والے کو تو معلوم نہیں کہ ان دعائیہ جملوں سے ہم اللہ سے کیا مانگ رہے ہیں۔ لہٰذا ان دعاؤں کے پڑھنے کا ثواب تو ضرور ملے گا لیکن اسے دعا مانگنا نہیں کہیں گے بلکہ دعا پڑھنا کہیں گے اس لیے دعا مانگتے وقت پہلے مسنون دعائیں بھی پڑھ لی جائیں پھر جو دعاؤں کا مفہوم نہ جانتا ہو وہ اپنی زبان میں بھی دعائیں مانگ سکتا ہے۔

ارشاداتِ نبویہؐ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حرام مال کھانے اور حرام لباس استعمال کرنے اور حرام کمائی کرنے والے کی دعاء قبول نہیں ہوتی لیکن اس کے علاوہ ہر شخص کی دعا قبول ہوتی ہے وہ بات پھر ذہن میں رہتی ہے کہ ہم نے بہت کچھ مانگا ہمیں تو نہیں ملا۔ اس کا جواب رسول اللہؐ نے سمجھایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مومن کی دعاء ضرور قبول ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے کہ اس بندہ کیلئے کیا چیز بہتر ہے۔ اسلئے انسان کا کام ہے اللہ سے دعائیں کرتے رہنا، مانگتے رہنا، یا تو اللہ تعالیٰ بندہ کو وہی چیز دیتا ہے یا اس کا نعم البدل عطاء فرما دیتا ہے یا دنیا میں اس دعا کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ اس کی دعاؤں کی بدولت اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے اور جب گناہ ختم ہو جائیں تو پھر ان دعاؤں کو اس بندہ کی نیکیاں شمار کر لیا جاتا ہے۔

رسول اکرمؐ نے دعاؤں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ بہت سے لوگ جلد بازی کی وجہ سے اپنی دعائیں ضائع کر دیتے ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا جلد بازی سے کیا مراد ہے؟ فرمایا دعا مانگنے کے بعد یہ کہنا کہ میری دعا قبول نہیں ہوتی، دعا کو ضائع کرنا ہے۔

لہٰذا رمضان کے اس بابرکت مہینہ میں خوب دعائیں مانگی جائیں اور اس یقین کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ہی ہماری دعائیں قبول کرنے والا ہے، دعا میں اپنے لیے، اپنے والدین کے لیے اور دوسرے مسلمان بھائیوں کیلئے دعا کرنا۔ پوری انسانیت کی ہدایت کیلئے دعا مانگنا، پختہ عزم سے دعا مانگنا، بار بار دعا کرنا، اسلئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ترجمہ: ''رمضان کا یہ مہینہ ایسا ہے کہ اس کا پہلا عشرہ رحمت کا ہے اور درمیانہ عشرہ بخشش کا ہے اور آخری حصہ جہنم کی آگ سے آزادی کا ہے۔''

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ سحری کے وقت یہ پڑھتے رہا کرو یاواسع المغفرۃ یعنی اے وسیع بخشش والے، اس کے پڑھنے والے کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ روزے میں دن بھر خوب دعائیں مانگی جائیں پھر جب افطار کا وقت آ جائے تو یہ بھی بڑی قبولیت کا وقت ہوتا ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

ترجمہ: ''روزہ افطار کرنے کے وقت روزہ دار کی دعا قبول ہوتی ہے۔''

رسول اکرمؐ افطار کے وقت یہ دعا بھی مانگتے:

﴿یاواسع الفضل اغفرلی﴾

رمضان میں یہ دعائیں کثرت سے مانگئے:

یا اللہ اپنے اس متبرک ماہ میں جتنے وعدے فرمائے ہیں اور آپ کے محبوبؐ نے جنتی بشارتیں دی ہیں یا اللہ ہم ان سب کے محتاج ہیں آپ یہ سب عطا فرما دیجئے۔ یا اللہ ہم لوگ جو توبہ و استغفار کریں وہ سب قبول کر لیجیے زیادہ سے زیادہ اعمال صالحہ کی توفیق دیجئے۔ یا اللہ سب مسلمانوں پر رحم فرمائیے۔ بالخصوص روہنگیا، شام، عراق، فلسطین و کشمیر، افغانستان سمیت پوری دنیا میں جہاں جہاں مسلمان مظلوم ہیں ان کی مدد و نصرت فرما امت مسلمہ کو متحد فرما۔ یا اللہ ہمارے ظاہر و باطن کو پاک کر دیجیے۔ یا اللہ جو دشواریاں، بیماریاں، پریشانیاں، آنے والے خدشات و آفات ہیں ان سب سے ہمیں محفوظ فرما دیجیے۔ ہمیں اسلام پر قائم رکھئے اور ہمارا خاتمہ ایمان پر فرما دیجیے۔ آمین۔

سپورٹس

■ کامران امجد خان
kamranamjadkhan@gmail.com

لاہور قلندرز اور کراچی کنگز آؤٹ

پی ایس ایل 9 پلے آف مرحلے کا آغاز

ملتان سلطانز پوائنٹس ٹیبل پر سب سے آگے!

محمد رضوان کو کامیابی کا گُر آتا ہے، ملتان سلطانز اب پی ایس ایل کی کامیاب ترین فرنچائز بن چکی ہے

کوئٹہ گلیڈی ایٹرز بھی ٹرافی کی مضبوط امیدوار، نئے کپتان اور کوچ نے ٹیم کو فتح کی راہ دکھادی

عثمان خان اور محمد علی جیسے کھلاڑیوں نے تسلسل سے اچھا پرفارم کر کے صلاحیتیں ثابت کی ہیں

نسیم شاہ، سعود شکیل، اسامہ میر، ابرار احمد اور شاداب خان کی فارم بحال ہوگئی

پاکستان سپر لیگ کے نویں سیزن کا میلہ اپنے اختتام کی جانب بڑھ رہا ہے۔ ایونٹ کے پلے آف مرحلے میں کون سی ٹیمیں جگہ بنائیں گی، دلچسپ اور سنسنی خیز مقابلوں کے بعد اس کا فیصلہ بالآخر ہوگیا ہے۔ ملتان سلطانز، پشاور زلمی، کوئٹہ گلیڈی ایٹرز اور اسلام آباد یونائٹڈ پلے آف میں ٹکرائیں گی جبکہ لاہور قلندرز اور کراچی کنگز ٹورنامنٹ سے باہر ہوگئی ہیں۔ سترہ فروری کو شروع ہونے والے ایونٹ میں سب سے پہلے جو ٹیم پلے آف کے لیے کوالی فائی کرنے میں کامیاب ہوئی وہ ملتان سلطانز ہے۔ دفاعی چیمپئن لاہور قلندرز کا مسلسل تیسری بار ٹائٹل جیتنا اب ناممکن ہے کیوں کہ انہیں صرف ایک ہی کامیابی مل سکی ہے اور وہ اس بار پوائنٹس ٹیبل پر سب سے پیچھے ہیں۔ ایونٹ میں شریک باقی چار ٹیموں میں سے کراچی کنگز کے پاس بھی اب اگلے مرحلے میں پہنچنے کا کوئی چانس نہیں بچا۔ اسلام آباد یونائٹڈ کے خلاف اہم میچ میں پانچ وکٹوں سے شکست نے کنگز کی رہی سہی امیدیں بھی ختم کردی تھیں۔ پوائنٹس ٹیبل پر کراچی کنگز 8 پوائنٹس کے ساتھ پانچویں نمبر پر ہے اور اُس کا صرف ایک میچ باقی ہے۔ باقی تین ٹیمیں ایک جیسے پوائنٹس (11) کے ساتھ اگلے مرحلے میں جگہ بنانے میں کامیاب ہوگئی ہیں، جو اس سیزن کو دلچسپ بنانے کے لیے کافی ہے۔

پی ایس ایل 9 کے دوران مجموعی طور پر 40 میچز کھیلے جانے ہیں جس میں سے اب تک 28 میچز ہو چکے ہیں۔ ان مقابلوں کے بعد محمد رضوان کی قیادت میں ملتان سلطانز 12 پوائنٹس کے ساتھ پوائنٹس ٹیبل پر سب سے آگے ہے جب کہ ان کا ایک میچ باقی ہے۔ دوسری پوزیشن پر ایک دو نہیں بلکہ تین ٹیموں کے درمیان مقابلہ ہے۔ شاداب خان کی اسلام آباد یونائیٹڈ، رائلی روسو کی کوئٹہ گلیڈی ایٹرز اور بابر اعظم کی پشاور زلمی، گیارہ گیارہ پوائنٹس کے ساتھ اس پوزیشن کی دعویدار ہیں۔ اسلام آباد یونائٹڈ نے اپنے 10 میچ کھیل لیے ہیں۔ پشاور زلمی بھی کراچی کنگز کے خلاف اپنا آخری

گروپ میچ کھیل رہی ہے۔ جبکہ گروپ مرحلے کا آخری میچ کوئٹہ اور ملتان کی ٹیموں کے درمیان کھیلا جائے گا۔ بہرحال ان میچوں کے نتائج سے ٹیموں کی دوسری، تیسری اور چوتھی پوزیشن تو تبدیل ہوسکتی ہے تاہم پلے آف مرحلے میں پہنچنے والی چار ٹیمیں وہی رہیں گی یعنی ملتان سلطانز، پشاور زلمی، کوئٹہ گلیڈی ایٹرز اور اسلام آباد یونائٹڈ۔

پاکستان سپر لیگ (پی ایس ایل) کے نویں سیزن میں جہاں ٹیموں کی نظریں پلے آف مرحلے پر ہیں وہیں بلے باز اور بالرز حنیف محمد اور فضل محمود کیپس حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ سب سے زیادہ رنز بنانے والے بلے باز کو حنیف محمد کیپ دی جائے گی جس کے اس وقت سب سے بڑے دعویدار پشاور زلمی کے کپتان بابر اعظم ہیں جنہوں نے آٹھ میچوں میں 63.8 کی اوسط سے 447 رنز بنائے ہیں۔ جنوبی افریقہ کے وین ڈر ڈوسن بھی اس دوڑ میں شامل تھے لیکن انہیں ڈومیسٹک سیزن کے لیے طلب کرلیا گیا ہے۔ یوں لاہور قلندرز کی نمائندگی کرنے والے بلے باز 364 رنز میں مزید اضافہ نہیں کرسکیں گے۔ ادھر فضل محمود کیپ کے اس وقت حق دار تو 18 وکٹوں کے ساتھ ملتان سلطانز کے اسامہ میر ہیں۔ لیکن انہی کے ساتھی محمد علی 14، کوئٹہ گلیڈی ایٹرز کے عقیل حسین اور کراچی کنگز کے حسن علی 13-13 وکٹوں کے ساتھ زیادہ دور نہیں۔

پاکستان سپر لیگ کے سیزن 9 سے بعض کھلاڑیوں نے ردھم میں آنے اور اپنی فارم کی بحالی کے لیے بھرپور فائدہ اٹھایا اور اس مقصد میں کامیاب بھی رہے۔ ایسے کھلاڑیوں میں بابر اعظم، محمد رضوان، نسیم شاہ، اسامہ میر، ابرار احمد، شاداب خان اور حسن علی شامل ہیں۔

گروپ مرحلے کے بعد پلے آف مرحلے میں گھمسان کی جنگ ہوگی جس کے بعد سیمی فائنل اور فائنل کی ٹیموں کا فیصلہ ہوگا۔ انٹرنیشنل کرکٹ کے برعکس، فرنچائز کرکٹ میں مسابقتی الیون کی تشکیل بہت دشوار ہوا کرتی ہے کہ ملک کی نمائندگی کرنے والی الیون سال بھر ایک اکٹھ میں رہ کر نفسیاتی ہم آہنگی کے جن مراحل سے گزرتی ہے، فرنچائز ٹیموں کو وہ دستیاب نہیں ہوا کرتے۔ تاہم یہ کام پی ایس ایل 9 میں اگر کسی کپتان نے کیا ہے تو وہ ہیں محمد رضوان۔ پورے سال بعد مہینہ بھر کے لیے گیارہ اجنبی چہروں کو اکٹھا کر کے کوئی وننگ کمبی نیشن ترتیب دینا ہو تو محمد رضوان سے سیکھیے۔ یہ خاصی دلچسپ بات ہے کہ پہلے دو سیزنز تک وجود ہی نہ رکھنے والی ملتان سلطانز اب پی ایس ایل کی کامیاب ترین فرنچائز بن چکی ہے۔ نہ صرف یہ لیگ کی نمایاں ٹیم بن کر ابھری ہے بلکہ دیگر تمام فرنچائز کرکٹ کی بھی ان گنی چنی ٹیموں میں شمار ہوتی ہے جو کامیابی میں تسلسل رکھتی ہیں۔ اس قدر کامیابی کی بنیادی وجہ سلطانز کے وہ اجزائے ترکیبی ہیں جو ڈرافٹ کے وقت روبہ عمل ہوتے ہیں۔ وہاں شہ سرخیوں سے لائم لائٹ چرانے کو بڑے ناموں کی بولیاں لگانے کی بجائے بہترین کمبی نیشن کی کھوج میں مؤثر کھلاڑیوں کا انتخاب کیا جاتا ہے۔

اور پھر محمد رضوان کی قیادت میں بھی وہ طمانیت ہے کہ سلطانز کی فیلڈنگ میں بھلے کوئی بھونچال ہی کیوں نہ برپا ہو جائے، رضوان کے چہرے کی مسکراہٹ غائب نہیں ہوتی۔ کندھا تھپتھپا کر وہ ناکام فیلڈر کی کاوش کی تحسین سے بھی نہیں کتراتے۔ شاید یہ اسی ٹھہراؤ کا ثمر ہے کہ فیلڈنگ میں گاہے بگاہے کوتاہیوں کے باوجود رضوان کے بولرز انھیں مایوس نہیں کرتے۔ حالیہ سیزن کے سرکردہ بولرز پہ نگاہ ڈالی جائے تو سپن اور پیس دونوں میں ہی سلطانز قیادت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

ٹی ٹونٹی کرکٹ میں بھی یہ مسلمہ اصول قابلِ عمل ہے کہ کامیاب وہی ٹھہرے گا جو گاہے بگاہے وکٹیں اڑاتا رہے گا، ساجھے داریاں توڑتا رہے گا اور حریف بیٹنگ کو مومینٹم سے دور رکھے گا۔ سلطانز اسی کلیے پہ عمل پیرا نظر آتے ہیں۔ محمد علی اگرچہ کئی سالوں سے سرکٹ میں سرگرم رہے ہیں مگر حالیہ سیزن ان کی بہترین فارم کا عکاس ہے۔ بعینہٖ اسامہ میر بھی اگرچہ انٹرنیشنل کرکٹ میں متوقع کامیابی حاصل نہیں کر پائے مگر محمد رضوان کی قیادت میں وہ یکسر الگ بولر نظر آتے ہیں۔

سلطانز کے برعکس قلندرز اور کنگز ان پہلوؤں پہ ارتکاز میں ناکام رہے ہیں۔ اگرچہ سیزن کے اختتام کے قریب پہنچ کر قلندرز نے اپنی پے در پے ناکامیوں کا سلسلہ توڑا ہے مگر حالیہ سیزن کی ناقص کارکردگی میں بنیادی سبب بہتر بولنگ وسائل کی عدم دستیابی اور موجود وسائل کی ناقص فارم رہا ہے۔

کنگز کے لیے بھی اب یہ سیزن تقریباً تمام ہو چکا ہے۔ لیکن اگلے سیزن کے لیے چند بنیادی اسباق یہ حاصل ہوئے ہیں کہ بڑے ناموں پہ انحصار کے ہنگام بھی نوآموز کھلاڑیوں کا صحیح پوزیشنز پہ استعمال اہم ہوا کرتا ہے۔ بحیثیتِ مجموعی کنگز کا یہ سیزن ناقص پلاننگ نہیں بلکہ بری قسمت کا شکار رہا ہے کہ جب بولنگ یاوری کو آئی تو بیٹنگ لاچار ٹھہری اور جب کہیں بلے بازی موثر ہوئی تو بولنگ اپنی فارم کھو بیٹھی۔

یونائیٹڈ کی حالیہ کامیابیوں کی بدولت اب پلے آف کے چار نام تو لگ بھگ طے ہو ہی چکے ہیں مگر اس ٹاپ فور میں مسابقت کی دوڑ ابھی باقی ہے۔ کوئٹہ گلیڈی ایٹرز بہت عرصے بعد اوائل سیزنز کی سی تاثیر میں دکھائی دے رہے ہیں اور وہ اس ٹرافی کے لئے ڈارک ہارس ثابت ہو سکتے ہیں۔

لیکن ٹرافی کی اس دوڑ میں ابھی تک سلطانز سب سے آگے ہیں اور اس کی کلید نہ صرف ملتان کی تباہ کن بولنگ بلکہ محمد رضوان کی بیٹنگ فارم بھی ہے۔ اگلے مرحلے میں جو بھی ٹیم محمد رضوان کو جلد آؤٹ کرنے کی سبیل کر پائی، وہ ٹرافی کے قریب تر ہوگی۔

عثمان خان نے پی ایس ایل میں نئی تاریخ رقم کردی

پاکستان سپر لیگ کی فرنچائز ملتان سلطانز کے جارح مزاج بیٹر عثمان خان نے پی ایس ایل میں نئی تاریخ رقم کردی۔ راولپنڈی میں ملتان سلطانز نے اسلام آباد یونائیٹڈ کو جیت کے لیے 229 رنز کا ہدف دیا، اس میچ میں عثمان خان 100 رنز بنا کر ناقابل شکست رہے۔ اسلام آباد کے خلاف شاندار سنچری بنا کر عثمان خان پی ایس ایل کے ایک ایڈیشن میں 2 سنچریاں بنانے والے پہلے پلیئر بن گئے۔ انہوں نے 3 مارچ کو کراچی کنگز کیخلاف اور 10 مارچ کو اسلام آباد یونائیٹڈ کے خلاف سنچری اسکور کی جبکہ 27 مارچ کو عثمان خان لاہور قلندرز کیخلاف 96 رنز بنا کر آؤٹ ہوگئے تھے۔ یہ مجموعی طور پر عثمان خان کی تیسری پی ایس ایل سنچری ہے۔ جس کے بعد وہ پی ایس ایل میں سب سے زیادہ مجموعی سنچری بنانے والے مشترکہ پلیئر بن گئے۔ کامران اکمل نے بھی پی ایس ایل میں مجموعی طور پر تین سنچریاں بنائیں ہیں۔ اس کے علاوہ عثمان خان نے ٹی ٹونٹی کیریئر کے ایک ہزار رنز بھی مکمل کرلیے ہیں۔

ساری توجہ پشاور زلمی کی کوچنگ پر مرکوز ہے: ڈیرن سیمی

پشاور زلمی کے ہیڈ کوچ ڈیرن سیمی کا کہنا ہے کہ ان کی ساری توجہ پشاور زلمی کی جیت اور اس کی کوچنگ پر مرکوز ہے، پاکستان کی قومی ٹیم کی کوچنگ سمیت کسی اور چیز پر توجہ نہیں ہے۔ ڈیرن سیمی کا کہنا تھا کہ وہ اس وقت صرف اور صرف پشاور زلمی کے ٹائٹل جیتنے پر توجہ مرکوز رکھنا چاہتے ہیں، پشاور زلمی نے 4 مرتبہ پی ایس ایل فائنل کھیلا اور ایک مرتبہ کامیابی حاصل کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ پی ایس ایل 9 کے پلے آف کے لیے کوالیفائی کرنے کا سہرا کھلاڑیوں کے سر جاتا ہے۔ ڈیرن سیمی کا کہنا تھا کہ پشاور زلمی نویں مرتبہ پلے آف میں پہنچی ہے، مستقل مزاجی کا کریڈٹ کھلاڑیوں کو جاتا ہے، ہم نے پہلے سال سے ہی نوجوانوں پر بھروسہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ بابر اعظم کی وجہ سے ٹیم میں تجربہ آیا ہے، بابر اعظم ایک سپر اسٹار ہیں، وہ ہمیشہ سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ڈیرن سیمی نے کہا کہ پشاور زلمی کے لیے میرا پیار الگ ہے، کوچنگ میں پوری جان لگاتا ہوں، میں یہاں پشاور کی نمائندگی کررہا ہوں، پاکستان کی کوچنگ کے بارے میں کچھ نہیں کہوں گا۔ ان کا کہنا تھا کہ ہمیں انتظار ہے کہ پشاور میں بھی میچز ہوں، ایک دن آئے گا جب ہم پشاور میں کھیلیں گے اور ان کا استقبال دیکھیں گے۔

اولمپکس میں میڈل کی واحد امید

ارشد ندیم کو معیاری جیولین نہ مل سکی

غیر معیاری جیولین کے ساتھ ٹریننگ پر مجبور!

پاکستان کے لیے عالمی مقابلوں میں بے مثال کامیابیاں حاصل کرنے والے چیمپئن اتھلیٹ ارشد ندیم اس وقت اولمپکس کی تیاریوں میں مصروف ہیں مگر انھیں عالمی معیار کی جیولین بھی دستیاب نہیں اور وہ مقامی طور پر تیار کی گئی غیر معیاری جیولین کے ساتھ پریکٹس پر مجبور ہیں۔ رواں سال پیرس اولمپکس میں ممکنہ طور پر پاکستان کے لیے میڈل کی واحد امید سمجھے جانے والے جیولن تھروئر ارشد ندیم کو اپنے پاس موجود واحد بین الاقوامی معیار کی جیولین کے حوالے سے مشکلات درپیش ہیں۔ ارشد ندیم 32 برس میں پاکستان کے لیے اولمپکس میں پہلا تمغہ حاصل کرنے کی امید ہیں تاہم ان کے پاس موجود اکلوتی جیولین بھی خراب ہو چکی ہے۔ دوسری جانب ان کے حریف انڈیا کے نیرج چوپڑا کے لیے حکومت نے ٹوکیو اولمپکس سے پہلے 177 جیولین خریدے تھے۔ ارشد نے اپنی جیولین سے متعلق درپیش مشکلات کی تصدیق کرتے ہوئے بتایا ہے کہ ان کی جیولین کا مسئلہ تاحال حل نہیں ہو سکا۔ اولمپئن جیولین تھرور ارشد ندیم نے انکشاف کیا ہے کہ انہیں 7،8 برسوں سے عالمی معیار کی جیولین نہیں ملی۔ ارشد ندیم نے کہا کہ انٹرنیشنل اسٹینڈرڈ کی جیولین کا ہونا بہت ضروری ہے اس سے کھیل میں بہتری آتی ہے اور ٹریننگ میں یکسانیت رہتی ہے۔ کیونکہ اگر آپ مقامی جیولین سے ٹریننگ کریں گے اور باہر جا کر انٹرنیشنل جیولین سے مقابلے میں شرکت کریں گے تو اس سے کارکردگی میں فرق آتا ہے۔ ارشد ندیم نے انکشاف کیا کہ انہیں 7،8 برسوں سے عالمی معیار کی جیولین نہیں ملی جو ایک ورلڈ لیول کی جیولین تھی وہ اب جواب دے چکی ہے۔

ارشد ندیم کے مطابق وہ پیرس اولمپکس کے لیے مقامی جیولین کے ساتھ ٹریننگ کر رہے ہیں، لوکل اور غیر معیاری

ارشد ندیم کے مطابق ان کے پاس ایک ہی بین الاقوامی معیار کی جیولین تھی جو اس وقت خراب حالت میں ہے

ارشد ندیم کا جیولین تھرو کا ایونٹ اگست میں منعقد ہو گا جس سے قبل وہ جنوبی افریقہ میں پانچ ہفتے کے پریکٹس کیمپ کے لیے جائیں گے

ارشد پاکستان کے لیے کامن ویلتھ گیمز میں سونے اور عالمی اتھلیٹکس چیمپئن شپ میں چاندی کا تمغہ جیت چکے ہیں

جیولین سے انجری کا خطرہ ہے، وہ بائیں گھٹنے اور دائیں کہنی کے بعد گزشتہ ماہ دائیں گھٹنے کی سرجری کرا چکے ہیں۔ ارشد ندیم کا کہنا تھا کہ ورلڈ لیول کی جیولین 7 سے 8 لاکھ روپے کی آتی ہے، عالمی مقابلوں کے لیے کم از کم 5، 6 جیولین ہونی چاہئیں، لوکل جیولین ایک سے ڈیڑھ لاکھ روپے میں آتی ہیں لیکن ان کا معیار اچھا نہیں ہوتا۔ انہوں نے مزید کہا کہ میری اور نیرج چوپڑا کی ٹریننگ میں زمین آسمان کا فرق ہے، مجھے ٹریننگ کے لیے گراؤنڈ میسر نہیں ہوتا، کبھی کوئی ایونٹ ہوتا ہے کبھی کوئی، میں تسلسل کے ساتھ ٹریننگ نہیں کر پاتا، مجھے گراؤنڈز تبدیل کرنا پڑ جاتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ گزشتہ ماہ کرائی جانے والی سرجری کے بعد میں نے ری ہیب کے ساتھ ٹریننگ بھی شروع کر دی ہے ایک ماہ تک مکمل ردھم میں آ جاؤں گا، میرا حالیہ ٹارگٹ پیرس اولمپکس ہے جس کیلئے ہم نے دوسری مرتبہ کوالیفائی کیا ہے، اولمپکس سے پہلے تیاری کے لیے ایک دو ایونٹس مل جائیں گے اور بھرپور تیاری مل جائے گی جب کہ ٹریننگ کے لیے ساؤتھ افریقہ بھی جا رہا ہوں۔

دوسری طرف پاکستان اسپورٹس بورڈ نے ایتھلیٹ ارشد ندیم کیلئے بین الاقوامی معیار کی جیولین اسپانسر کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔ ایتھلیٹ ارشد ندیم نے پرانی جیولین کا شکوہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ خراب اور پرانی جیولین سے پیرس اولمپکس کی تیاری متاثر ہو رہی ہے۔ پاکستان اسپورٹس بورڈ کے ڈی جی شعیب کھوسہ نے اس معاملے کا فوری ایکشن لیتے ہوئے بین الاقوامی معیار کی جیولین اسپانسر کرنے کا اعلان کیا ہے تاہم اب تک ارشد ندیم کو معیاری جیولین نہیں مل سکی۔

شعیب کھوسہ نے کہا کہ ارشد ندیم ہمارے قومی ہیرو ہیں اور وہ پیرس اولمپکس کیلئے کوالیفائی بھی کر چکے ہیں، ان کی ہی اور انٹرنیشنل سطح کی جیولین کیلئے پاکستان اسپورٹس بورڈ اسپانسر کرے گا۔ انہوں نے مزید کہا کہ انہیں صرف ایک جیولین نہیں بلکہ وہ جتنی چاہیں گے جیولین لیکر دیں گے جس کیلئے بورڈ انہیں رقم دیگا اور وہ خود اپنی پسند کی جیولین خریدیں گے۔

پیرس اولمپکس میں ارشد ندیم کا جیولین تھرو کا ایونٹ اگست میں منعقد ہو گا جس سے قبل وہ جنوبی افریقہ میں پانچ ہفتے کے پریکٹس کیمپ کے لیے جائیں گے اور پیرس اولمپکس کے لیے تیاری کریں گے۔ ارشد ندیم کے مطابق ان کے پاس ایک ہی بین الاقوامی معیار کی جیولین ہے جو اس وقت خراب حالت میں ہے۔

خیال رہے کہ پاکستان نے سنہ 1992 کے بعد سے اولمپکس میں کوئی بھی میڈل نہیں جیتا ہے، تب پاکستان ہاکی ٹیم نے کانسی کا تمغہ جیتا تھا۔ اب لگ بھگ 32 برس بعد ارشد ندیم کی شکل میں پاکستان کے لیے اس حوالے سے امید پیدا ہوئی ہے۔

ارشد پہلے ہی پاکستان کے لیے کامن ویلتھ گیمز میں سونے اور عالمی اتھلیٹکس چیمپئن شپ میں چاندی کا تمغہ جیت چکے ہیں، یوں وہ پاکستان کی تاریخ کے اب تک کے عظیم ترین ایتھلیٹ بن چکے ہیں۔ پاکستانی حکام ماضی میں بھی ارشد ندیم کو وہ تمام سہولیات دینے میں ناکام رہے ہیں جو ان کے پائے کے دنیا کے دیگر اتھلیٹس کو ملتی ہیں۔

مثال کے طور پر جیولین تھرو ایونٹ میں ارشد کے حریف انڈیا کے نیرج چوپڑا جنھوں نے عالمی اتھلیٹکس چیمپئن شپ میں طلائی تمغہ حاصل کیا گذشتہ برس دسمبر سے اس سال فروری تک جنوبی افریقہ میں ٹریننگ کرتے رہے اور پھر اب مارچ کے بعد سے انڈیا کی وزارت یوتھ افیئرز اور سپورٹس کے مشن اولمپکس سیل کی جانب سے انھیں ترکی میں مارچ سے مئی تک ٹریننگ کرنے کی منظوری دے دی تھی۔

ارشد نے رواں سال فروری میں برطانیہ سے گھٹنے کی سرجری کروائی تھی اور فروری کے اواخر میں ہی پاکستان واپس پہنچے ہیں۔ ارشد کے مطابق انھوں نے اپنی لیزر سرجری کے چند روز بعد ہی فزیو شروع کر دی تھی اور اب باقاعدہ پریکٹس میں آہستہ آہستہ واپسی کر رہے ہیں اور اب بہت بہتر محسوس کر رہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اتھلیٹس کی انجریز ان کی زندگی کا حصہ ہوتی ہیں اور ہمیں اس حوالے سے خود کو تیار کرنا ہوتا ہے اور اگلے ایونٹ پر نظریں رکھنی ہوتی ہیں۔ میں نے اس سے پہلے بھی (زخمی ہونے کے باوجود) کھیل چکا ہوں۔

حکومتی ارباب اختیار اور پاکستان سپورٹس بورڈ کو اس حوالے سے فوری اقدامات کر کے ارشد ندیم کو ہر ممکن سہولت فراہم کرنی چاہیے تاکہ وہ مزید کامیابیاں سمیٹ کر ملک و قوم کا نام روشن کر سکیں۔

میاں چنوں کے گاؤں سے اولمپکس تک......

ارشد ندیم کی کامیابیوں کا سفر

ارشد ندیم کا تعلق میاں چنوں کے نواحی گاؤں چک نمبر 101-15 ایل سے ہے۔ ایک دیہات میں پریکٹس کرنے والے ارشد ندیم کا اولمپکس کے فائنل میں پہنچنا اور دنیا کے بہترین کھلاڑیوں کے سامنے یادگار کارکردگی دکھانا بہت بڑا اعزاز ہے۔ اسی لیے ارشد ندیم پوری پاکستانی قوم کے ہیرو بن چکے ہیں۔ ارشد ندیم ان کے والد راج مستری ہیں لیکن اُنھوں نے اپنے بیٹے کی ہر قدم پر حوصلہ افزائی کی ہے۔ ارشد ندیم کو شروع سے ہی کھیلوں کا شوق تھا۔ اس زمانے میں ان کی توجہ کرکٹ پر زیادہ ہوا کرتی تھی اور وہ کرکٹر بننے کے لیے بہت سنجیدہ بھی تھے لیکن ساتھ ہی وہ اتھلیٹکس میں بھی دلچسپی سے حصہ لیا کرتے تھے۔ وہ اپنے سکول کے بہترین ایتھلیٹ تھے۔ ارشد نے پنجاب یوتھ فیسٹیول اور دیگر صوبائی مقابلوں میں کامیابیاں حاصل کیں۔ ارشد ندیم شاٹ پٹ، ڈسکس تھرو اور دوسرے ایونٹس میں بھی حصہ لیتے تھے لیکن ان کے دراز قد کی وجہ سے کوچز نے اُنھیں جیولین تھرو کے لیے تیار کیا۔ بعدازاں ارشد ندیم واپڈا کے ٹرائلز میں گئے جہاں وہ سلیکٹ ہو گئے۔

ارشد ندیم شادی شدہ ہیں ان کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے۔ ارشد ندیم نے 2016 میں انڈیا کے شہر گوہاٹی میں منعقدہ ساؤتھ ایشین گیمز اور ویتنام میں ہونے والی ایشین جونیئر اتھلیٹکس چیمپئن شپ میں کانسی کے تمغے جیتے۔ سنہ 2017 میں باکو میں ہونے والے اسلامک سالیڈیریٹی گیمز میں تیسری پوزیشن حاصل کی۔ 2018ء میں جکارتہ میں ہونے والی ایشین گیمز میں کانسی کا تمغہ جیتا۔ اسی سال اُنھوں نے کامن ویلتھ گیمز میں آٹھویں پوزیشن حاصل کی۔ اس کے بعد 2019 میں ارشد ندیم نے قطر میں ہونے والی ورلڈ اتھلیٹکس چیمپئن شپ میں پاکستان کی نمائندگی کرتے ہوئے سولہویں پوزیشن حاصل کی اور 81 اعشاریہ 52 میٹرز کے ساتھ نیا قومی ریکارڈ بھی قائم کیا۔ اسی سال اُنھوں نے کٹھمنڈو میں منعقدہ ساؤتھ ایشین گیمز میں 86 اعشاریہ 29 میٹرز کے ساتھ ان کھیلوں کا نیا ریکارڈ قائم کیا۔

ارشد ندیم کو اس سال ٹوکیو اولمپکس کی تیاری کے سلسلے میں ایران کے شہر مشہد میں ہونے والے مقابلے میں حصہ لینے کا موقع ملا جہاں اُنھوں نے نہ صرف گولڈ میڈل جیتا بلکہ 86 اعشاریہ 38 میٹرز دور نیزہ پھینک کر اپنا ہی قائم کردہ قومی ریکارڈ بہتر بنایا۔ وہ اولمپکس کی تیاری کے سلسلے میں ترکی بھی گئے تھے لیکن کووڈ کی صورتحال کی وجہ سے ان کی ٹریننگ متاثر ہوئی اور اُنھیں وطن واپس آنا پڑا تھا۔

بہرحال اولمپکس کے کوالیفائنگ راؤنڈ میں انھوں نے گروپ میں پہلی پوزیشن حاصل کی اور فائنل کے لیے کوالیفائی کر لیا۔ فائنل میں انھوں نے اپنی بھرپور کوشش کی تاہم اُن کا مقابلہ دنیا کے بہترین اتھلیٹس سے تھا جنھیں بہترین وسائل اور کوچز کے ساتھ ساتھ ٹریننگ کے لیے ہر طرح کی سہولتیں بھی فراہم کی گئی تھیں۔ ایسے میں ارشد ندیم کی کارکردگی کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ پوری قوم کے لیے انھوں نے امید کی شمع روشن کی تھی۔

اگست 2023ء میں ہونے والی ورلڈ اتھلیٹکس چیمپئن شپ میں ارشد ندیم نے 86.79 میٹر تھرو کر کے پاکستان کے لیے چاندی کا تمغہ جیتا تھا۔ اور اب پیرس اولمپکس وہ پاکستان کی میڈل کے لیے واحد امید ہیں۔ اُن جیسے کھلاڑیوں کی حوصلہ افزائی اور سرپرستی کی جائے تو پاکستان کوئی اور ہیرو بھی مل سکتے ہیں۔

افسانہ

گردشِ ایّام

وقار الرحمٰن

قسط: 1

17- جون 1962ء کو جب میں نے رحیم یار خان شہر کے پر رونق نیو صادق بازار اپنے، نئی سلائی مشینوں کے کاروبار کا آغاز کیا تو چند روز بعد ہی، شاہ صاحب سے میری ملاقات ہوگئی۔ وہ ان دنوں میونسپل کارپوریشن میں چیف اکاؤنٹس آفیسر تھے۔ شاہ صاحب کا نام عبدالقادر تھا۔ ملنے والے بھی دوست احباب انہیں بخاری صاحب کہتے لیکن میں انہیں ہمیشہ شاہ صاحب کے نام سے یاد کرتا۔

ان سے میرا تعارف میرے دوست غلام فرید نے کرایا۔ جن سے میری دوستی رحیم یار خاں میں قیام اوائل دنوں ہی میں ہوگئی تھی۔

شاہ صاحب، باغ و بہار شخصیت کے مالک تھے۔ ہمہ وقت ایک مسکراہٹ ان کے چہرے پر کھیلتی رہتی۔ وہ جب بھی ملتے، مسکراہٹیں پھلجڑیاں چھوٹتیں، قہقہے برستے۔ ان سے مل کر یاس کے لمحات کافور ہو جاتے۔ دل کھل اٹھتا۔ زندگی خوبصورت معلوم ہوتی۔ رحیم یار خاں، دو برس ان کی رفاقت میں گزرے۔

1963ء کے اواخر میں کچھ نامساعد حالات کی بنا پر مجھے اپنے چلتے کاروبار کو خیر باد کہہ کر لاہور واپس آنا پڑا۔

وقت کا دھارا بہتا رہا۔ دن مہینوں اور مہینے برسوں میں ڈھلتے رہے۔ یوں 37 برس بیت گئے۔ ان برسوں میں غلام فرید سے رابطہ رہا۔ ان سے کبھی فون پر بھی بات ہو جاتی، لیکن شاہ صاحب سے کوئی رابطہ ممکن نہ ہوا۔ وہ رحیم یار خاں سے کسی دوسرے شہر جا چکے تھے۔ کبھی کبھار غلام فرید سے ان کی خیریت کی اطلاع مل جاتی تھی۔ لیکن جب اچانک 14 ستمبر 2000ء کو غلام فرید رخصت ہو گئے، تو ہر سو خاموشی چھا گئی۔

کچھ عرصہ بعد جب میرا غلام فرید مرحوم کی تعزیت کے لیے ان کے بیٹوں کے ہاں جانا ہوا تو ان کے فرزند ڈاکٹر انعام الحق سے شاہ صاحب کے گھر کا پتہ اور فون نمبر مل گیا۔ وہ ان دنوں ملتان میں مقیم تھے۔ رحیم یار خاں سے ان کی پوسٹنگ ملتان ہوگئی تھی۔ اب ان سے رابطہ ممکن تھا۔

لاہور پہنچ کر میں نے ایک روز ملتان فون کیا۔ شاہ صاحب فون اٹھاتے ہی مسکرا کر بولے۔

''وقار صاحب، خوش نصیب ہوں، جو آپ کی آواز سنی۔ حیران ہوں، آپ کی آواز ویسی ہی ہے جیسے پہلے تھی۔''

''جی، شاہ صاحب، میں بھی وہی ہوں اور میری آواز بھی۔ لیکن وقت وہ نہیں رہا۔''

میں نے اداس لہجے میں جواب دیا تو وہ برجستہ بولے، ''چھوڑیں ان باتوں کو، یہ بتائیں ملنے کب آ رہے ہیں؟ جلد آ جائیں احسان ہوگا۔'' انہوں نے بے تابی کا اظہار کیا۔ ادھر بھی یہی کیفیت تھی، ان سے کہا ''کل سہ پہر کو انشاء اللہ آپ کے پاس موجود ہوں گا۔''

''منتظر رہوں گا۔'' شاہ صاحب کے ان الفاظ کے ساتھ فون بند ہو گیا۔

اگلے روز 15 اکتوبر کی سہ پہر کو میں ملتان جا پہنچا۔ شاہ صاحب سے ملنے کی آرزو مجھے یہاں کھینچ لائی تھی۔ ان کی رہائش گاہ ایک پوش علاقے میں تھی۔ گھر تلاش کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئی۔ ان کا گھر ایک بڑے قطعہ زمین پر پھیلا تھا۔ جو دو منزلہ پرشکوہ عمارت پر محیط تھا۔ صحن میں سرسبز پھل دار دراز قد درخت ایک قطار میں لگے، عمارت پر سایہ فگن تھے۔ بیرونی مرکزی دروازے کے ساتھ چھوٹا دروازہ کھلا تھا۔ لیکن میں اطلاعی گھنٹی کا بٹن دبا کر انتظار کرنے لگا۔ مجھے زیادہ دیر انتظار کی زحمت نہ اٹھانا پڑی۔ دوسرے لمحے شاہ صاحب کو سامنے موجود پایا۔ انہیں دیکھ کر میں بہت خوش تھا کہ یہ خوشی مجھے ایک عرصہ کے بعد ملی تھی۔ ہم دیر تک ایک دوسرے کے چہروں کو مسکراتے ہوئے دیکھتے رہے۔ والہانہ بغل گیر ہوئے۔ مجھے ایسے لگا جیسے ہم صدیوں بعد ملے ہوں۔ خوشی سے بہتے آنسوؤں نے چہروں کو بھگو دیا تھا۔ میرا ہاتھ تھامے، وہ مجھے اپنے کمرے میں لے گئے۔ میں نے ایک نظر کمرے کی طرف دیکھا۔ ہر سہولت سے آراستہ کمرہ پسند آیا۔ ایک نشست پر بیٹھتے ہوئے میں نے ان کی خیریت دریافت کی۔

اس اثناء میں ان کا خادم ''باؤ'' کمرے میں کھانے لے کر داخل ہوا۔ سلام دعا کے بعد بولا ''صاحب جی، کھانا حاضر ہے''۔ کھانا کھانے کے بعد ہم دیر تک بیتے دنوں کو یاد کرتے رہے۔ کبھی چہرے مسکراہٹوں سے کھل اٹھتے، کبھی پلکیں بھیگنے لگتیں۔

پھر بات کا رخ بدلتے شاہ صاحب نے بتایا کہ کچھ عرصہ پہلے ان کی بیگم داغ مفارقت دے گئی تھیں، اس لئے ایک بار پھر لذت یکتائی سے دوچار ہوں۔ ویسے الحمدللہ میرے چار بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ تین بیٹوں اور بیٹی کی شادی کر چکا ہوں، ان دنوں چھوٹے بیٹے کی شادی کی تیاری ہے۔ بڑے تینوں بیٹے مختلف شعبوں میں امتیازی عہدوں پر فائز ہیں، لیکن چھوٹا بیٹا اپنا کاروبار چلا رہا ہے۔

میں نے ان کی شریک حیات کی جدائی پر اظہار ہمدردی کیا اور بیٹوں کے مصروف کار ہونے پر انہیں مبارکباد دی۔

لیکن میرے خوشی کے اظہار پر وہ خاموش رہے۔ قدرے توقف کے بعد بولے ''ریٹائرڈ زندگی گزار رہا ہوں۔ پنشن پر گزارہ ہے۔ گھر کے تمام بل خود ادا کرتا ہوں۔ باقی ماندہ ادویات پر خرچ ہو جاتے ہیں اور کچھ.....'' وہ کہتے کہتے رُک گئے۔ میں نے اس وقت ان سے کوئی سوال کرنا مناسب خیال نہ کیا۔

میں نے ان قریب بیٹھتے ہوئے محتاط انداز میں غلام فرید کی رحلت کا ذکر کیا تو وہ آبدیدہ ہو گئے۔ کہنے لگے ''مجھے اس خبر کا علم نہیں تھا۔ یار کیا خوب شخص تھا غلام فرید اب کہاں ڈھونڈیں اسے''

پھر آزردہ خاطر گویا ہوئے، ''وہ فرید ہی تھا، جس نے آپ سے میری ملاقات کرائی اور آج وہی فرید ہے، جس کی موت نے آپ کو میری یاد دلائی۔''

پھر انہوں نے غلام فرید کے لئے دعائیہ کلمات کہے۔ غلام فرید کے ذکر نے ماحول کو افسردہ بنا دیا تھا۔ اس اثنا میں باؤ چائے لے آیا تھا۔

چائے پینے کے بعد شاہ صاحب کہنے لگے، آئیں میں آپ کو اپنا گھر دکھلاؤں۔ پھر انہوں نے اپنے خوبصورت گھر کی سیر کرائی۔ چار بیڈ روم گراؤنڈ فلور پر اور چار فرسٹ فلور پر تھے۔ صحن میں گھاس کے تختہ کے گرد پھلواری میں، کئی انواع کے بیش رنگ پھول کھلے تھے۔ چلتے چلتے یکا یک، شاہ صاحب رک گئے میری طرف دیکھ کر بولے، کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں نے اتنا بڑا پورچ کیوں بنوایا ہے؟۔''

''اس لئے شاہ صاحب کہ ماشاء اللہ آپ کا گھر آٹھ بیڈ روم پر مشتمل ہے۔ اس تناسب سے پورچ میں چار چھ گاڑیوں کے کھڑا ہونے کی گنجائش تو ہونی چاہیے۔'' میں نے اپنی صوابدید کے مطابق جواب دیا۔

''نہیں، وقار صاحب نہیں، یہ بات نہیں۔''

''تو پھر کیا بات ہے، خود ہی پردہ اٹھایئے۔'' میں نے مسکرا کر پوچھا۔

''جب میرے بیٹے، مجھے اس کمرے سے نکال باہر کریں گے، میں اپنا بوریا بستر پورچ میں لگا لوں گا۔'' ان کے اس غیر متوقع جواب پر میں حیرت سے ان کی طرف دیکھنے لگا۔

وہ اپنی بات کو آگے بڑھا کر بولے، ''ہاں ہاں، آپ حیران نہ ہوں، مجھے اپنی اولاد سے ایسی ہی امید ہے''۔ اولاد کے بارے میں ایسے کلمات سن کر میں پانی پانی ہوگیا۔ ''شاہ صاحب' آپ اپنی اولاد کے بارے میں ایسا گماں کیوں رکھتے ہیں، ان کے بارے میں اچھا کیوں نہیں سوچتے؟''

''اولاد میری ہے، میں انہیں خوب جانتا ہوں۔''

''آپ ان کے لئے ہدایت کی دعا کریں۔''

''میں باپ ہوں، کیوں نہیں کروں گا۔ لیکن کیا کروں، میں ان سے بہت خائف ہوں'' ان کے اس جملے سے میں ان کے اندر کا کرب محسوس کرنے لگا تھا۔ ''صاحب جی، رات کے کھانے میں کیا پسند کریں گے'' باؤ یہ جاننے کے لئے ہمارے درمیان آ کھڑا ہوا تھا۔ ''باؤ کیا پوچھ رہا ہے، وقار صاحب، جواب دیں''۔ شاہ صاحب کے تخاطب سے بات کا رخ بدل گیا تھا۔ اور انداز بھی خوش گوار ہو چلا تھا۔

''کوئی اچھی سی ترکاری بنا لیں اور بس'' کہہ کر میں نے باؤ کو رخصت کر دیا۔ شام کے وقت خنکی کا احساس ہونے لگا تھا، ہم باغیچہ کے درمیان رکھی گئیں کرسیوں پر بیٹھ کر موسم کی خوبصورتی کا لطف لینے لگے۔ رات کھانے کے بعد محفل شعر و سخن سج گئی۔ خوبصورت اشعار، کہنے سننے کا وقت رات گئے تک جاری رہا۔ میں صبح کو فجر کے وقت اٹھا تو شاہ صاحب کا بستر خالی پایا۔ میں نے دیکھا وہ صحن میں جائے نماز پر کھڑے تھے۔ میں نے بھی وضو کیا اور نماز ادا کی۔ پھر برآمدے میں رکھی گئی ایک نشست پر بیٹھ گیا۔ شاہ صاحب نماز کے بعد چڑیوں کو دانہ ڈالنے لگے تھے۔ جو باغیچہ سے اڑ کر ان کے گرد آ بیٹھی تھیں۔ اس کام سے فراغت کے بعد وہ میرے پاس آ بیٹھے۔ مسکرا کر بولے، ''کیا ناشتہ پسند کریں گے؟''

''مگر باؤ کہاں ہے؟'' میں نے اطراف میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''وہ رات کو اپنے گھر چلا جاتا ہے، اس لئے ناشتہ میں خود ہی بناتا ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ باورچی خانے کی سمت چل دیئے۔ میں بھی ان کے ساتھ ہولیا۔ جب وہ ناشتہ بنانے لگے، میں ان کے پاس کھڑا تھا۔ میں نے دیکھا ان کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔ ''پوچھا شاہ صاحب، آپ رو رہے ہیں؟'' وہ پہلو بدل کر بولے، ''نہیں تو' ایسی بات نہیں، اک خیال سے دل بھر آیا۔ کاش آج آپ کی بھابی زندہ ہوتیں تو وہ آپ کی خدمت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتیں۔ میرا دوست ہونے کے ناطے آپ کو سامنے پا کر وہ کس قدر خوش ہوتیں۔ اس کا اندازہ نہیں ہے آپ کو۔'' یہ کہتے ان کا چہرہ آنسوؤں سے تر ہو گیا تھا۔ شاہ صاحب کی زبان سے مرحومہ بھابی کے بارے میں دل چھو لینے والی باتیں سن کر میں بھی آبدیدہ ہو گیا۔ ناشتے کے بعد میں نے اجازت چاہی تو وہ افسردہ لہجے میں بولے، ''وقار صاحب، آپ نے میرے کرب کو محسوس کیا، میری تشنگی کو جانا، میرے لئے بڑی بات ہے۔ کوئی تو ہے جو مجھے سمجھ پایا۔ اب ملاقات میں بخل نہ کیجئے گا۔ آپ نے بتایا تھا کہ آپ دو یا تین ماہ بعد کاروباری ٹور پر نکلتے ہیں۔ تو یاد رکھیے، ملتان راستے میں ہے۔ اسے نظر انداز نہ کیجئے گا۔ آپ نہیں جانتے، میں آپ کو پا کر حسرت و یاس کی کیفیت سے باہر نکل آیا ہوں۔ زندگی عود کر آئی ہے۔''

میں نے کہا ''شاہ صاحب' آپ کے ساتھ گزرے لمحات میں کیسے بھلا سکتا ہوں۔''

''شکریہ وقار صاحب جو آپ میرے بارے میں ایسا سوچتے ہیں خط لکھنا نہ بھولیئے، میں خط کا جواب دینے میں تاخیر سے کام نہیں لیتا۔''

میں نے اٹھتے ہوئے ان سے بھرپور ہاتھ ملایا اور مسکراتے ہوئے آنے والے دنوں میں دوسری ملاقات کی امنگ لئے گھر سے رخصت ہو گیا۔ واپسی پر سفر کے دوران سوچنے لگا وقت گزرنے کے ساتھ، شاہ صاحب کی زندگی میں یکسر تبدیلی آ چکی تھی۔ ایسے معلوم دیتا تھا جیسے ان کے ہاں سے ہنسی مزاح کی باتیں روٹھ گئی ہیں۔ اب ان کی جگہ سنجیدگی اور متانت نے لے لی تھی۔ اس ملاقات میں ایک بار بھی قہقہوں کا تبادلہ نہ ہو پایا تھا۔ 37 برس بعد ہونے والی ملاقات کی کچھ دل پذیر، کچھ دل گیر یادیں لئے میں آٹھ بجے شب لاہور پہنچ گیا تھا۔

اب میں جب بھی اپنا ٹور ترتیب دیتا، شاہ صاحب سے ملاقات میری اولین ترجیح ہوتی۔ ٹور پر نکلتے ہوئے یا واپسی پر ان کے ہاں ایک شب ضرور ٹھہرتا۔ اس طرح دل کی باتیں کہنے سننے کو بہت وقت میسر آ جاتا۔

2002ء کو جنوری کے اوائل دنوں میں میں اپنے ٹور کو حتمی شکل دے رہا تھا کہ شاہ صاحب کا خط ملا۔ انہوں نے برخوردار ریحان کی شادی پر بلایا تھا۔ انہوں نے لکھا کم از کم تین روز کی رخصت لے کر آ جائیں۔ کوئی معذرت نہیں چلے گی۔ انہوں نے مزید تاکید میں لکھا، بھابی کو ضرور ہمراہ لے کر آئیں۔ ان کے ارشاد کی تعمیل میں مجھے شادی کی تقریب کی خاطر اپنا پروگرام موخر کرنا پڑا۔ ریحان کیلئے ایک گفٹ پیک خریدا اور 10 مارچ کی صبح کو آٹھ بجے ملتان کے لئے روانہ ہو گیا۔

جب میں گھر پہنچا، گھر کا مرکزی دروازہ کھلا تھا۔ مہمان آ جا رہے تھے۔ خوب چہل پہل تھی۔ شاہ صاحب سفید براق شلوار قمیض پہنے، مہمانوں کو خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ مجھے سامنے پا کر، مسکراتے ہوئے والہانہ میری طرف بڑھے، گلے ملے، تپاک سے ہاتھ ملایا۔ پھر عقب میں جھانکتے ہوئے پوچھا، کیا بھابی نہیں آئیں؟'' میں نے کہا ''شاہ صاحب، شاید آپ بھول رہے ہیں میں نے آپ کو بتایا تھا کہ وہ ایک عرصہ سے صاحب فراش ہیں''۔

''اوہو، معاف کرنا یار، مجھ سے بھول ہوئی۔ اللہ ان کے حال پر رحم کرے۔'' اس اثناء میں ریحان، مسکراتے ہوئے ہمارے پاس آ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے آنے پر خوشی کا اظہار کیا۔ میں نے گلے لگا کر شادی کی مبارک باد دی۔ پھر ہم باہم ہنستے مسکراتے گھر کے اندر داخل ہو گئے۔ اس وقت چائے کا دور چل رہا تھا۔ میں نے بھی سب کے ساتھ مل کر چائے کا لطف اٹھایا۔ اس وقت ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی۔ موسم بہت خوش گوار ہو چلا تھا۔ دوسرے روز سہ پہر کو ریحان کی شادی کی تقریب شروع ہوئی۔ اہل خانہ، عزیز و اقارب دوست احباب سبھی ریحان کے گرد جمع تھے۔ اسے مبارکباد دے رہے تھے۔ شاہ صاحب بھی بنے سنورے، کریم رنگ کی شیروانی میں ملبوس ان میں شامل تھے۔ بارات روانہ ہونے لگی تو ریحان، شاندار کامدار لباس پہنے، گاڑی میں سوار ہوتے وقت یکا یک، رونے لگے۔ وہ اپنی مرحومہ والدہ کو یاد کر کے آنسوؤں کو ضبط نہ کر پائے تھے۔

بیٹے کو روتا دیکھ کر شاہ صاحب بھی آبدیدہ ہو گئے۔ پھر ہر آنکھ میں آنسو تیرنے لگے۔ اس جذباتی منظر پر میں بھی اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا۔ میری آنکھیں بھی بھیگنے لگیں۔ سوچنے لگا، مرحومہ بھابی کا کردار کیا قابل رشک تھا جو ان کی یاد میں ہر آنکھ اشکبار تھی۔

(جاری ہے)

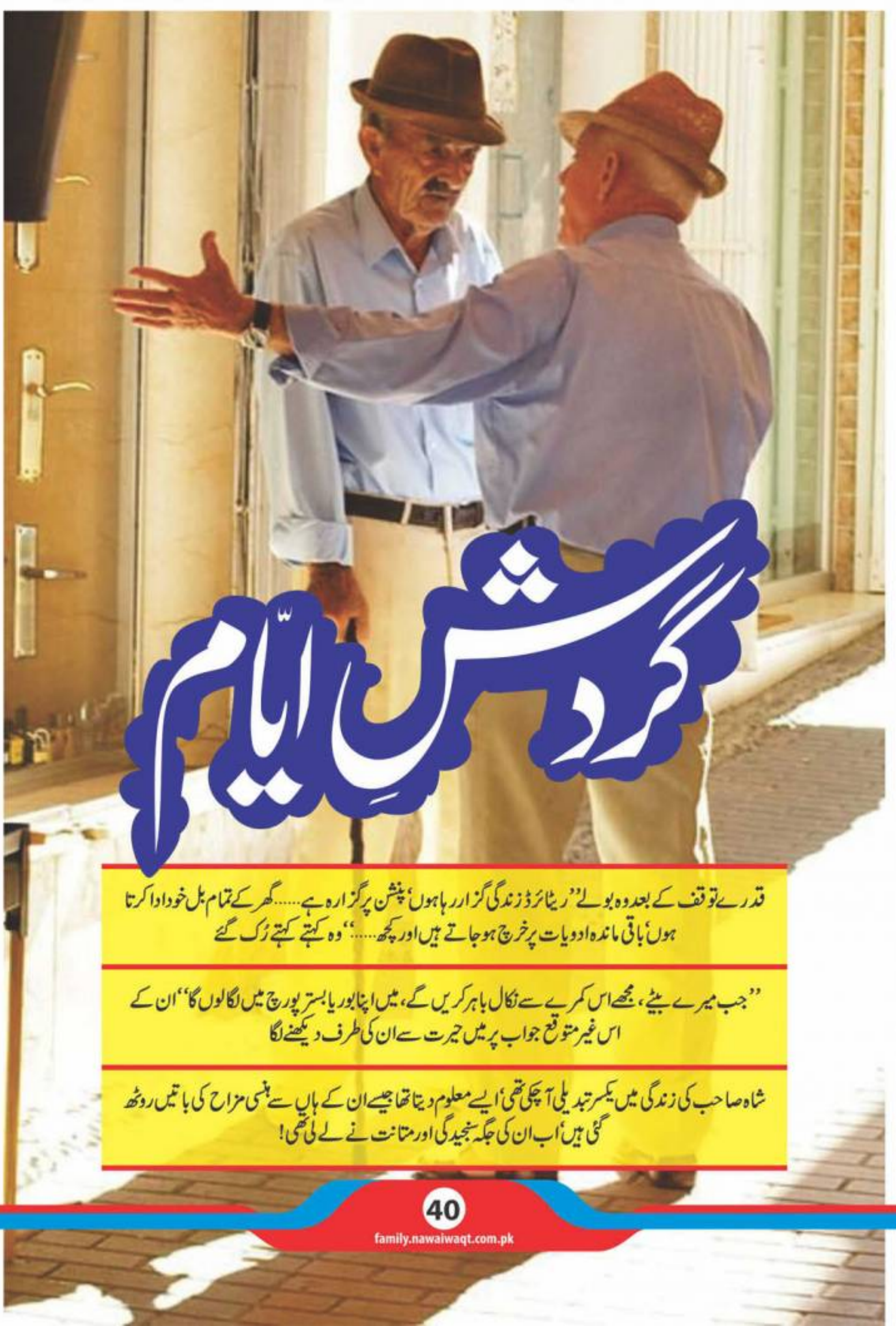

قدرے توقف کے بعد وہ بولے ''ریٹائرڈ زندگی گزار رہا ہوں' پنشن پر گزارہ ہے...... گھر کے تمام بل خود ادا کرتا ہوں' باقی ماندہ ادویات پر خرچ ہو جاتے ہیں اور کچھ......'' وہ کہتے کہتے رُک گئے

''جب میرے بیٹے، مجھے اس کمرے سے نکال باہر کریں گے، میں اپنا بوریا بستر پورچ میں لگا لوں گا'' ان کے اس غیر متوقع جواب پر میں حیرت سے ان کی طرف دیکھنے لگا

شاہ صاحب کی زندگی میں یکسر تبدیلی آ چکی تھی' ایسے معلوم دیتا تھا جیسے ان کے ہاں سے ہنسی مزاح کی باتیں روٹھ گئی ہیں' اب ان کی جگہ سنجیدگی اور متانت نے لے لی تھی!

پی ٹی وی ہوم کے جنرل منیجر ملک خالد لطیف تقریب کا افتتاح کرتے ہوئے

ڈرامہ نگار، ڈائریکٹر اور فنکار حاجی سلیم قریشی کا انتقال

ڈرامہ فیسٹیول کا خوبصورت کھیل ہم ایک ہیں

ٹیکسلا میں ایک یادگار ادبی تقریب

■ محمد الیاس اعوان

پی ٹی وی کے کنٹرولر پلاننگ ڈاکٹر محمد فاروق حیدر کا شمار پی ٹی وی کے بہترین دماغوں میں ہوتا ہے، ہمیشہ پی ٹی وی کی بہتری کیلئے کوشاں رہتے ہیں۔انہوں نے ایک خصوصی ملاقات میں بتایا کہ ڈائریکٹر پروگرامز اورنگ زیب آفریدی بہت اچھے انسان اور شعبہ پروگرام کی بہتری کیلئے ہردم مصروف رہتے ہیں۔پی ٹی وی ناظرین کیلئے نت نئے اور رنگ برنگے پروگرام لا رہا ہے، پی ٹی وی کی یہ ہمیشہ سے کوشش ہے کہ ناظرین کو ایسے پروگرام اور ڈرامے دے جن سے معاشرے میں اچھی سوچ اور مثبت فکر پیدا ہو سکے کیونکہ قومی چینل ہونے کے ناطے پی ٹی وی کی ذمہ داریاں زیادہ بنتی ہیں۔ ہماری بھرپور کوشش ہے کہ ہم نئی نسل کے اچھے اخلاق کی اس طرح تربیت کریں کہ وہ آگے چل کر ملک وقوم کیلئے بہتر ثابت ہوں کیونکہ نئی نسل ہی ہماری قوم کا درخشاں مستقبل ہے اس کی اچھی تربیت انتہائی ضروری ہے۔پی ٹی وی آج بھی سب سے زیادہ دیکھا جانیوالا چینل ہے اس کے ڈرامے آج بھی لوگوں کے دلوں کی دھڑکن بنتے ہیں۔پی ٹی وی بھی اپنے پروگراموں کو نئے دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کر رہا ہے اور اس حوالے سے شعبہ پلاننگ بہترین پلاننگ کر رہا ہے اور پی ٹی وی کے ایم ڈی بھی اس شعبے کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اس کی بہترین کارکردگی سے مطمئن ہیں۔

سنگ تراشوں کے دیس ٹیکسلا میں ایک شہزادہ کوٹلی آزاد کشمیر سے آیا اور اس دیس میں رہائش اختیار کی، وہ آزاد کشمیر کے پہلے فنکار تھے جنہوں نے باقاعدہ پروڈکشن کیلئے اپنا ادارہ پہاڑی وڈ پروڈکشن کے نام سے بنایا اور سو سے زائد ٹیلی فلمیں، سیریلز اور مزاحیہ پروگرام بنائے جی ہاں ہم معروف پروڈیوسر، ڈائریکٹر اور صحافی حاجی سلیم قریشی کی بات کر رہے ہیں جو گزشتہ دنوں انتقال کر گئے تھے۔وہ گردوں کے عارضے میں مبتلا تھے اور ان کے ڈائیلیسز ہفتے میں دو بار ہو رہے تھے۔ان کے آخری ڈرامے ''چھومنتر'' کی ابتدائی 20 اقساط ہی تیار ہوئی تھیں۔اس سیریل کو انہوں نے مختلف چینلز پر چلانے کی بات کی مگر کوئی بھی چینل انہیں مطلوبہ معاوضہ نہ دے سکا،اس کے بعد وہ چھوٹے چھوٹے ڈرامے اور شارٹ سٹوریز پر کام کرتے رہے خاص طور پر انہیں لوگوں کو ہنسانے کا بہت کریز تھا، دو تین سال قبل انہوں نے راولپنڈی اسلام آباد کے فنکاروں کو ماہانہ معاوضے پر بھی رکھا، پریس کلب کے مختلف عہدے بھی ان کے پاس رہے، ٹیکسلا سے اپنا اخبار بھی نکالتے رہے جس میں مقامی فنکاروں کو بہت پروموٹ کرتے تھے۔ان کا ایک جنازہ ٹیکسلا میں ہوا اور شدید بارش کے باوجود بھی سینکڑوں لوگ جنازے میں آئے لیکن وہ فنکار جن کی وہ ساری زندگی خدمت کرتے رہے دم بھرتے رہے وہ نہ تو بیماری کی حالت میں ملنے آئے اور نہ ان کے جنازے میں شریک ہوئے۔ان کا اپنا چینل پہاڑی وڈ کے نام سے تھا، ٹیکسلا میں ہوٹل بھی کھول رکھا تھا۔ان کی موت پر فنکار طبقہ خاص طور پر ٹیکسلا بہت اداس ہے۔ان کے قریبی دوست صحافی اور فنکار رشید مغل نے کہا حاجی سلیم قریشی انسانوں سے پیار کرنیوالے انسان تھے، وہ اپنے ڈراموں اور ٹیلی فلموں میں ہمیں بھی کام کرنے کا موقع دیتے تھے قائدانہ صلاحیتوں کے مالک تھے انکی کمی بہت محسوس ہوگی۔زمان ملک دکھ سے بولے وہ گریٹ انسان تھے، فنکاروں کا بہت خیال رکھتے تھے جب انہوں نے ہوٹل کھولا تو جو بھی فنکار ہوٹل پر آتا اس کی خوب خدمت کرتے وہ ان سے پیسے بھی نہیں لیتے تھے۔میں نے ان کی ڈرامہ سیریل ''چھومنتر'' میں تین مختلف کردار کئے وہ مجھ سے بہت کام لینا چاہتے تھے لیکن موت نے انہیں مہلت نہ دی۔انہوں نے پی ٹی وی کے ڈرامے ''جاگتی آنکھوں کے خواب'' میں بھی کام کیا تھا، جذباتی ایکٹنگ بہت اچھی کر لیتے تھے۔وہ آخری لمحے تک مختلف پروگرام شوٹ کرتے رہے، ان کے ہوٹل پر فنکاروں، صحافیوں اور سیاستدانوں کا میلہ لگا رہتا تھا۔وہ بہت یاد آئیں گے۔سائل بٹ بولے وہ ٹیکسلا اور واہ کے اچھے فنکار اور اچھے صحافی تھے، میں نے ایک دو بار ان سے خصوصی ملاقات بھی کی۔خلیل نور کہنے لگے حاجی سلیم ایک بڑا انسان اور ایک اچھا فنکار تھا۔انجم حبیبی بولے کرونا کے دوران ان کی ڈرامہ سیریل میں کام کیا، اچھے انسان تھے۔شہزادہ غفار گویا ہوئے ''چھومنتر'' کا مرکزی کردار حاجی سلیم نے کیا اور کیا خوب کیا تھا، وہ اچھے فنکار، اچھے دوست اور اچھے صحافی بھی تھے۔

فرزند پوٹھوہار حمید بابر اور ملکہ پوٹھوہار شہناز خان نے بھی حاجی سلیم قریشی کی موت پر گہرے دکھ کا اظہار کیا۔پروڈیوسر نسیم احمد عارف بولے حاجی سلیم قریشی اچھا فنکار اور اچھا پروڈیوسر تھا، میں نے انہیں الیاس اعوان کے لکھے ڈرامے ''جاگتی آنکھوں کے خواب'' میں ایک غریب مظلوم باپ کا کردار دیا تھا جو انہوں نے بہت اچھا کیا تھا۔وہ میرے ساتھ مل کر میگا ڈرامہ سیریل بھی کرنا چاہتے تھے ان کی موت کا گہرا دکھ ہے۔امجد چودھری بولے میں نے حاجی سلیم قریشی کے ساتھ کام تو نہیں کیا مگر وہ انسان بہت اچھے تھے، انہوں نے ''چھومنتر'' کے ذریعے کرونا کے دوران فنکاروں کے چولہے جلائے رکھے۔

باطن فاروقی کے بیٹے کی اس دن بارات تھی جس دن حاجی سلیم قریشی فوت ہوئے۔وہ بولے پیارا انسان تھا، شوق میں فنکار بھی بنا تھا لیکن وہ ڈائریکٹر اچھا تھا اور فنکاروں کی مدد بھی کرتا تھا، فنکاروں سے مل کر بہت خوش ہوتا تھا اور انہیں اپنی جیب سے کھانے کھلاتا تھا۔

حاجی سلیم کا بڑا جنازہ ان کے آبائی علاقے کوٹلی آزاد کشمیر میں ہوا جہاں ہزاروں لوگوں نے شرکت کی۔اس موقع پر کوٹلی کے صحافی اور فنکار الطاف ملک نے ان کا خصوصی انٹرویو بھی چلایا۔الطاف ملک نے کہا حاجی سلیم کے ساتھ بہت کام کیا وہ ہمیشہ نئے فنکاروں پر شفقت بھرا ہاتھ رکھتے تھے، میں جب بھی ان سے ملنے ٹیکسلا آتا وہ مجھے دو تین دن روک کر رکھتے، مجھ سے ڈراموں کا ایک دو آئیڈیا لیتے اور میری خوب خاطر مدارت کرتے، وہ جب پیسے والے تھے فیلڈ میں کام کر رہے تھے تو فنکار دن رات ان کے قدموں میں بیٹھے رہتے تھے جب بیمار ہوئے تو کسی فنکار نے انہیں نہیں پوچھا حالانکہ وہ فنکاروں کی مدد کرنیوالے انسان تھے۔ آزاد کشمیر کی درجنوں ثقافتی تنظیموں نے بھی حاجی سلیم قریشی کی موت پر گہرے دکھ کا اظہار کیا۔آزاد کشمیر کے معروف فنکار و صحافی شہزاد راٹھور اور فنکار طالب ایچ مغل نے بھی حاجی سلیم کی وفات پر گہرے صدمے کا اظہار کیا اور کہا کہ انہوں نے بہت کام کیا۔

پروفیسر امجد اقبال اسلام آباد کے ایک کالج میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ملک کے بڑے دانشوروں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔انہوں نے کرنل ڈاکٹر اسد محمود خان کی خدمات اور تصانیف پر ایک کتاب ''تحقیق کی قوس قزح'' لکھی جسے ادبی حلقوں میں سراہا جارہا ہے۔پروفیسر امجد اقبال نے بڑے دلنشیں انداز سے اسد محمود خان کی مختلف تخلیقات پر گفتگو کی ہے، ان کی ہر کتاب پر مختصر مگر جامع تبصرہ بھی کیا ہے اس طرح پروفیسر امجد اقبال نے گویا دریا کو کوزے میں بند کیا ہے اور ان کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔اس کتابچے میں اسد محمود خان کی جن تصانیف پر تبصرہ کیا گیا ہے ان میں کاکول پریڈ، لاف ٹمن، کیپ تان، آلھنا، آئینے کے پیچھے تصویر، نیم واکھڑکی میں جلتا چراغ، دشت میں پاؤں، بارشوں کے جنگل میں، حاضری، میں ماں اور خدا، پیاری حلیمہ، ناول چیشی اور دیگر شامل ہیں۔

سنگتراشوں کی سرزمین ٹیکسلا میں ہونے والی خوبصورت تقریب کی دو خاص باتیں بہت اہم تھیں۔پہلی بات اس میں ممتاز ادیب اور دانشور ڈاکٹر اسد محمود خان نے خصوصی طور پر شرکت کی جس سے تقریب کا حسن دوبالا ہوگیا۔دوسرا اس پروگرام کی صدارت اختر رضا سلیمی جیسے معروف قلم کار، شاعر اور ناول نگار نے کی۔ صاحبان تحریک وتحسین میں سعید گل، ڈاکٹر اسد محمود خان، ظفری پاشا اور محمد عارق جیسی شخصیات موجود تھیں جبکہ مضامین پڑھنے والوں میں رضوانہ نور، مظہر حسین سید، امجد اقبال اور لیاقت خان شامل تھے۔ نظامت صدام فدا نے سرانجام دی۔پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن پاک اور نعت سے ہوا۔مظہر حسین سید نے شاعر و ادیب محمد عارف پر خوبصورت مضمون پڑھا، مظہر حسین سید الفاظ کا چناؤ کرنے میں مہارت رکھتے ہیں، محمد عارف کو اسٹیج پر بلایا گیا تو انہوں نے وہاں اپنا افسانہ پڑھنا شروع کر دیا۔پروفیسر امجد اقبال نے ڈاکٹر اسد محمود خان کے فن، شخصیت، ناولوں، افسانوی مجموعوں اور سفرناموں پر مدلل انداز سے روشنی ڈالی لیکن لگتا تھا انہوں نے بھرپور تیاری نہیں کی تھی حالانکہ وہ تو بولنے میں بہت ماہر ہیں اور ڈاکٹر اسد محمود کی شخصیت اور ادبی خدمات پر گھنٹوں بول سکتے ہیں۔ڈاکٹر اسد محمود خان نے اسٹیج پر آکر خود بھی متاثر کن گفتگو کی۔ایسے لوگ ایسی محفلوں کی جان ہوتے ہیں۔ بلاشبہ ڈاکٹر اسد محمود خان ادبی دنیا کی ایک قدآور شخصیت ہیں۔رضوانہ نور نے سعید گل کے افسانوی مجموعے پر ایک بھرپور تبصرہ پیش کیا جس میں ادبی رنگ بھی موجود تھا۔بلاشبہ وہ مستقبل کی اچھی افسانہ نگار اور نقاد ہیں۔ لیاقت خان نے بھی خوبصورت مضمون پڑھا۔افسانہ نگار ظفری پاشا کے افسانوں کا تذکرہ بھی دلکش انداز سے ہوا اور ظفری پاشا نے خود بھی پرانی یادوں کو دلکش انداز سے دہرایا۔عظیم ناول نگار اور افسانہ نگار اختر رضا سلیمی جو صدارت کر رہے تھے جب تالیوں کی گونج میں ڈائس پر آئے تو گفتگو سے حاضرین کے دل موہ لئے۔انہوں نے کہانی کی تاریخ بھی دلچسپ پیرائے میں پیش کی۔تقریب میں معروف شاعر عامر آزاد اور ذاکر بھی موجود تھے۔

راولپنڈی آرٹس کونسل میں فنکاروں اور عام لوگوں کی خواہش پر ڈرامہ فیسٹیول شروع ہو چکا ہے۔اس ہفتے اس سلسلے کے پہلے کھیل ''ہم ایک ہیں'' کا تذکرہ کریں گے جسے ممتاز صحافی و ادیب رفعت علی قیصر نے لکھا اور پیش کیا۔یہ انتہائی خوبصورت اصلاحی ڈرامہ ہے اور ایسے ڈراموں کی ہمارے معاشرے کو ضرورت ہے کیونکہ ہم اس وقت طبقوں میں بٹے ہوئے ہیں، ہمارے درمیان فاصلوں کی خلیج حائل کر دی گئی ہے اور اس سے دشمن فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ راولپنڈی میں شدید بارش کے باوجود خاصے لوگ ڈرامہ دیکھنے آئے، اس ڈرامے کے منتظم اعلیٰ چودھری محمد آزاد تھے جبکہ حب الوطنی پر مبنی ڈرامہ ماس میڈیا لنک اور راولپنڈی آرٹس کونسل کی مشترکہ پیشکش تھا۔اس کے فنکاروں میں فرزند پوٹھوہار کامیڈی کنگ حمید بابر، فاروق جانی، ولدار خان، سلیم آفندی، سپنا شاہ، شاہین کاظمی، شہزادی خان، سحر رانا، علی ندیم شوکت، وحید منہاس، نصیر احمد خواجہ اور دیگر شامل ہیں۔سب نے اپنے اپنے انداز سے اچھی اداکاری کی اور اس خوبصورت فکر انگیز پلے میں مزید جان ڈالی۔ ڈرامے کے رائٹر اور ہدایتکار رفعت علی قیصر نے ڈرامے کے حوالے سے بتایا اپنے منہ میاں مٹھو بننا اچھا نہیں لگتا لیکن جو ہمارا موضوع حالات حاضرہ کے حوالے سے تھا وہ صوبائی یکجہتی پر مبنی تھا کہ امن اور خوشحالی کا دور تبھی آسکتا ہے جب سارے صوبے مل کر چلیں۔سیاست سے بالاتر ہو کر صرف پاکستان کی بقا اور سلامتی کے لئے سوچا جائے۔ہم نے اپنے حصے کا کام کر دیا ہے اور اس پلے کو پورے ملک میں اسٹیج کیا ہے ہر جگہ لوگوں نے ہمارے ہاتھ چومے ہیں آگے ججز کی مرضی ہے۔بلاشبہ ''ہم ایک ہیں'' ایک منفرد اور فکر انگیز ڈرامہ تھا۔

جیسا کہ گزشتہ کالم میں لکھا تھا پی ٹی وی ایک بار پھر تبدیلیوں کی زد میں ہے۔اقبال حسین بھٹی نے اے جے کے سنٹر جسے مردہ سنٹر بھی کہا جاتا تھا اس کے مردہ تن میں جان ڈالی اور اسے کامیاب ترین سنٹرز کے برابر لا کھڑا کیا۔انتہائی کم وسائل اور انتہائی کم لوگوں کے باوجود اس سنٹر سے انتہائی کامیاب ترین ڈرامے، دستاویزی فلمیں، شوز، بچوں کے پروگرام، سیاسی پروگرام اور میوزک پروگرام کئے ہیں ایسے جی ایم کو ادھر ادھر کرنا ناانصافی ہے کوئی دوسرا اس سنٹر کو اس طرح نہیں چلا سکتا۔ فی الحال اقبال حسین بھٹی اسی سنٹر پر کام کریں گے، پی ٹی وی ہیڈ کوارٹرز سے کنٹرولر پریذینٹیشن شاہد محمود چیمہ کو اے جے کے سنٹر کا جنرل منیجر بنا کر بھیجا گیا ہے، وہ پی ٹی وی ہوم پر بطور ایگزیکٹو پروگرام منیجر بھی خدمات سرانجام دے چکے ہیں اور ان کا شمار محنتی اور شریف لوگوں میں ہوتا ہے ان کی جگہ پی ٹی وی ہیڈکوارٹرز کے کنٹرولر آرکائیوز سہیل اشرف کو کنٹرولر پریذینٹیشن لگایا گیا ہے۔

پشتو فلموں کے مشہور اداکار جہانگیر خان اور آصف خان نے ایک محفل میں پی ٹی وی کے معروف سابقہ پروڈیوسر فاروق عباس راجہ سے خصوصی ملاقات کی اور پرانی یادوں کو تازہ کیا۔انہوں نے ان سے اپنے آئندہ پروجیکٹس کے حوالے سے بات کی اور دونوں نے انہیں یقین دلایا کہ ان کی جہاں بھی ضرورت پڑی وہ حاضر ہیں۔اس موقع پر لطیف شیخ، رفعت علی قیصر، انجم حبیبی، سلیم آفندی اور دیگر فنکار بھی موجود تھے اور یہ ملاقات راولپنڈی آرٹس کونسل میں ہوئی۔

گوجرخان میں بھی ایوارڈ شو ہوا جس میں راولپنڈی اسلام آباد کے درجنوں پوٹھوہاری فنکاروں کو ایوارڈ دیئے گئے۔اس سے پہلے شہزاد بپو نے بھی راولپنڈی آرٹس کونسل میں کامیاب ایوارڈ شو کیا تھا، اب ایک فنکار نے بھی ایوارڈ شو کروانے کا اعلان کیا ہے۔ایوارڈز کا یہ سیزن اچھا جا رہا ہے۔

پی ٹی وی شعبہ پلاننگ اپنا حق ادا کر رہا ہے، کنٹرولر پلاننگ

شاہد محمود چیمہ اے جے کے ٹی وی مظفر آباد کے نئے جی ایم

پروفیسر امجد اقبال کا ڈاکٹر اسد محمود کی تخلیقات پر منفرد کتابچہ

باطن فاروقی کے بیٹے کی شادی کے موقع پر فنکاروں کا دولہا اور باطن فاروقی کیساتھ گروپ فوٹو

اے جے کے ٹیلی ویژن کے نئے جنرل منیجر شاہد محمود چیمہ پروگرام منیجر غضنفر عبداللہ اور دیگر کے ہمراہ

ممتاز ادیب ڈاکٹر اسد محمود خان اختر رضا سلیمی سے سند لیتے ہوئے

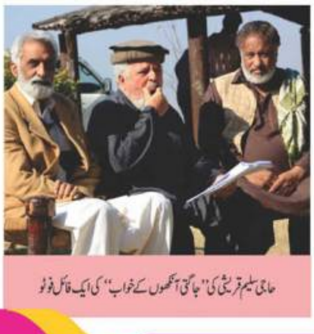

حاجی سلیم قریشی کی ''جاگتی آنکھوں کے خواب'' کی ایک فائل فوٹو

راولپنڈی آرٹس کونسل میں ڈرامہ فیسٹیول کا ایک منظر

راولاکوٹ کے دو فنکار عاقب شاعر اقبال پاشا الیاس اعوان اور پروگرام منیجر غضنفر عبداللہ خان کے ہمراہ

خود پر کسی گلوکار کی چھاپ نہیں لگنے دی

میوزک میرا اوڑھنا بچھونا رہا ہے

معروف گلوکار فاروق شاد سے خصوصی گفتگو

وقار اشرف
washraf77@gmail.com

فاروق شاد کا شمار معروف گلوکاروں میں ہوتا ہے جنہوں نے ملی نغمے، ترانے، غزلیں اور فلمی گانے بہت بڑی تعداد میں گائے ہیں۔ سو سے زائد فلموں میں پلے بیک گلوکاری کر چکے ہیں اور پاکستان میں کسی ایک فلم میں سب سے زیادہ گانے کا اعزاز انہیں حاصل ہے۔ ان کا سکول میں نعتیں پڑھنے سے لے کر پلے بیک سنگر بننے تک کا سفر خاندانی دباؤ کی وجہ سے بہت زیادہ مشکلات اور دشواریوں سے دوچار رہا لیکن انہوں نے ہار نہ مانی اور میوزک کو اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا۔ اب انکی بیٹی نوفل راؤ بھی بہت اچھا گا رہی ہیں اور وہ نہ صرف انکی بھرپور حوصلہ افزائی کر رہے ہیں بلکہ ان کے خواب کو پورا کرنے میں بھرپور مدد بھی کر رہے ہیں۔ فاروق شاد سے ایک نشست میں ان کے کیریئر، بطور کامیاب گلوکار اور اس سفر میں پیش آنیوالی مشکلات کے حوالے سے ہونیوالی گفتگو پیش کی جا رہی ہے۔

فاروق شاد نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے بتایا کہ میرا راؤ برادری سے تعلق ہے اور جڑانوالہ کا رہنے والا ہوں۔ ایک بار بچپن میں جڑانوالہ کی مسجد میں نعت پڑھی تو لوگوں نے کہا تمہاری آواز بہت اچھی ہے، پھر میں نے یہ سلسلہ جاری رکھا، مسجد میں اذان بھی دینا شروع کر دی اور نعت بھی وقتاً فوقتاً پڑھنے لگا، لوگوں نے میری آواز کو پسند کرنا شروع کر دیا لیکن اس وقت تک میرا گانے کی طرف رجحان نہیں تھا نہ اس چیز کی اتنی سمجھ تھی ہاں جب ریڈیو پر فلم کی کوئی ریکارڈنگ یا ٹریلر چلتا تو اسے بغور سنتا تھا، ریڈیو پر جب محمد رفیع، لتا اور دوسرے گلوکاروں کے گانے چلتے تو انہیں بغور سنتا تھا، مجھ میں سُر تو اللہ نے پیدائشی رکھا تھا، محمد رفیع کے گانے یاد کر کے گانے شروع کر دیے تو لوگوں نے کہا تمہاری آواز محمد رفیع سے بہت ملتی ہے جس کے بعد میں نے اور محنت کرنا شروع کر دی۔ محلے کے لوگ مجھے روک روک کر گانے سنا کرتے تھے۔ نویں جماعت میں گیا تو بزم ادب میں حصہ لینا شروع کر دیا جس پر بہت زیادہ داد ملی پھر اساتذہ کے کہنے پر اسمبلی میں قومی ترانہ پڑھنا شروع کر دیا۔ ایک دفعہ سکول میں نعت خوانی کا مقابلہ ہوا تو اس میں حصہ لیا جو اگرچہ جیت تو نہ سکا لیکن لوگوں کو پتہ ضرور چل گیا۔ اگرچہ سکول سے باہر لوگ مجھ سے روک روک کر گانے سنا کرتے تھے لیکن اس وقت تک مجھے ذاتی طور پر نعت خوانی کا ہی شوق تھا اور یہی میرا جنون تھا جب لوگوں نے بطور گلوکار زیادہ پسند کرنا شروع کیا تو گانے کی طرف زیادہ رجحان ہو گیا اور باقاعدہ محفلوں میں گانا شروع کر دیا۔ میٹرک کے بعد 80ء کی دہائی میں سی کام اور ڈی کام کیا اور اس وقت پاکستان میں کامرس ایجوکیشن نئی نئی متعارف ہوئی تھی، اس دوران بھی موسیقی ساتھ ساتھ چلتی رہی۔ ڈی کام کے بعد گورنمنٹ کالج آف کامرس فیصل آباد سے بی کام کرنے لگا۔ بی کام فائنل ایئر کے دوران پنجاب بھر میں کالج کی سطح پر ملی نغموں کے ایک مقابلے کا اعلان ہوا جس میں کالج کی طرف سے حصہ لیا اور "ملت کا پاسبان ہے محمد علی جناح ہے" گایا جو مسعود رانا نے گایا ہوا تھا۔ کالج میں میری پہلی پوزیشن آ گئی حالانکہ اس وقت تک میں بہت زیادہ شرمیلا تھا۔ کالج کی سطح پر جیتنے کے بعد ڈویژن کی سطح پر حصہ لیا اور وہاں بھی یہی ملی نغمہ گایا اور جیت گیا۔ اس وقت تک گھر والے میرے گانے کے بہت زیادہ خلاف تھے کیونکہ میرا تعلق راؤ راجپوت برادری سے ہے جہاں موسیقی کو ممنوع اور اس پیشے کو باعزت روزگار کا ذریعہ نہیں سمجھا جاتا تھا لیکن اس کے باوجود میں ڈٹا رہا اور ہار نہ مانی کیونکہ میرے اندر ایک منچلا فنکار موجود تھا اور میں نے یہ کام کرنا تھا۔ ڈویژن کی سطح پر جیتا تو مجھے بہت زیادہ عزت ملی اور انعامات سے نوازا گیا جس کے بعد میرے والد نے بھی میری تھوڑی سی حوصلہ افزائی کی ورنہ پہلے وہ میرے گانے کے سخت خلاف تھے تاہم انہوں نے ساتھ یہ بھی کہا کہ اپنی پڑھائی پر زیادہ توجہ دو۔ ڈویژنل سطح پر جیتنے کے بعد چودہ اگست پر صوبائی سطح پر مقابلے کا اعلان ہوا تو گورنمنٹ کالج لاہور میں صوبائی سطح کے مقابلے ہوئے جہاں سجاد حسین قریشی مہمان خصوصی تھے، فلم انڈسٹری کے لوگ بھی وہاں بطور جج موجود تھے۔ پنجاب بھر کے ڈویژنز سے جیتنے والے یہاں آئے ہوئے تھے، میں نے بہت زیادہ دعائیں کیں کہ سرخرو ہو جاؤں۔ وہاں ایک روز قبل میں نے زندگی میں پہلی بار میوزیشنز کیساتھ فل ڈریس ریہرسل کی تھی اور اس کے بعد میوزیشنز نے بھی کہا تھا کہ تمہاری آواز بہت اچھی ہے کوئی نہ کوئی پوزیشن ضرور آئے گی۔ خیر اگلے روز شام کو مقابلہ تھا اور رات کو بہت دیر سے میری باری آئی اور میں بیٹھ بیٹھ کر تھک چکا تھا لیکن اللہ کا نام لے کر سٹیج پر چڑھ گیا اور وہاں بھی "ملت کا پاسبان ہے محمد علی جناح ہے" گایا، ہال میں موجود لوگوں کی تالیاں بتا رہی تھیں کہ میں نے واقعی اچھا گایا ہوگا۔ جب پوزیشنز کا اعلان ہوا تو بہاولپور ڈویژن کا تیسرا نمبر آیا پھر دوسرے نمبر پر راولپنڈی آیا اور جب پہلی پوزیشن کیلئے گورنمنٹ کالج آف کامرس فیصل آباد سے فاروق شاد کا نام پکارا گیا تو میری آنکھوں میں آنسو آ گئے، میں اسٹیج پر گیا تو مجھے سونے کا تمغہ پہنایا گیا، اس وقت میرے ذہن میں صرف والد صاحب تھے جو مجھے گانے سے منع کیا کرتے تھے۔ میرا ایک دوست ریاض جڑانوالہ سے مجھے لینے کیلئے آیا ہوا تھا، میری سادگی کا یہ عالم تھا کہ میں نے وہ گولڈ میڈل باکس سے نکال کر شلوار کی جیب میں رکھ لیا تھا، میں نے جب دوست ریاض کو بھی شلوار کی جیب سے نکال کر وہ گولڈ میڈل دکھایا تو اسکی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے اور کہا تمہیں پتہ ہی نہیں ہے کہ تم کیا کتنا بڑا کام کر لیا ہے۔ خیر میں نے جڑانوالہ گھر پہنچ کر گولڈ میڈل والد کو پہنایا تو وہ بھی بہت خوش ہوئے۔ پھر کالج والوں نے میرے اعزاز میں بہت بڑی تقریب کی جس میں شرکت کیلئے میرے لئے فیصل آباد سے گاڑی بھیجی گئی اور تقریب میں وہی گولڈ میڈل پرنسپل نے میرے والد کے گلے میں پہنایا تو اس دن والد نے مجھے کہہ دیا کہ اب سے تمہیں گانے کی اجازت ہے۔ اس کے بعد میں نے ہارمونیم خریدنے کیلئے ایک چھوٹی سی جاب کی اور ہارمونیم خریدا۔ جڑانوالہ سے ایک نوجوان الیاس انجم نے پی ٹی وی پر پہلی بار پرفارم کیا تھا اور میں اسے ڈھونڈتے ڈھونڈتے اس کے گھر پہنچ گیا اور اس سے گانا سیکھنے کے بارے میں بات کی تو وہ مجھے اُستاد برکت مسیح کے پاس لے گیا جو نابینا تھے۔ اُستاد برکت مسیح سے میں نے باقاعدہ راگ سیکھنا شروع کر دیے۔ راگ بھیروں سے آغاز کیا پھر ایک دو دفعہ راگ بھیروں میں اذان بھی پڑھی۔ بی کام کی فیئرویل پارٹی میں فیصل آباد کا ایک مشہور میوزیکل گروپ "دی گلائیڈرز" آیا اور مجھے بھی سٹیج پر مدعو کیا گیا تو وہاں میں نے محمد رفیع کا گانا "تو اس طرح سے میری زندگی میں شامل ہے" گایا جسے بہت زیادہ پسند کیا گیا، وہ میری گروپ کیساتھ پہلی پرفارمنس تھی جس سے میرا مزید حوصلہ بڑھا۔ امتحان کی تیاری کے دوران ایک روز میں ٹیوشن پڑھنے جا رہا تھا کہ خالصہ کالج میں پروگرام ہو رہا تھا اور میں کھڑا ہو کر سننے لگا۔ وہاں ایک بالکل نیا گروپ پرفارم کر رہا تھا اور میں نے ان لڑکوں کو دیکھ لیا۔ اگلے دن میرے کمرے میں ایک لڑکا کامران سندھو آیا جو اسی گروپ کا لیڈر تھا اس نے بتایا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ کے پاس لاہور سے کوئی گیس پیپر آیا ہے۔ میں بھی اس سے ملنا چاہ رہا تھا اور اللہ نے کیسے اس کا وسیلا بنا دیا۔ میں نے کامران کو بتایا کہ مجھے بھی گانے کا شوق ہے اور آپ نے نیا نیا گروپ بنایا ہے مجھے بھی اس میں رکھ لیں۔ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے ہم نے 14 اگست کیلئے ایک پروگرام کرنا ہے آپ بھی وہاں آ جائیں اور باقی دوستوں سے مل لیں اور وہاں پرفارم کر کے گروپ میں باقاعدہ شامل ہو جائیں۔ اس طرح میں اس گروپ میں شامل ہو گیا کیونکہ اس میں میرے جیسا کوئی سنگر نہیں تھا۔ ڈی گراؤنڈ فیصل آباد میں وہ شو تھا جس میں میں نے پھر "ملت کا پاسبان ہے" گایا اور بہت پسند کیا گیا اس طرح اگست کا مہینہ میری زندگی میں بہت اہم رہا ہے۔ اس شو میں میں نے ملی نغموں کے علاوہ محمد رفیع اور کشور کے بھی بہت سے گیت گائے اور سامنے بہت زیادہ لوگ تھے اور سب نے پسند کیا۔ جڑانوالہ کی سطح پر جب میری شہرت ہو گئی تو ایک دوست کے ذریعے پی ٹی وی میں پہلی بار پرفارم کیا، اس کے بعد میں پی ٹی وی پر بھی پروگرام کرتا رہا اور بھی شوز کرتا رہا پھر گروپ "ڈی جیز" جوائن کر لیا جس میں شان خان گروپ لیڈر اور بہت خوبصورت ڈرمر تھے جو بعد میں میرے بہت اچھے دوست بن گئے۔ ہم نے مختلف شہروں میں خوبصورت پرفارمنسز دیں اور میں نے گانے کو ہی اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔ بی کام کے بعد نوکری بھی نہیں کی اور میوزک کو ہی کیریئر بنا لیا۔ کچھ عرصے بعد پاکستان کی سطح پر پی ٹی وی میں ملی نغموں کا ایک مقابلہ آیا جس میں بہترین شاعر، بہترین میوزک ڈائریکٹر اور بہترین گلوکار کیلئے انعام رکھے گئے تھے۔ پی ٹی وی راولپنڈی کے آرٹسٹ سعید انور میرے بچپن کے دوست ہیں انہوں نے مجھے بتایا کہ اس طرح ملکی سطح پر ملی نغموں کا ایک مقابلہ ہونے جا رہا ہے تم بھی اس میں آڈیشن کیلئے آ جاؤ اور میں وہاں چلا گیا۔ سعید انور نے میری سفارش کی تو سید شاکر عزیر وہاں پروڈیوسر تھے انہوں نے مجھے بلا لیا۔ اس وقت پورا ہال بھرا ہوا تھا اور میں نے سید شاکر عزیر کو کہا کہ میں میوزیشنز کے بجائے ٹیبل بجا کر گاؤں گا، انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ میں نے سید شاکر عزیر کے سامنے ان کا ٹیبل کھینچ کر اپنے پاس کیا اور گانا "دل ہے کہ مانتا نہیں" گایا تو سب نے میری آواز کو پسند کیا پھر سید شاکر عزیر نے میوزک ڈائریکٹر نوازش علی کو کہا کہ ان لوگوں کو شالیمار ریکارڈنگ سٹوڈیو لے جائیں، انہوں نے وہاں دس گلوکاروں کو منتخب کیا تھا اور ریکارڈنگ سٹوڈیو میں مجھے کورس کی شکل میں رکھ کر ریکارڈنگ کی گئی تو میری آواز سب سے نمایاں تھی جس پر شاکر عزیر نے کہا کہ فاروق شاد کو دو سنگرز کیساتھ گواؤ اور باقی کو کورس میں رکھ لیں۔ اس گانے میں ایک جگہ باقی دونوں سنگرز نہیں کہہ پا رہے تھے تو پروڈیوسر نے کہا یہ آپ اکیلے کہہ لیں۔ سید شاکر عزیر نے اسے سنا تو کہا اسے پھر سے فاروق شاد اور ایک خاتون سنگر کی آواز میں ریکارڈ کرتے ہیں۔ وہ نغمہ "تنظیم گلستان کا جو ساماں کریں گے ہم" تھا اور جب ریکارڈنگ ہو گئی تو پھر میری آواز سب سے نمایاں تھی۔ سید شاکر عزیر نے کہا کہ فاروق شاد کا قد کاٹھ دیہاتی لگتا ہے اسے نغمے کی پکچرائزیشن میں میں لاچا کرتا پہناؤں گا اور افضل خان ریمبو کو شہری کے روپ میں دکھائیں گے اور یہ اس گانے

آواز اچھی تھی، محلے کے لوگ روک روک کر گانے سنا کرتے تھے

نغمے "ملت کا پاسبان" اور 14 اگست کا میرے میوزک کیریئر میں اہم کردار رہا

گانے کا شوق پورا کرنے کیلئے ایک چھوٹی سی جاب کر کے ہارمونیم خریدا

افضل ریمبو نے پہلے میرے گانے پر لپ سنگنگ کی جس کے بعد "گیسٹ ہاؤس" میں موقع ملا

سید نور نے فلم "وہٹی لے کے جانی اے" کے گانے پر خوش ہو کر پانچ ہزار روپے انعام دیا

ملاقات

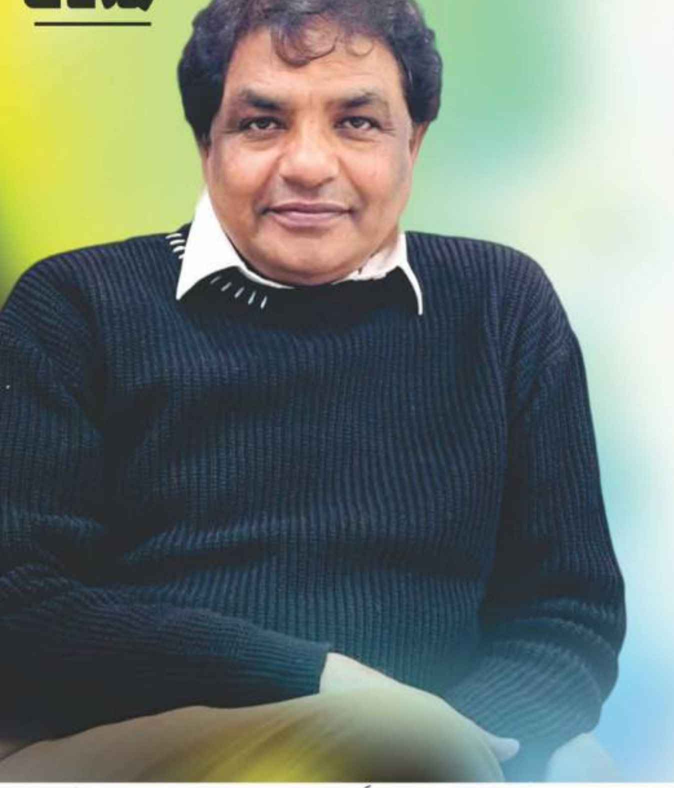

ملکہ ترنم نور جہاں کے ساتھ ڈوئٹ گانا کسی اعزاز سے کم نہیں

سو سے زائد فلموں کے گانے گائے، گانوں کی تعداد تو بہت زیادہ ہے

کسی ایک فلم میں سب سے زیادہ گانوں کا ریکارڈ میرے پاس ہے

پہلا البم ''کتیا کرو'' 1999ء میں انڈیا اور 2000ء میں پاکستان سے ریلیز کیا

میں میرے ساتھ لپ سنکنگ کریں گے۔اس وقت افضل خان ریمبو سید شاکر عزیز کیساتھ بطور جونیئر آرٹسٹ کام کرتے تھے۔افضل خان اس پر بہت خوش ہوا اور مجھے گلے لگا کر میرا شکریہ ادا کیا۔وہ گانا پکچرائز ہوا اور بہت خوبصورت پکچرائز ہوا،سید شاکر عزیز نے بھی اس پر بہت محنت کی۔وہ ریلیز ہوا اور کئی روز بعد فیصلہ آیا کہ پی ٹی وی اسلام آباد سے سید شاکر عزیز کا بنایا اور فاروق شاد کی آواز میں گایا ہوا گانا جیت گیا ہے۔اس وقت میرے گھر میں فون نہیں تھا اور دوست کے گھر پی ٹی وی اسلام آباد سے فون آیا کہ آپ اسلام آباد آئیں آپ کا گانا جیت گیا ہے۔میں اسلام آباد گیا تو سب سے ملا۔یہ میری پی ٹی وی اسلام آباد سے پہلی انٹری تھی جسے بہت زیادہ پسند کیا گیا،اس کے بعد پی ٹی وی اسلام آباد میرے لئے دوسرے گھر کی طرح بن گیا،میرے لئے راستے کھلے اور کئی پروجیکٹ مل گئے،''کوشش'' کے نام سے ایک پورا پروگرام بھی ملا۔میرے اسی نغمے کی وجہ سے افضل خان ریمبو کو ''گیسٹ ہاؤس'' میں جان ریمبو کا کردار ملا تو افضل بہت زیادہ خوش تھا۔میں نے بھی ''گیسٹ ہاؤس'' کے کئی ڈراموں میں بطور سنگر کام کیا تھا۔جب افضل خان ہٹ ہوا تو اس وقت میں پنڈی میں اپنے دوست سعید انور کیساتھ رہتا تھا،افضل نے میرا وہاں سے بیگ اٹھایا اور اپنے ساتھ لے گیا اور میں کافی دیر تک ان کے گھر پر رہا،اللہ پاک افضل خان کے والدین کی مغفرت فرمائے انہوں نے میرے ساتھ بہت پیار کیا۔افضل ریمبو نے ''گیسٹ ہاؤس'' کی ایک قسط میں کہا تھا کہ میں ہٹ تو ہو گیا ہوں لیکن فلم ابھی تک کیوں نہیں ملی؟اس کے بعد لاہور کی فلم انڈسٹری سے حاجی شیرا نے ان سے رابطہ کیا تو افضل نے مجھے بتایا۔اس کے بعد میں اور افضل پنڈی سے گاڑی لے کر لاہور آئے اور رائل پارک میں واقع حاجی شیرا کے دفتر میں ان سے ملے یوں افضل ریمبو کو فلم ''ہیرو'' مل گئی۔جب میں افضل ریمبو کیساتھ حاجی شیرا کے دفتر گیا تو انہوں نے میرا گانا پہلے سے سنا ہوا تھا۔حاجی شیرا نے مجھے میوزک ڈائریکٹرز ذوالفقار علی عطرے کے حوالے کیا تو انہوں نے میرے سامنے ایک ٹریک رکھا،جب میں نے گایا تو انہوں نے کہا کہ تم

تو مسعود رانا کی طرح گاتے ہو لیکن میں نے کہا نہیں مجھے فاروق شادہی رہنے دو۔اس طرح میں نے حاجی شیرا کی فلم کے سارے گانے گائے جو افضل ریمبو کی پہلی فلم تھی۔وہ ایک ڈبل ورژن فلم تھی اس میں پنجاب میں مسعود رانا کے پنجابی گانے چلے جبکہ کراچی وغیرہ میں میرے اردو گانے چلے۔اس کے بعد حاجی شیرا نے جب فلم ''پتر منور ظریف دا'' بنانے کا اعلان کیا تو اس میں مجھے ملکہ ترنم نور جہاں کے ساتھ ڈوئٹ گانے کا موقع ملا۔اس کے بعد فلموں میں پلے بیک گلوکاری کا سلسلہ شروع ہو گیا اور حاجی شیرا نے جتنی بھی فلمیں بنائیں اس میں مین گلوکار مجھے ہی رکھا یوں آہستہ آہستہ میں فلم انڈسٹری میں ان ہو گیا اور 2000ء تک کوئی ایسا مہینہ نہ تھا جب میری بطور پلے بیک گلوکار فلم ریلیز نہیں ہوتی تھی۔

فاروق شاد نے بتایا کہ سید نور جب فلم ''دوہٹی لے کے جائی اے'' بنا رہے تھے اور ایم ارشد اس کے میوزک ڈائریکٹر تھے۔میں نے جتنی بھی فلموں کے گانے گائے ان میں سے 35 کے قریب فلموں کا میوزک ایم ارشد نے دیا ہوا ہے اور میں ان کی فیملی کا پسندیدہ سنگر تھا۔ایم ارشد نے فلم کا وائنڈ اپ گانا'' کچ نالوں کچی اے'' بنایا تو اسے کئی گلوکاروں سے گوایا لیکن سید نور کو پسند نہیں آیا پھر ایم ارشد نے سید نور کو بتایا کہ میرے والد ایم اشرف کا ایک سنگر ہے فاروق شاد ان کو بلاتے ہیں،میں ان کے کہنے پر تیاری کرکے شباب اسٹوڈیو چلا گیا تو ریہرسل کے بعد جب الاپ اور استھائی گائی تو ایم ارشد نے سید نور کو فون کیا کہ شاہ جی آجائیں گانا تیار ہے۔سید نور آئے اور کہا کہ حاجی شیرا کی ساری فلمیں ایک طرف اور میری یہ فلم ایک طرف ،بہرحال میں نے ان کے سامنے گایا تو شاہ جی نے خوش ہو کر مجھے گلے لگایا اور چیک بک منگوا کر پانچ ہزار کا چیک مجھے دیا۔ایم ارشد نے کہا خوش قسمت ہو کہ شاہ جی سے یہ بہت بڑا انعام ملا ہے۔میں نے ایم اشرف،ایم ارشد،طافو خان،واجد علی ناشاد،وجاہت عطرے اور ذوالفقار علی عطرے سمیت جتنے بھی میوزک ڈائریکٹرز ہیں سب کے ساتھ کام کیا اور بھرپور کام کیا ہے،ان کے پاؤں چھو کر ہمیشہ ان کی عزت کی ہے۔ملکہ ترنم نور جہاں کے ساتھ بھی ڈوئٹ

گایا اور انہوں نے میری تعریف کی جو میرے لئے کسی اعزاز سے کم نہیں۔میں نے کبھی کسی کی ناجائز تعریف نہیں کی۔سو سے زائد فلموں کے گانے گائے ہیں فلمی گانوں کی تعداد تو بہت زیادہ ہے۔میرے پاس ایک اور ریکارڈ بھی ہے کہ میں نے پاکستان میں کسی ایک فلم میں سب سے زیادہ گانے گائے ہیں،یہ ریکارڈ پہلے مسعود رانا کے پاس تھا،میں نے ایک فلم ''نخرہ گوری دا'' میں پتہ نہیں کتنے ہی گانے گا دیئے تھے۔پی ٹی آئی کیلئے میرے کئی ترانے مقبول ہوئے ہیں۔

پسندیدہ گانے کے حوالے سے فاروق شاد نے بتایا کہ فلم ''قسمت'' میں میرا گایا ہوا ایک گانا'' آنکھیں کہتی ہیں میری حسن یوسف کی قسم'' بہت مشہور ہوا تھا اسے عبداللہ چلی نے لکھا اور ایم اشرف نے موسیقی دی تھی،اس گانے کو بھی مجھ سے پہلے کئی گلوکاروں نے گانے کی کوشش کی اور کامیاب نہ ہونے پر میں نے گایا تھا۔عبداللہ چلی نے مجھے فلم انڈسٹری میں بہت زیادہ پروموٹ کیا ہے۔سوشل میڈیا کے آنے سے گلوکاروں کو فائدہ ہوا ہے ریکارڈ لیبل کمپنیوں کی اجارہ داری ختم ہو گئی ہے،اب جس کے پاس موبائل ہے وہ اس سے ریکارڈ کر کے کوئی چیز اپ لوڈ کر دیتا ہے اور وہ لوگوں کو پسند آجائے تو راتوں رات وہ سٹار بن جاتا تھا۔پہلے پروڈیوسر کہا کرتے تھے میں اگر تمہیں موقع دوں گا تو تم مشہور ہو گے اب ایسی بات نہیں ہے۔آج کے دور میں بھی اگر کوئی پیچھے ہے تو اپنی وجہ سے ورنہ یہ نہیں ہے کہ اسے کسی نے موقع نہیں دیا،آپ راتوں رات سٹار بن سکتے ہیں۔نوجوان گلوکار رمضان جانی کی مثال سامنے ہے جس نے ''اٹھ شاہ حسینا ویکھ لے'' گایا اور راتوں رات ہٹ ہو گیا۔

فاروق شاد نے بتایا کہ میری تین بیٹیاں ہیں۔بڑی بیٹی علامہ اقبال میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کے آخری سال میں ہے،دوسری بیٹی نول راوا ایف سی کالج سے بی ایس سائیکالوجی کر رہی ہے ،وہ بہت اچھی سنگر اور گٹارسٹ ہے،اس نے بیکن ہاؤس سے میوزک کیساتھ اے لیول کیا تھا۔ہم دونوں باپ بیٹی نے ایک گانا ڈوئٹ گا کر بھی ریکارڈ بنایا ہے۔تیسری بیٹی کنیرڈ کالج سے آئی کام کر رہی ہے۔

فاروق شاد نے بتایا کہ کام کے ساتھ ساتھ میوزک شوز بھی چل رہے ہیں کیونکہ میوزک میرا اوڑھنا بچھونا ہے اور ابھی تک میں ان ہوں۔آجکل فلمیں بہت کم بن رہی ہیں اور میں نے دیکھا ہے کہ کئی فنکاروں کے گھروں میں جالے لگے ہوئے ہیں۔رات دس بجے فنکشن بند کرنے کی پابندی نے فنکاروں کو بالکل ہی مار دیا ہے کیونکہ کئی فنکاروں کا گھر فنکشنز سے چلتا ہے،میں نے کبھی گانے پر انحصار نہیں کیا،سپیشل ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ میں بطور میوزک ڈائریکٹر جاب کرتا رہا ہوں،اس کے علاوہ بھی ہمیشہ کوئی نہ کوئی جاب ساتھ ساتھ رکھی ہے۔ابھی READINGS میں بطور مینیجر کام کر رہا ہوں۔کرونا کے دوران فنکار بیچارے مر گئے،میں نے میوزیشنز کو چنگچی چلاتے دیکھا ہے۔حکومتی اداروں کا میوزک کو پروان

چڑھانے میں بھی بہت اہم کردار تھا اب ایسا نہیں ہے۔ہمارے ہاں ان اداروں میں ایسے لوگوں کو بٹھایا جاتا رہا ہے جن کا اس کام سے کوئی تعلق نہیں۔''رائٹ پرسن فار دی رائٹ جاب'' کا اصول ہمارے ہاں کبھی لاگو نہیں ہوا۔

فاروق شاد نے بتایا میں نے اپنا پہلا البم'' کتیا کرو'' انڈیا سے 1999ء میں اور پاکستان میں 2000ء میں ریلیز کیا تھا وہ کیسٹ کا دور تھا۔اسی سال میری شادی ہو گئی اور شادی کے بعد میوزک کو زیادہ وقت نہیں دے پایا لیکن اس وقت تک میں میوزک کا بہت کام کر چکا تھا،سو سے زیادہ فلموں میں پلے بیک گلوکاری کر چکا تھا۔ نور جہاں کیساتھ گا چکا تھا،لتا منگیشکر کیساتھ گانے کی خواہش تھی جو پوری کرنے کیلئے انڈیا بھی گیا لیکن خواہش پوری نہ ہو سکی۔اب پورے البم ایک ساتھ ریلیز کرنے کی

بجائے ایک ایک گانا ریلیز کرنے کا رجحان ہے۔میں اپنے گائے ہوئے آڈیو گانوں کی ویڈیوز بنا کر سوشل میڈیا پر ریلیز کر رہا ہوں۔میں نے خود پر کبھی کسی گلوکار کی چھاپ نہیں لگنے دی۔لوگوں نے مجھے مسعود رانا بھی کہا لیکن میں نے کہا کہ میں فاروق شاد ہی ہوں۔شاد میرے پرنسپل تھے اور میں نے ان کی وجہ سے اپنے نام کے ساتھ شاد لگا لیا۔جہاں تک پوپ میوزک کا تعلق ہے تو یہ کمرشل میوزک ہے۔میری نسل اس حوالے سے خوش قسمت ہے کہ ہم نے سب کچھ ہی دیکھ لیا ہے۔میں نے غزلیں بھی گائی ہیں اور بہت اچھی غزل گاتا ہوں۔جہاں تک پسندیدہ گلوکار کا تعلق ہے تو نصرت فتح علی خان اور مہدی حسن پسند ہیں،غلام علی بھی پسند ہیں۔مائیکل جیکسن اور لتا منگیشکر کا بھی فین ہوں۔

اے بہارو گواہ رہنا

موسیقار نثار بزمی

منفرد دُھنوں کے خالق

لازوال اور منفرد دھنوں کے خالق نامور موسیقار نثار بزمی کی 17ویں برسی 22 مارچ کو منائی جائے گی۔یہ منفرد موسیقار 22 مارچ 2007ء کو اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے تھے۔انہوں نے 68 فلموں کی موسیقی دی جو سب کی سب اردو تھیں،ان کی آخری فلم ''وری گڈ دنیا وری بیڈ لوگ'' تھی۔انہیں المیہ اور طربیہ گیتوں کو کمپوز کرنے میں کمال حاصل تھا۔

ان کا اصل نام سید نثار احمد تھا،وہ ایک سید خاندان کے فرزند تھے اور خاندان میں کسی کا موسیقی سے دور تک تعلق نہیں تھا مگر نثار بزمی بچپن سے ہی بھارتی موسیقار امان علی خان سے متاثر تھے اور 13 سال کی عمر میں بہت سے راگوں پر عبور حاصل کر لیا تھا۔فنی سفر کا آغاز 1944ء میں بمبئی ریڈیو کے ڈرامے نادر شاہ درانی کی موسیقی ترتیب دے کر کیا۔بطور موسیقار پہلی فلم 1946ء میں ریلیز ہونیوالی ''جمنا پار'' تھی،اگلے بارہ برسوں میں چالیس بھارتی فلموں کی موسیقی دی۔1962ء میں پاکستان آگئے تو یہاں خواجہ خورشید انور،ماسٹر عنایت حسین،رشید عطرے،فیروز نظامی،حسن لطیف،سہیل رعنا اور ماسٹر عبداللہ کا طوطی بول رہا تھا۔منظور اشرف،دیبو،ناشاد،سلیم اقبال ،لال محمد اقبال ،رحمان ورما،بخشی وزیر،وزیر افضل،بابا جی اے چشتی اور خلیل احمد بھی معروف موسیقاروں میں شامل تھے۔کچھ جدوجہد کے بعد انہیں فلم ''ہیڈ کانسٹیبل'' مل گئی جس میں نور جہاں کی آواز میں ایک المیہ گیت گوایا جو اپنے دور کا مقبول نغمہ تھا۔ایک سال بعد فلم ''ایسا بھی ہوتا ہے'' کی موسیقی دینے کیلئے سائن کیا گیا جس کا مشہور گانا تھا ''محبت میں تیرے سر کی قسم ایسا بھی ہوتا ہے''۔اسی فلم کی ایک مشہور غزل ''ہو تمنا اور کیا جان تمنا آپ ہیں'' نور جہاں نے گائی تھی۔ان کی فلم ''لاکھوں میں ایک'' کے گانوں نے بڑی دھوم مچائی۔نور جہاں کی آواز میں ''چلو اچھا ہوا تم بھول گئے'' اور ''بڑی مشکل سے ہوا تیرا میرا ساتھ پیا'' آج بھی لوگوں کے ذہنوں میں گونجتا ہے۔پاکستان آکر انہوں نے ایک طرف نور جہاں کی آواز میں ''پیار کر کے ہم بہت پچھتائے'' جیسے لازوال گانے تخلیق کئے تو دوسری طرف رونا لیلیٰ کی آواز کو اپنے گانوں میں اس طرح استعمال کیا کہ رونا لیلیٰ کی تقدیر بدل کر رکھ دی۔

وہ گانوں میں زیادہ سے زیادہ آرکسٹرا کے استعمال کو ترجیح دیتے تھے۔دھنوں میں زیادہ تر تاروں والے ساز استعمال کرتے تھے ۔مسرور انور کے علاوہ فیاض ہاشمی،تنویر نقوی،فضل کریم فضلی،تسلیم فاضلی،کلیم عثمانی،قتیل شفائی اور سیف الدین سیف جیسے شاعروں کے لکھے ہوئے کلام پر بڑے خوبصورت گیت کمپوز کئے۔فلم ''صاعقہ'' میں عمدہ موسیقی ترتیب دینے پر نگار ایوارڈ سے نوازا گیا جس میں احمد رشدی اور مالا کا گانا ''اے بہارو گواہ رہنا'' اور مہدی حسن کی شہرہ آفاق غزل ''اک ستم اور میری جاں ابھی جاں باقی ہے'' شامل تھی۔ان کے دیگر چیدہ چیدہ نغموں میں آپ دل کی انجمن میں حسن بن کر آگئے،آجا تیرے پیار میں ہے دل بے قرار،رنجش ہی سہی دل ہی دکھانے کے لئے آ بھی شامل ہیں۔ان کی فنی خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان کی طرف سے انہیں پرائیڈ آف پرفارمنس سے نوازا گیا تھا۔انہوں نے فن موسیقی پر ایک کتاب ''پھر ساز صدا خاموش ہوا'' بھی لکھی جس میں ان کا شاعرانہ کلام بھی شامل تھا۔

☆☆☆

68 فلموں کی موسیقی دی، آخری فلم ''وری گڈ دنیا وری بیڈ لوگ'' تھی

فنی سفر کا آغاز 1944ء میں بمبئی ریڈیو کے ڈرامے ''نادر شاہ درانی'' کی موسیقی ترتیب دے کر کیا

بطور موسیقار پہلی فلم 1946ء میں ریلیز ہونیوالی ''جمنا پار'' تھی

وقار اشرف
washraf77@gmail.com

ماہرہ خان کی برقع میں ویڈیو وائرل

نامور اداکارہ ماہرہ خان کی بہاولپور میں برقع پہن کر رکشے میں گھومنے کی ویڈیو وائرل ہوگئی۔ میک اپ آرٹسٹ ظہیر بابر نے برقع میں ملبوس اداکارہ کی ویڈیوز شیئر کی جس میں ماہرہ خان بابر ظہیر سمیت اپنی ٹیم کے ساتھ بہاولپور کے بازار میں گھومتی اور خریداری کرتی نظر آرہی ہیں۔ ماہرہ خان نے عبایا پہن رکھا ہے اور چہرے کا نقاب بھی لیا ہوا ہے جس کی وجہ سے پہچاننا مشکل ہو رہا ہے جبکہ ان کے دوست انہیں بلو باجی کہہ کر مخاطب کررہے ہیں۔ تصاویر اور ویڈیوز میں ماہرہ خان کو دوستوں کے ہمراہ نہ صرف رکشے کی سواری کرتے بلکہ بازار میں خریداری کرتے بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ ماہرہ خان آجکل نیٹ فلکس کے پراجیکٹ ”جو بچے ہیں سنگ سمیٹ لو“ میں مصروف ہیں۔

مِس ورلڈ کا تاج چیک ری پبلک کی حسینہ کے سر

یورپی ملک چیک ری پبلک کی حسینہ کرسٹینا پیزکووا نے مس ورلڈ 2024ء کا ٹائٹل جیت کر بھارتی حسینہ سینی شیٹھی کا خواب چکنا چور کردیا۔ مس ورلڈ 2024ء کا میلہ 28 سال بعد بھارت میں سجا جس کی فائنل تقریب 9 مارچ کو ممبئی میں واقع جیو ورلڈ کنونشن سینٹر میں منعقد ہوئی۔ اس مقابلے میں دنیا بھر کی حسیناؤں نے حصہ لیا۔ مقابلے کی ٹاپ 8 حسیناؤں میں بھارت کی سینی شیٹھی بھی شامل تھیں، جب مقابلے کی ٹاپ 4 حسیناؤں کا اعلان ہوا تو سینی شیٹھی ٹائٹل جیتنے کی دوڑ سے باہر ہوگئیں۔ چیک ری پبلک کی حسینہ کرسٹینا پیزکووا نے مس ورلڈ 2024ء کا ٹائٹل اپنے نام کیا جبکہ لبنان کی حسینہ یاسمینہ زیتون فرسٹ رنر اپ قرار پائیں۔ کرسٹینا پیزکووا کو پولینڈ کی کیرولینا بلواسکا نے مس ورلڈ 2024 کا تاج پہنایا۔ کرسٹینا پیزکووا نے ماڈلنگ کے ساتھ ساتھ اپنی تعلیم بھی جاری رکھی ہوئی ہے، وہ قانون اور بزنس کی تعلیم مکمل کررہی ہیں۔ کرسٹینا پیزکووا چیک ری پبلک کی دوسری حسینہ ہیں جس نے مس ورلڈ کا تاج پہنا۔ اس سے قبل 2006ء میں بھی چیک ری پبلک کی حسینہ یہ ٹائٹل اپنے نام کرچکی ہیں۔

اپنے ہمشکل کی خواہش پوری کردی

معروف اداکار حمزہ علی عباسی نے اپنے ہمشکل ٹک ٹاکر یاسر عمار سے ملاقات کرکے ان کی خواہش پوری کردی۔ ٹک ٹاک پر حمزہ علی عباسی کی پیروڈی کرکے مشہور ہونیوالے ٹک ٹاکر یاسر عمار کو سوشل میڈیا پر حمزہ علی عباسی سمجھا جاتا ہے کیونکہ وہ اداکار سے غیر معمولی مشابہت رکھتے ہیں۔ وائرل ہونے کے بعد کئی چینلز نے یاسر عمار کے انٹرویوز بھی کیے جن میں یاسر عمار نے حمزہ علی عباسی سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا تھا اور بالآخر اداکار نے اپنے ہمشکل کی یہ خواہش پوری کردی۔ حمزہ علی عباسی سے ملاقات کی تصاویر اور ویڈیوز یاسر عمار نے اپنے آفیشل انسٹاگرام اکاؤنٹ پر پوسٹ کیں اور انہیں اپنا پسندیدہ اداکار اور بھائی قرار دیا۔

اغواء سے متعلق خبروں کی تردید

نامور مصنف، مزاح نگار اور میزبان انور مقصود نے اپنے اغواء سے متعلق گردش کرتی خبروں کی تردید کردی۔ انور مقصود نے طنز و مزاح کے انداز میں ایک ویڈیو جاری کرکے ایسی خبروں کو بے بنیاد قرار دیتے ہوئے کہا زخم ہوتے ہڈی ٹوٹی ہوتی تو بریانی کیسے بناتا، ابھی بریانی بنا رہا ہوں ورنہ کوئی اور میرے لیے بریانی بناتا۔ مداح ایسی جعلی خبروں پر کان نہ دھریں، میرا نہ تو سوشل میڈیا پر کوئی اکاؤنٹ ہے اور نہ میں سوشل میڈیا دیکھتا ہوں، لوگ مجھے فون کرکے بتا رہے ہیں کہ میرے اغواء کے حوالے سے خبریں آرہی ہیں۔ میں ان لوگوں کی بھی مذمت کرتا ہوں جو بغیر تصدیق کے ایسی خبریں پھیلاتے ہیں۔

میرے ماضی میں اتنے دلخراش واقعات ہیں کہ کیا بتاؤں

اداکار عدیل ہاشمی نے بیوٹیشن مسرت مصباح کے ڈیجیٹل انٹرویو میں شرکت کی جس میں مسرت مصباح نے ان سے بچپن کے کسی ایسے واقعہ کے حوالے سے سوال کیا تو عدیل ہاشمی نے بتایا کہ میرے ماضی میں اتنے دلخراش واقعات ہیں کہ کیا بتاؤں، چہرے پر سجی یہ مسکراہٹ بناوٹی ہے نہ جانے کتنے سمندر پار کرکے آرہی ہے۔ عدیل ہاشمی نے بتایا کہ 80 کی دہائی کی بات ہے جب میں پبلک اسکول میں ساتویں جماعت میں پڑھتا تھا، اس دوران مجھے ساتویں کلاس میں جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا گیا، میں اس وقت اپنے بھائی والد کو بھی نہیں بتاتا تھا مجھے لگتا تھا اگر ٹیچر کو بتاؤں گا تو یہ لوگ مجھے اور تنگ کریں گے۔ ایسا صرف ایک بار نہیں بلکہ یہ سلسلہ سالوں تک چلا آرہا تھا۔

فیصل قریشی کی اپنی کولیکشن

فیصل قریشی اداکاری اور میزبانی کے بعد اب معروف برینڈ نارکنز کے اشتراک سے ملبوسات کی اپنی ایف کیو کولیکشن بھی متعارف کروائیں گے۔ فیصل قریشی اور نارکنز کے درمیان اشتراک کیلئے معاہدے پر دستخط کرنے کی تقریب کراچی میں ہوئی۔ اس موقع پر فیصل قریشی نے کہا کہ ایف کیو کولیکشن متعارف کروانے کیلئے نارکنز کے ساتھ شراکت داری میرے لئے خوشی کا باعث ہے، یہ کولیکشن میرے ذاتی سٹائل اور موجودہ فیشن کیلئے میرے وژن کی عکاس ہے۔ یہ اشتراک تخلیقی صلاحیتوں اور کاریگری کے امتزاج کو ظاہر کرتا ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ پورے خطے کے فیشن کے ماہرین کی امیدوں پر پورا اترے گی۔ کولیکشن مخصوص آؤٹ لیٹس اور آن لائن دستیاب ہوگی۔

ادا کاری سے عارضی دوری اختیار کرنے کا اعلان

معروف اداکارہ زارا نور عباس نے اداکاری سے عارضی دوری اختیار کرنے کا اعلان کردیا۔ زارا نور عباس نے یاسر حسین کے شو میں شرکت کی جہاں اپنے کیریئر کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہا کہ میں کم از کم ایک سال کے لیے عارضی طور پر اسکرین سے دور رہوں گی اس دوران فیملی کو وقت دوں گی۔ میں بہترین اداکارہ ہوں، جن لوگوں کو میری اداکاری کی صلاحیتوں پر شک ہے وہ میرا کام دیکھ سکتے ہیں۔ زارا نور عباس اور اسد صدیقی بہت جلد اپنے پہلے بچے کو دنیا میں خوش آمدید کہنے والے ہیں اسی وجہ سے وہ شوبز کی دنیا سے عارضی دوری اختیار کررہی ہیں۔ زارا نور عباس اور اسد صدیقی کی شادی دسمبر 2017ء میں ہوئی تھی، اداکارہ کی یہ دوسری شادی ہے۔ ان کی پہلی شادی 2014ء میں ہوئی لیکن 2017ء کے آغاز میں ہی طلاق ہوگئی تھی۔

ابو علیحہ اب ”شاہی محلہ“ بنائیں گے

ڈائریکٹر ابو علیحہ کی لاہور کے بازار حسن کے پس منظر میں بنائی گئی فلم ”ٹکسالی گیٹ“ سینماؤں میں نمائش پذیر ہے جبکہ وہ ایک اور فلم ”میکو جٹ“ کی بھی شوٹنگ میں مصروف ہیں جس کا پہلا سپیل مکمل ہوچکا ہے۔ اب وہ ایک اور فلم ”شاہی محلہ“ کی تیاریوں میں ہے جس کے لئے نئے فنکاروں کے آڈیشنز کا سلسلہ شروع کررہے ہیں۔ اس بارے میں ان کا کہنا ہے کہ میری فلم ”ٹکسالی گیٹ“ ہیرا منڈی کے ایک گھر کے افراد کے ساتھ پیش آنے والے حادثے کی کہانی تھی جبکہ ”شاہی محلہ“ میں ہیرا منڈی کے باسی، ان کے شب و روز، ان کی چکا چوند دنیا کے عقب میں چھپی بے بسی اور لاچارگی دکھائیں گے۔ اس طرح ”شاہی محلہ“ پہلی فلم ”ٹکسالی گیٹ“ سے سو گنا بے باک، سچی اور سفاک ہوگی۔

”جامن کا درخت“ کیلئے ایک اور انٹرنیشنل ایوارڈ

پاکستانی شارٹ فلم ”جامن کا درخت“ نے وینکوور انٹرنیشنل مووی ایوارڈز میں انسانی حقوق کی بہترین فلم کا ایوارڈ اپنے نام کرلیا۔ یہ تیسرا عالمی ایوارڈ ہے جو اس فلم نے اپنے نام کیا ہے۔ فلم نے کانز فیسٹیول میں بہترین سماجی انصاف پر مبنی مختصر فلم کی کیٹیگری کا ایوارڈ بھی اپنے نام کیا تھا۔ فلم کے ہدایتکار رافع راشدی نے انسٹاگرام پر مداحوں کو خوشخبری دیتے ہوئے بتایا کہ فلم کو تیسرا انٹرنیشنل ایوارڈ ملنا اعزاز کی بات ہے۔ میاں بیوی کے تعلقات اور گھریلو تشدد پر مبنی فلم کی کہانی بی گل نے لکھی ہے جبکہ فلم کو فیصل کپاڈیا نے پروڈیوس کیا ہے۔ ”جامن کے درخت“ کا ٹریلر جنوری میں ریلیز کیا گیا تھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی کہانی عورت اور مرد کے تعلقات اور ہراسانی کے موضوعات کا احاطہ کرتی ہے۔ فلم میں عدنان صدیقی کو شوبز انڈسٹری کے نامور شخص کریم کے منفی کردار میں دکھایا گیا ہے۔ فلم کی کاسٹ میں عدنان صدیقی کے علاوہ ماہا طاہرانی اور فوزیہ ایمان بھی شامل ہیں۔

مدینہ میں مقیم ہونے کی خواہش

اداکار منیب بٹ نے کراچی چھوڑنے کے بعد مدینہ میں مقیم ہونے کی خواہش کا اظہار کردیا۔منیب بٹ نجی ٹی وی کے ایک شو میں شریک ہوئے جس میں میزبان حنا الطاف نے ان سے سوال کیا کہ دنیا کا وہ کون سا کونہ ہے جہاں آپ ریٹائرمنٹ کے بعد جاکر رہنا چاہیں گے۔اس کے جواب میں منیب بٹ کا کہنا تھا کہ میرے لیے کراچی سے اچھی کوئی جگہ نہیں کیونکہ یہاں میں پیدا ہوا،بچپن گزرا، اپنا شہر اپنا ہی ہوتا ہے آپ اسے چھوڑ کر کہیں دوسری جگہ نہیں جاسکتے۔میں نے کچھ وقت قبل کراچی سے باہر سیٹل ہونے کا سوچا لیکن نہیں جاسکا کیونکہ میں نہیں جانا چاہتا تھا، میں اپنے ماں باپ کے بغیر نہیں رہ سکتا کیونکہ انہیں اس عمر میں ہماری ضرورت ہے۔میزبان کے اصرار پر منیب بٹ کا کہنا تھا کہ اگر میں کتابی سوچ رکھتے ہوئے اس سوال کا جواب دوں تو میری خواہش ہے کہ مدینہ جاکر رہوں، مدینے میں جب ہم پہنچتے ہیں تو ایک الگ ہی روحانیت محسوس ہوتی ہے، اگر موقع ملے تو ریٹائرمنٹ کے بعد مدینہ جاکر زندگی گزارنا چاہوں گا۔

"تیرے بن" کا بھارت میں ری میک؟

مقبول ڈرامے "تیرے بن" کا بھارت میں ری میک بنائے جانے کا امکان ظاہر کیا جارہا ہے۔بھارتی میڈیا رپورٹ کے مطابق "تیرے بن" کی مقبولیت کو مدنظر رکھتے ہوئے بھارتی اداکارہ ایکتا کپور "تیرے بن" کا ریمیک بنانے کی منصوبہ بندی کررہی ہیں اور اس کیلئے ایکتا کپور نے ایک ٹی وی کے ساتھ شراکت داری کرلی ہے۔"تیرے بن" کے بھارت میں ری میک کے حوالے سے یہ بھی کہا جارہا ہے کہ مبینہ طور پر ایکتا نے اس پروجیکٹ کیلئے اداکارہ کنیکا مان اور عائشہ سنگھ کو بھی شارٹ لسٹ کرلیا ہے۔"تیرے بن" کا ریمیک جولائی 2024 تک لائیو ہونے کا امکان ہے۔

ہماری فیملی کی خواتین مردوں سے زیادہ کماتی تھیں

اداکار و میزبان احمد علی بٹ کا کہنا ہے کہ میرا بچپن کئی مضبوط خواتین کے درمیان گزرا جہاں عورتیں مردوں سے زیادہ کماتی تھیں۔احمد علی بٹ ملکہ ترنم نور جہاں کے نواسے اور ظلِ ہما کے بیٹے ہیں۔وہ ایک پوڈ کاسٹ میں شریک ہوئے جہاں انہوں نے بتایا کہ ہماری فیملی کی خواتین مردوں سے زیادہ کماتی تھیں لیکن اس کے باوجود بھی انہوں نے مردوں کو نیچا نہیں دکھایا، میں نے ایسی فیملی میں پرورش پائی جہاں میری آنکھیں میوزک سے کھلی تھیں اس لیے شروعات میں میرا رجحان بھی میوزک کی طرف رہا، میں اکثر جب کسی کے گھر جاتا تو وہاں میوزک نہ ہو تو سوچ میں پڑ جاتا کہ کیسے لوگ ہیں ان کے گھر میں میوزک کا نام ونشان نہیں، ان کی عورتیں پردہ کرکے کیوں خود کو چھپائے بیٹھی ہیں یہ سب کچھ میرے لیے حیران کن تھا مجھے بعد میں احساس ہوا کہ ایک ہاؤس وائف کی ذمہ داریاں زیادہ ہیں کیونکہ ایک ہاؤس وائف کو دن میں 24 گھنٹے کام کرنا پڑتا ہے اس طرح ہاؤس وائف ہونا کیریئر چلانے سے کہیں زیادہ مشکل کام ہے۔

☆☆☆

یہ نہیں کہا کہ صرف خوبصورتی کی وجہ سے کام ملتا ہے

ماڈل و اداکار خاقان شاہنواز نے واضح کیا ہے کہ انہوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ انہیں صرف گوری رنگت، سبز آنکھوں اور دراز قد کی وجہ سے مواقع ملتے ہیں بلکہ کہا تھا کہ ان کا خوبصورت ہونا بھی انہیں کام ملنے کی ایک وجہ ہے۔خاقان شاہنواز نے ایک پوڈ کاسٹ میں واضح کیا کہ ان سے ماضی میں ایک انٹرویو کے دوران سوال کیا گیا تھا کہ کیا انہیں دانیال ظفر کے دوست ہونے کی وجہ سے کام ملتا ہے؟ اس پر انہوں نے کہا تھا کہ نہیں انہیں اس لیے بھی کام ملتا ہے کہ جو سماج نے خوبصورت شخص کا خاکہ بنا رکھا ہے وہ اس پر پورا اترتے ہیں اس لیے انہیں کام مل جاتا ہے۔ان کے کہنے کا مقصد تھا کہ جو سماج اور یہاں کے افراد نے خوبصورتی کے معیار بنا رکھے ہیں وہ ان پر پورا اُترتے ہیں اس لیے بھی انہیں مواقع ملتے ہیں۔خاقان شاہنواز نے ایک بار پھر تسلیم کیا کہ ان سے بہتر اور ٹیلنٹڈ لوگ بھی موجود ہیں لیکن انہیں شوبز میں کام کرنے کے مواقع نہیں مل رہے کیونکہ ممکنہ طور پر وہ سماج کے بنائے گئے خوبصورتی کے خاکوں پر پورا نہیں اترتے۔

ثناء جاوید اور شعیب ملک کی نئی تصاویر

معروف اداکارہ ثنا جاوید پی ایس ایل کے میچز میں اپنے شوہر شعیب ملک کو سپورٹ کرنے کے لیے اسٹیڈیم میں موجود ہوتی ہیں جس کی تصاویر اور ویڈیوز سوشل میڈیا پر شیئر کرتی رہتی ہیں۔ثنا جاوید نے اپنے آفیشل انسٹاگرام اکاؤنٹ پر شعیب ملک کے ہمراہ لی گئیں چند نئی تصاویر پوسٹ کیں جن میں دونوں کافی خوش نظر آرہے ہیں۔تصاویر میں فاسٹ بولر حسن علی اور کرکٹر محمد نواز بھی موجود ہیں۔ثنا جاوید نے اپنی پوسٹ میں بتایا کہ یہ تصاویر 7 مارچ کو اسلام آباد میں لی گئیں۔

تذلیل برداشت کرنے سے بہتر ہے رشتہ ختم کردیں

اداکارہ نوین وقار کا کہنا ہے کہ اگر کسی لڑکی کو ازدواجی رشتے میں تشدد اور تذلیل برداشت کرنا پڑ رہی ہے تو اس سے بہتر ہے کہ رشتہ ہی ختم کردیا جائے۔ایک پوڈ کاسٹ میں گفتگو کرتے ہوئے نوین وقار نے کہا کہ میں لڑکیوں کی ذہنیت کا ذمہ دار والدین کو قرار دوں گی، انہیں اپنی بچیوں کی پرورش ایسی کرنی چاہیے کہ اگر کوئی انہیں مارے، عزت نہ دے تو انہیں حق ہو کہ وہ اس رشتے سے باہر نکل سکیں۔والدین کو یہ سوچنا چاہیے کہ انکی بیٹی کی زندگی طلاق سے زیادہ اہم ہے، اب زمانہ تبدیل ہوگیا ہے، پہلے تو یہ ہوتا تھا کہ لڑکی کو بولا جاتا تھا کہ ان کا جنازہ ان کے سسرال کے گھر سے نکلے گا، پہلے لڑکی کو سسرال کے گھر والدین مرتا چھوڑ جاتے تھے اور کہتے تھے کہ طلاق لے کر مت آؤ لیکن اب ایسا نہیں ہوتا۔
اب زمانہ تبدیل ہوگیا ہے، اب طلاق لینا یا ہوجانا کوئی بڑی بات نہیں رہی، طلاق خوشی کی بات نہیں بلکہ انتہائی خوفناک ہے لیکن یہ بھی یاد رکھیں کہ اس پر دنیا کا اختتام نہیں ہوتا۔لڑکیوں کو طلاق کے وقت یہ سوچ کر پریشان نہیں ہونا چاہیے کہ اگر والدین نے بھی انہیں نہ رکھا تو کیا ہوگا؟ اگر خدا نے انہیں اتنی بڑی مشکل سے نکالا ہے تو اسی نے ان کیلئے آگے بھی بہت کچھ کر رکھا ہوگا۔پاکستانی ڈرامہ انڈسٹری میں طلاق اور شادیوں پر ہی ڈرامے بنائے جارہے ہیں اور خواتین کو روتا ہوا دکھایا جارہا ہے۔نوین وقار نے 2012 میں اداکار اظفر علی سے شادی کی تھی تاہم 3 سال بعد نومبر 2015 میں دونوں کی طلاق ہوگئی تھی۔

مرگی اور چھوٹی عمر میں سیدھا ہاتھ ٹوٹنے کا انکشاف

اداکارہ نادیہ جمیل نے ایک حالیہ انٹرویو میں مرگی اور چھوٹی عمر میں سیدھا ہاتھ ٹوٹ جانے کا انکشاف کیا ہے۔اداکارہ نے بتایا کہ کینسر کی تشخیص کے بعد میری طبیعت بہت بگڑ گئی تھی، میں 4 سے 5 دن تک کوما میں چلی گئی تھی اس دوران مجھے وینٹی لیٹر پر بھی رکھا گیا، ہوش میں آنے کے بعد شدید کمزوری کے باوجود سوشل میڈیا پر پوسٹ، تصاویر یا ویڈیوز لگا دیتی تھی جس کے بعد ہزاروں انجان لوگ دعائیں دیتے اور نیک خواہشات کا اظہار کرتے تھے جس پر بہت اچھا محسوس کرتی تھی۔اداکارہ نے انکشاف کیا کہ 5 سال کی عمر میں گرنے کے باعث میرا سیدھا ہاتھ ٹوٹ گیا تھا، اس کے بعد مرگی کے دورے بھی پڑنے لگے تو اسی ہاتھ پر اس کا اثر زیادہ ہوتا تھا۔میرا سیدھا ہاتھ ٹھیک طرح سے کام نہیں کرتا یہی وجہ ہے کہ میرے سیدھے ہاتھ سے نوالہ بھی نہیں بنتا۔

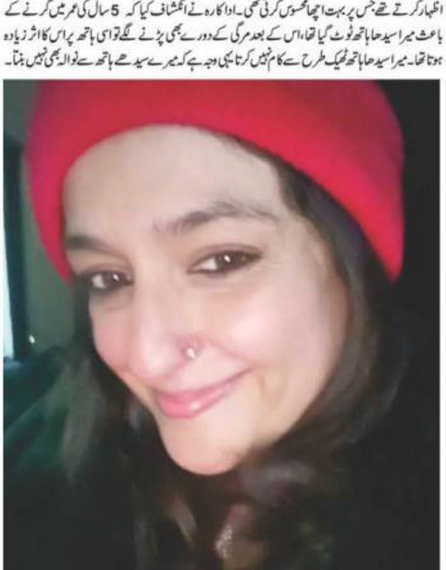

ماضی کے معروف اداکار احمد جمیل کا انتقال

ماضی کے معروف اداکار احمد جمیل طویل علالت کے بعد انتقال کرگئے۔ان کا تعلق وزیرآباد کے نواحی گاؤں سوہدرہ سے تھا لیکن ان کے دادا قیام پاکستان سے پہلے کوئٹہ چلے گئے تھے۔احمد جمیل نے بھی کوئٹہ میں ہی تعلیم و تربیت حاصل کی اور کیریئر کا آغاز بھی وہیں سے کیا۔وہ کئی سال پہلے کوئٹہ سے واپس آکر گوجرانوالہ منتقل ہوگئے تھے۔کوئٹہ سنٹر سے ان کا پہلا ڈرامہ "میگا" آن ایئر گیا تھا جس کا مطلب "حد بندی ہے" جبکہ ان کا آخری ڈرامہ "خاطر" تھا، انہوں نے کوئٹہ کے علاوہ دیگر مراکز سے بھی کام کیا تھا۔

وہ عشق تھا یا مجبوری تھی

ایک سنڈریلا

ایوا گارڈنز

جو ہالی وُڈ کی جادو نگری میں پہنچ گئی تھی

■ محمد نعیم مرزا

naeems88@live.com

قسط نمبر 130

ننگے پاؤں کھیتوں میں کام کرتے ہوئے اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ایک روز اس کے نام کا شہرہ پوری دنیا میں ہوگا اور وہ ہالی وڈ میں بیٹھ کر دنیا بھر میں فلم بینوں کے دلوں پر راج کرے گی۔ وہ تو ایک سنڈریلا تھی جو کسی فیری گاڈمدر کے جادو سے ہالی وڈ کے طلسم ہوش ربا میں پہنچ گئی تھی۔ وہ گاؤں سے نکل کر شہر میں آبسی لیکن اس کا گاؤں ہمیشہ اس کے دل میں آباد رہا اور ہالی وڈ جیسے رنگ بھرے روشن شہر میں بھی اس کا دل کہیں کھیتوں کھلیانوں میں ہی اٹکا رہا۔ اس نے محبتیں بھی کیں تو اس کے حصے میں بے وفائیوں کے دکھ اور فرقتوں کے صدمے بھی آئے۔ اس نے سحر زدہ آنکھوں سے پہلی مرتبہ سٹیج سے پردہ ہٹتے ہوئے دیکھا تو وہ ہر اس لفظ کو بھول گئی جس کو کیمرے کے سامنے ادا کرنے کی اس نے نہ جانے کتنی مرتبہ مشق کی تھی۔ سٹوڈیو میں موجود لوگ دم سادھے اس خوبصورت لڑکی کی طرف دیکھ رہے تھے لیکن الفاظ اس کے ہونٹوں تک آنے سے گریزاں تھے۔ کیمرہ رول ہوچکا اور تیز روشنی اس کی نظروں کے سامنے ایک پردے کی طرح تن گئی تو خاموشی اور سکوت کے عالم میں اس نے آنکھیں بند کیں اور اس کے ذہن پر پڑا ہوا جھجک کا پردہ اٹھ گیا اور ملکہ اپنے تخت پر جلوہ افروز ہوگئی۔ ہالی وڈ نے اس کیلئے شہرت اور مقبولیت کے در وا کیے لیکن اسے اس بات کا بھی شکوہ رہا کہ شہرت نے اسے وہ سب کچھ دیا جس کی اس نے کبھی خواہش ہی نہیں کی تھی۔ ہالی وڈ کی گولڈن ایج کے اس روشن اور خوبصورت ترین ستارے کو دنیا ایوا گارڈنر کے نام سے جانتی ہے۔

یوں اس طرح ہم لوگوں نے بہت سی راتیں ایوا گارڈنر کی رہائشگاہ پر فلیمنکو ڈانس پارٹیز اور ایسا ہی ہلہ گلہ کرتے ہوئے گزار دیں۔ ایوا ہر رات اپنے خانہ بدوش دوستوں کے ہمراہ شہر کی گلیاں اور بازار ناچتی پھرتی تھی اور پھر یہ سب لوگ کسی نہ کسی کلب میں جا گھستے اور وہاں ایک دھما چوکڑی کا سا سماں پیدا ہو جاتا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کم وبیش ہر کلب میں ایوا گارڈنر کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا گیا اور اب خانہ بدوش ڈانسرز کے گروہ سیدھے ایوا گارڈنر کے گھر آنا شروع ہو گئے اور اس طرح وہاں ہر رات جاگنے بلکہ بدمست ہونے لگی۔ ایوا گارڈنر کو اپنے ان خانہ بدوش دوستوں کے ساتھ ناچتے کودتے اور پیتے پلاتے ہوئے کسی بات کی ہوش نہیں رہتی تھی۔ ایوا کو صرف فلیمنکو ڈانس ہی پسند نہیں تھا بلکہ وہ تو محض رقص کرنا چاہتی تھی۔ میں جب بھی اس کے پاس جاتا تھا تو وہ کوئی نہ کوئی میوزک ریکارڈ، جو اکثر فرینک سناترا کو کوئی خاص نمبر ہوتا تھا، لگا دیا کرتی تھی اور ہم دونوں پورے گھر میں رقص کرتے پھرتے تھے۔ وہ فرینک سناترا کے گیتوں پر بے خود ہو کر رقص کیا کرتی تھی اور مجھے یوں محسوس ہونے لگتا کہ شاید وہ اب بھی فرینک سناترا سے ٹوٹ کر محبت کرتی ہو۔ ایک روز میں ایوا گارڈنر کے گھر پر تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ ایوا نے مجھے فون اٹھانے کو کہا اور میں نے فون اٹھایا تو دوسری جانب فرینک سناترا موجود تھا اور اس نے میرے ہیلو کے جواب میں پہلی بات یہ کی تھی کہ Who the hell are "you?"

ان دونوں ہم کسی سے زیادہ ملنا ملانا نہیں کیا کرتے تھے۔ ایوا گارڈنر زیادہ دوستیاں پالنے کا تکلف نہیں کرتی تھی کیونکہ ایک خاص حد تک دوستی بڑھ جانے کے بعد وہ عموماً اپنے دوستوں کو کسی ٹشو پیپر کی طرح اٹھا کر باہر پھینک دیا کرتی تھی۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک زبردست شخصیت کی مالک تھی لیکن یہ صورتحال اس وقت تک ہی برقرار رہتی تھی جب تک کہ اس کے ہاتھ میں جام نہیں آ جاتا تھا۔ ایک بار وہ جام اٹھا لیتی تو پھر اس کی شخصیت سے تہذیب اور اخلاقیات یوں اٹھ جاتی تھی جیسے تیز آندھی سوکھے پتوں کو اڑا لے جاتی ہے۔ اور ایوا سو کر اٹھتے ہی سب سے پہلے جام اٹھایا کرتی تھی۔ وہ دراصل تنہائی کا شکار ہو چکی تھی۔ جن دنوں میں وہاں رہتا تھا اس وقت ایوا گارڈنر کا کوئی بوائے فرینڈ نہیں تھا۔ اس کی ہر دوستی اور محبت کو اس کی شراب نوشی نے ڈبو کر رکھ دیا تھا۔ میری اور ایوا کی بھی دوستی تو تھی لیکن میں اس دوستی کو کوئی نام نہیں دونگا اور نہ ہی اس پر مزید بات کروں گا تاہم ہم دونوں کی دوستی میں رومانس کا کوئی گزر نہیں تھا۔ ہم تو بس ایسے ہی دوست بن گئے تھے جیسے کسی جنگل میں الگ الگ بھٹکنے والے دو لوگ کسی مقام پر مل جائیں اور ان کے درمیان ایک تعلق استوار ہو جائے۔ ہم دونوں بھی تنہائی کے جنگل میں گم شدہ لوگ تھے جو کسی جگہ پر مل گئے تھے اور بس...... ایوا واقعی ایک شاندار شخصیت کی مالک تھی......"

ایوا نے ایک اور خوبصورت اپارٹمنٹ میں منتقل ہونے کا ارادہ کیا اور اپنی پرانی رہائشگاہ کو ترک کر دیا۔ نئی رہائشگاہ پر اس کا ایک ہمسایہ 1946ء سے 1955ء تک ارجنٹائن پر آمرانہ انداز میں حکومت کرنے والا صدر Juan Peron تھا۔ کہتے ہیں کہ Juan کی سیاسی کامیابیوں کے پیچھے اس کی آمرانہ مزاج کی حامل اہلیہ Eva Duarte کا ہاتھ تھا اور اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ تھا کہ جب سرطان میں مبتلا ہونے کی وجہ سے Eva Durate کا انتقال ہوا تو اس کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد Juan Peron کے اقتدار کا سنگھاسن ڈولنا شروع ہوگیا اور اس کے خلاف "کودتا" ہوا اور اس کو ایوانِ اقتدار سے نکل کر زیرِ زمین جانا پڑا تھا۔ اقتدار سے بیدخلی کے بعد اس نے کچھ عرصہ روپوشی کی حالت میں گزارا اور اس کے بعد فرانسسکو فرانکو نے نہایت فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کو سپین آنے کی دعوت دی اور وہ وہاں چلا آیا۔ میڈرڈ میں Juan Peron کے شایانِ شان ایک اپارٹمنٹ حاصل کیا گیا اور اس کو وہاں رہائش فراہم کر دی گئی۔ Peron کو جب پتہ چلا کہ ایوا گارڈنر بھی اس کے ہمسائے میں مقیم ہے تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی کیونکہ وہ بطور اداکارہ ایوا گارڈنر کو بہت پسند کرتا تھا۔ 1954ء میں جب ایوا گارڈنر اپنی فلم The Barefoot Contessa کی پبلسٹی کیلئے بیونس آئرس گئی تو Juan Peron نے اس سے ملنے کی بہت کوشش کی تھی۔

ایوا گارڈنر کو جب اپنے ہمسائے کے متعلق علم ہوا تو اس نے Juan Peron کی سیاست کے حوالے سے کسی خاص تاثر کا اظہار نہیں کیا تاہم وہ اس بوڑھے شخص کو پسند کرتی تھی کیونکہ وہ جنرل فرانکو کے سپین میں اس کا ہمسایہ تھا۔ Peron کے پاس دو کتے اور اس کی نئی اہلیہ Isabel تھی اور ازابیل نے ایوا کو بتایا کہ ارجنٹائن کے سابق مردِ آہن کو شوبز سے متعلق خواتین بہت پسند تھیں۔ اس کی آنجہانی اہلیہ، جس کو وہ پیار سے Evita کہہ کر بلایا کرتا تھا، کسی زمانے میں اداکارہ Lana Turner کے ساتھ ریڈیو پر کام کر چکی تھی۔ ایوا اکثر ان کے ہاں چلی جاتی تھی جہاں یہ لوگ اکٹھے کھانا کھاتے اور ایوا ازابیل کے ساتھ پہروں باتیں کیا کرتی تھی اور ازابیل اس کو بتایا کرتی تھی کہ Peron کی آنجہانی اہلیہ ہی وہ واحد خاتون تھی جس نے Peron جیسے مردِ آہن کو موم کر رکھا تھا۔ Evita کے انتقال کے بعد اس کے جسدِ خاکی کو محفوظ کیا گیا تھا اور اس کی نعش اس وقت تک Peron کے پاس موجود رہی جب تک اس کا اقتدار ارجنٹائن پر برقرار رہا۔ اس کی نعش دیکھنے والوں کو یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے Evita سو رہی ہو اور کسی بھی وقت ایک قیامت خیز انگڑائی لے کر بیدار ہو جائے گی۔ Peron اقتدار سے بے دخل ہوا تو Evita کا جسدِ خاکی بھی اس کی دسترس سے باہر چلا گیا۔ اس کی نعش کو اغوا کر لیا گیا، اس کی متعدد مرتبہ بے حرمتی کی گئی اور بعد ازاں اس کو میلان میں کسی نامعلوم مقام پر سپردِ خاک کر دیا گیا تاہم Peron نے کسی نہ کسی طرح اپنی محبوب اہلیہ کا جسدِ خاکی حاصل کیا اور اس کو میڈرڈ لانے میں کامیاب ہو گیا اور اس کو ایک تابوت میں بند کر کے اپنے اپارٹمنٹ کے ایک کمرے میں رکھ دیا۔ ایوا کا خیال تھا کہ ازابیل ایک احمق قسم کی خاتون تھی جو ادھر ادھر کی ہانکنے میں لگی رہتی تھی اور یہی وجہ ہے کہ وہ اس کی سنائی ہوئی زیادہ تر کہانیوں پر یقین نہیں رکھتی تھی۔ Peron کی اہلیہ جادو میں یقین رکھتی تھی اور اس نے ایک جادوگر کی خدمات بھی حاصل کر رکھی تھی۔ ازابیل کو فلمیں دیکھنا بہت پسند تھا اور جب اس کو پتہ چلا کہ ایوا گارڈنر اس کے پسندیدہ اداکار Charlton Heston کے ساتھ ایک فلم میں کام کرنے والی ہے تو اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ وہ چاہتی تھی کہ ایوا گارڈنر اس کو Charlton کے متعلق ہر بات بتائے۔ ایوا نے اس کو بتایا کہ Charlton حقیقت میں گنجا ہے اور وہ وگ پہن کر اداکاری کرتا ہے۔

Peron فیملی اور ایوا گارڈنر کے تعلقات بہت دیر تک خوشگوار نہیں رہے کیونکہ ایوا اوپر والی منزل پر رہتی تھی اور ہر رات اس کے خانہ بدوش دوست وہاں فلیمنکو ڈانس پارٹی کیا کرتے تھے لہذا بوڑھے Peron کی نیند میں خلل پڑتا تھا اور وہ اس بات کا شاکی تھا کہ ایوا کی پارٹیاں اس کو سونے نہیں دیتیں۔ ایوا نے اس کے جواب میں الزام عائد کیا کہ Peron کے کتے ہر وقت بھونکتے رہتے ہیں۔ ایک روز ایوا نے امریکی فضائیہ کے ایک اڈے پر تعینات نوجوان پائلٹس کے ایک گروپ کو اپنے ہاں مدعو کر رکھا تھا کہ Peron کے دونوں کتے کسی طرح کھل کر وہاں پہنچ گئے اور انہوں نے وہاں بھونک بھونک کر سب کا جینا محال کر دیا۔ ان میں سے ایک کتا تو اندھا تھا اور اس کو کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ ایوا نے اپنے کتے بھی کھول دیے اور اسطرح پڑوسیوں کے کتوں کے درمیان گھمسان کی جنگ چھڑ گئی۔ ایوا قسم کھاتی تھی کہ اس کے کتوں نے Peron کے کتوں کو کوئی خاص نقصان نہیں پہنچایا لیکن اس کے باوجود ارجنٹائن کے مردِ آہن نے سپین کے سربراہِ حکومت، جس کا وہ مہمان تھا، فرانکو کو شکایت کر دی۔ اس شکایت کے نتیجے میں سپین کی پولیس وہاں پہنچ گئی۔ پولیس کے پاس ایوا گارڈنر اور اس کے اپارٹمنٹ میں موجود ہر شخص کی گرفتاری کے احکامات موجود تھے۔ ایوا کے مہمان امریکی فضائیہ کے باوردی افسران تھے اور ان کو گرفتار کرنا ایک ٹیڑھی کھیر ثابت ہو سکتا تھا اسلئے سپینش پولیس کے اہلکار واپس لوٹ گئے تا کہ نئے احکامات حاصل کر کے ان پر عمل کر سکیں۔ اس کے بعد ایوا گارڈنر اور Peron فیملی کے تعلقات سرمہری کا شکار ہو گئے اور پھر کبھی دوستانہ انداز اختیار نہیں کر سکے۔ ایوا کہتی تھی کہ بوڑھا Peron اکثر اپنی بالکونی میں جا کھڑا ہوتا ہے اور نیچے کسی تخیلاتی ہجوم کو دیکھ کر ہاتھ ہلاتا ہے اور پھر تقریر شروع کر دیتا ہے۔ ایوا اور اس کی ملازمہ بھی اپنی بالکونی میں جا کر Peron کے خلاف نعرے بازی کیا کرتی تھیں۔

جاری ہے

Faiza®
BEAUTY CREAM
پہچانو
خودکو...
Faiza
FACE WASH
Faiza
Magic Clean
Faiza
SCRATCH ME
MONEY BACK GUARANTEE
APPROVED
223190
Pakistan's
فائزہ
بیوٹی کریم
Faiza
Acne + Whitening Serum
Vitamins
Minerals
&
Special
Whitening
Glowing
Beauty
Freshness
Faizabeautycream
Poonia Brothers (Pvt) Ltd.

Regd CPL 103

WEEKLY FAMILY MAGAZINE

الطیبہ ALTAIBA® INTERNATIONAL

حج عمرہ 2024

کی مکمل خریداری

احرام | احرام بیلٹ | زم زم | عجوہ | مبروم

قرآن مجید | قرآن پین | حجاب | اسکارف | برقعے | عبائے | چادریں

ٹوپی | تسبیح | جائے نماز | عطریات | حاجی گفٹ

مسواک اور مسواک ہولڈر | خالص شہد اور مرکبات | طہارت اور وضو کیلئے پاک مٹی | کیلوری فری مٹھاس

حاجی سوپ | حاجی شیمپو | Fragrance Free پیپر سوپ | مردانہ احرام | بچگانہ احرام | لیڈیز احرام

احرام بیلٹ | موزے، چپل | تیار کفن، غسل کِٹ | زم زم کیلئے خالی بوتلیں اور لفافے

پاکستان میں حج عمرہ اور اسلامی ضروریات کے مکمل سامان کا سب سے بڑا اور قابل اعتماد ادارہ

الطیبہ اسلامک سپر سٹور

مون مارکیٹ اقبال ٹاؤن لاہور
0423 7800917
0321 9778200

مودودی مارکیٹ وحدت روڈ لاہور
0423 5410322
0321 9772700

0321 9778200
info@altaiba.com
www.altaiba.com

سوشل میڈیا پاکستان

اگر آپ سوشل میڈیا پاکستان میں ایڈ ہونا اور مندرجہ ذیل مواد حاصل کرنا چاہتے ہیں

۱۔ تمام پاکستانی اخبارات
۲۔ انٹرنیشنل اخبارات
۳۔ انٹرنیشنل میگزین اور سنڈے میگزین
۴۔ نوکریوں کے اشتہارات
۵۔ اخباراتی کالمز اینڈ ٹینڈرز
۶۔ سکول، کالج اینڈ یونیورسٹیز ایڈمیشن انفارمیشن
۷۔ ویب سیریز فلمیں، ڈرامے
۸۔ انگلش فلمیں
۹۔ انڈین ڈرامے، شوز اینڈ فلمیں
۱۰۔ ڈبلیوڈبلیوای ریسلنگ
۱۱۔ حقیقت ٹی وی ویڈیوز
۱۲۔ پاکستانی ڈرامے، ٹاک اینڈ گیم شوز
۱۳۔ PDF کتابیں اور ناولز
۱۴۔ مہندی، ہیئر اینڈ حجاب اسٹائل
۱۵۔ سلائی، کوکنگ، ہیلتھ اینڈ بیوٹی ٹپس
۱۶۔ کارٹونز اینڈ کارٹونز کہانیاں
۱۷۔ اسپورٹس ویڈیوز
۱۸۔ سبق آموز، معلوماتی اور دلچسپ ویڈیوز
۱۹۔ نیوز ہیڈ لائنز : صبح 6، صبح 8، صبح 10، دوپہر 12، سہ پہر 3، شام 6، رات 9، اور رات 12 بجے کی ملیں گی۔
۲۰۔ صرف نیوز پیپرز حاصل کرنے والے افراد اسپیشل فیس ادا کر کے نیوز پیپر گروپ جوائن کر سکتے ہیں۔

ابھی گروپ کی فیس 100 روپے ماہانہ ادا کریں اور سوشل میڈیا پاکستان کا حصہ بنیں۔

فیس جمع کروانے کا طریقہ

جاز ای ٹرانزیکشن کرنے کیلئے سب سے پہلے اپنے جاز کیش اکاؤنٹ سے #10*786* ڈائل کریں

اور اسکے بعد جب آپ سے TILL ID پوچھا جائے تو یہ TILL آئی ڈی 00197661

لکھ کر OK کریں۔ اور پھر گروپ کی فیس لکھ کر OK کریں اور پھر اپنا پن کوڈ لکھ کر OK کریں

اور 8558 سے آنے والا پیغام ایڈمن ظہور احمد کو نیچے دیئے گئے اسکے نمبر پر واٹس ایپ کریں

تاکہ وہ آپکو واٹس ایپ گروپ سوشل میڈیا پاکستان میں ایڈ کر سکے۔

مزید معلومات کیلئے رابطہ نمبرز

محمد ظہور احمد　محمد خالق حسن　محمد شریف خان

0320-7336483　0342-4938217

سوشل میڈیا پاکستان

گروپ کے قوانین

۱۔ گروپ میں نمبر تبدیل کی اجازت نہیں ہے۔ جو بھی نمبر تبدیل کریگا اسی وقت ریموو کر دیا جائے گا۔

۲۔ نمبر تبدیلی کی وجہ سے **ریموو میمبر** کو دوبارہ ایڈ ہونے کیلئے دوبارہ فیس دینا ہوگی۔

۳۔ غلطی سے لیفٹ کرنے والا **میمبر** کو بھی دوبارہ ایڈ ہونے کیلئے دوبارہ فیس دینا ہوگی۔

۴۔ کوئی اسپیشل ڈیمانڈ پوری نہیں کی جائے گی۔ ایڈمن پینل جو مواد بتا چکا ہے، وہی مواد گروپ میں ملے گا

۵۔ جن ممبران کو **وائی فائی یا موبائل ڈیٹا** آف رکھنے پر گروپ کی پوسٹنگ نہیں ملتی۔ ایسے ممبران اپنا **وائی فائی یا موبائل ڈیٹا** آن رکھیں تا کہ آپکی پوسٹ مس نہ ہو۔ کیونکہ ایڈمن پینل بتایا گیا تمام مواد روزانہ کی بنیاد پر بھیجتا ہے۔

۶۔ **ایڈمنز** کے واٹس ایپ نمبر پر رابطہ کرنے والا بندہ ہی گروپ میں فیس ادا کرنے کے بعد ایڈ ہو سکتا ہے

۷۔ فیس ادائیگی کے بعد **24** گھنٹے کے اندر آپکو ایڈ کر دیا جائے گا، لہذا ایڈمن کو زیادہ تنگ نہ کریں۔

۸۔ جس تاریخ کو آپ فیس ادا کریں گے۔ اگلے ماہ کی فیس بھی اسی تاریخ کو جمع کروانا ہوگی۔

۹۔ گروپ میں ایڈ ہونے سے پہلے گروپ کے قوانین اور گروپ کے بھیجے جانے والے مواد کی تفصیل لازمی پڑھیں

۱۰۔ گروپس میں بھیجا گیا مواد مختلف انٹرنیٹ ویب سائٹس سے لیا جاتا ہے، اسکے سہی یا غلط ہونے پر واٹس ایپ گروپ سوشل میڈیا پاکستان کوئی ذمہ داری قبول نہیں کریگا۔

نوٹ

۱۔ ایزی لوڈ، موبائل لوڈ بھیجنے والا بندہ گروپ میں ایڈ نہیں کیا جائے گا اور نہ اسکا بھیجا ایزی لوڈ، موبائل لوڈ واپس کیا جائے گا

۲۔ لہذا دھیان سے جب بھی بھیجیں، جازکیش یا ایزی پیسہ پیمنٹ بھیجیں۔ بعد میں اعتراض قبول نہیں کیا جائے گا

۳۔ جس ایڈمن کو فیس ادا کریں، اسی ایڈمن کو واٹس ایپ پر میسج کریں۔ تاکہ وہ آپکی ٹرانزیکشن دیکھ کر آپکو جلدی ایڈ کر سکے۔

۴۔ ایزی پیسہ بھیجنے والے ممبران دکاندار سے TRX ID نمبر لازمی لیں، TRX ID نمبر نہ بتانے کی صورت میں آپکو ایڈ نہیں کیا جائے گا

۵۔ جازکیش بھیجنے والے ممبران دکاندار سے TID نمبر لازمی لیں، TID نمبر نہ بتانے کی صورت میں آپکو ایڈ نہیں کیا جائے گا

۶۔ TRX ID یا TID کو ٹرانزیکشن نمبر کہا جاتا ہے، جس کا آپ کے پاس ہونا لازم ہے۔

۷۔ آپ ایک سے زیادہ ماہ کی فیس اک ساتھ جمع بھی کروا سکتے ہیں، کیونکہ دکاندار 100 روپے سے کم پیمنٹ نہیں سینڈ کرتے

۸۔ سوشل میڈیا پاکستان نام سے گروپ بنانے والا، سوشل میڈیا پاکستان گروپ کی پوسٹنگ سے اپنا گروپ پیسے لے کر چلانے والا، گروپ کی پوسٹ کاپی کر کے ایڈیٹنگ کر کے اپنے نام سے بھیجنے والا ممبر، کسی پیڈ گروپ کا ایڈمن یا گروپ رولز پر عمل نہ کرنے والا ممبر بھی بغیر کسی وارننگ کے ریموو کیا جائے گا اینڈ اسکی آئی ہوئی فیس بھی واپس نہیں کی جائے گی۔

Whatsapp Group Social Media Pakistan